تاریخ برہانپور

مصنفہ

حامیِ شریعت زیبِ طریقت حضرت مولوی محمد خلیل الرحمن صاحب

برہانپوری حال مقیم حیدرآباد دکن حفظہ اللہ عن شرور الزمن والفتن

بماہ ربیع الاولی ۱۳۱۷ھ

از اہتمام احقر الانام محمد عبد الاحد عفا عنہ الصمد ۱۸۹۹ء

در مطبع مجتبائی واقع دہلی طبع گردید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الارض والسماء والانبیاء والاولیاء فضلھم علی الخلایق تفضیلا لا الہ الا اللہ نسبح لہ بکرۃ واصیلا ونشھد ان سیدنا ونبینا محمدا رحمۃ للعالمین وسید المرسلین والہ وصحبہ اجمعین صلوات اللہ وسلامہ علیھم الی یوم الدین

اما بعد واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حالات انبیائے مرسلین تفصیل بیان فرمائے ہیں اور اُن کے ضمن میں یا کسی اور وجہ سے بعضے اولیاء اللہ کے حالات بھی مذکور ہوئے ہیں۔ چنانچہ تذکرہ اصحاب کہف کا اور خضر علیہ السلام کا اور سکندر ذوالقرنین کا سورۂ کہف میں۔ اور ان دونوں کی نبوت میں علماء کا کچھ اختلاف بھی ہے ولایت میں تو کچھ شک نہیں۔ اور لقمان حکیم کا حال سورۂ لقمان میں اور آصف بن برخیا وزیر حضرت سلیمان علیہ السلام کا حال سورۂ نمل میں قال الذی عندہٗ علم من الکتاب اور سورۂ بقر میں بادشاہی اور جہاد طالوت کا بیان ہے وقال لھم نبیھم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا اور سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حال مذکور ہوا یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔ اور بحسب قول عدم نبوت اصحاب یٰس کے جو ارشاد ہوا ہے فارسلنا الیھم اثنین فکذبوھما فعززنا بثالث اور سورہ مومن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیان میں مذکور ہے وقال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ اور چند مقام پر اوصاف حضرت سید المرسلین کے اصحاب و تابعین کے مندرج ہوئے ہیں والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان سورۂ توبہ میں اور سورۂ فتح میں لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ

ور فضائل اہلِ بیت سے سورۂ احزاب میں اطلاع ہوئی ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل
البیت ویطہرکم تطہیرا اور سورۂ شوریٰ میں خبردار فرمایا قل لا اسألکم علیہ اجرا الا المودۃ
فی القربیٰ اور مستورات صالحات میں سے حضرت حوا کا حال سورۂ بقرہ میں بیان ہوا ہے یا آدم اسکن
انت وزوجک الجنۃ اور سورۂ ہود علیہ السلام میں حضرت سارہ کا تذکرہ فرمایا ہے اتعجبین من
امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت اور سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا واذ قال ابراہیم
رب اجعل ھذا بلدا امنا وارزق اھلہ من الثمرات ظاہر ہے کہ بالفعل مقصود اس دعا سے حضرت ابراہیم
علیہ السلام کی حضرت اسمعیل علیہ السلام اور اُن کی والدہ حضرت ہاجرہ دونوں ہی تھے اس واسطے
کہ فرزند وزوجہ اہلِ بیت سے ہوتے ہیں اور اہلِ بیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس وقت
اس دعا میں اول بالذات اہلِ بلدہ مکہ مبارکہ تھے اور جملہ اہلِ ایمان سے باشندگانِ مکہ معظمہ
میں یہی دونوں مقدم اور اولیٰ اور افضل تھے اور حضرت زلیخا کا بھی تذکرہ ہوا ہے قالت امراۃ
العزیز الان حصحص الحق اور سورۂ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا حال مذکور ہے
اذ اوحینا الی امک ما یوحیٰ اور سورۂ قصص میں فرمایا واوحینا الی ام موسیٰ ان
ارضعیہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کا حال سورۂ طٰہٰ میں فرمایا اذ تمشی اختک فتقول ھل
ادلکم علی من یکفلہ اور سورۂ قصص میں بھی فرمایا وقالت لاختہ قصیہ اور بھی حضرت آسیہ
کا حال بیان فرمایا وقالت امراۃ فرعون قرۃ عین لی ولک اور سورۂ تحریم میں ارشاد ہوا ضرب اللہ
مثلا للذین امنوا امراۃ فرعون اور حضرت مریم اور اُنکی والدہ کی کیفیت سورۂ آلِ عمران
میں بیان ہوئی ہے اذ قالت امراۃ عمران رب انی نذرت لک ما فی بطنی واذ قالت الملائکۃ
یا مریم ان اللہ اصطفٰک وطہرک اور بھی حضرت زکریا علیہ السلام کی بی بی کا تذکرہ ہوا ہے قال رب انی
یکون لی غلام وامراتی عاقر اور ازواج مطہرات حضرت سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اور
صاحبزادیاں اور صاحبزادوں کے مناقب آیۂ تطہیر وغیرہ سے جو مذکور ہوئے مثلِ روزِ روشن
واضح ہیں سوائے اسکے والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما بھی بعد
آیۂ تطہیر واقع ہے۔ علامت ولایت ذکر کثیر باعتقاد صحیح ہے کشف وکرامت ولایت کے واسطے

لازم و ملزوم نہیں ہے۔ اور سورۂ موصوفہ میں قل لا زواجك وبناتك ونساء المؤمنين میں بھی اول صحابیات اور پھر جمیع مومنات و مسلمات حکم پردہ نشینی کی اطاعت کرنے میں داخل ہیں اور بفحوائے فرمانِ شفاعت بمقتضائے واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمومنات درجۂ اول میں صحابہ اور صحابیات اور بعد انکے جملہ اولیا اور مسلمین و مسلمات امیدوار تفضلات و عنایات ہیں۔ چنانچہ فضیلت اولیا سورۂ یونس میں بیان ہوئی ہے الا ان اولیاء الله لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین امنوا وکانوا یتقون لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ اور سورۂ انفال میں ارشاد ہوا ان اولیاؤہ الا المتقون سوائے اسکے کتب حدیث شریف اور کتب سیر میں حالات بہت اولیاء اللہ کے مذکور ہیں۔ ہرگاہ کہ سنت اللہ اور سنت رسول اللہ اس طور پر جاری ہوئی ہے لہٰذا چند بزرگانِ اولیاء اللہ جو شہر برہان پور میں تشریف فرما تھے اُنکے حالات حتی الامکان صحیح طور پر جمع کرکے اِس مختصر میں مندرج ہوئے۔ زمانِ سابق کے حالات سوائے کتابوں کے کسی کے بیانِ زبانی پر تحریر نہ ہوئے۔ اول کتاب ملفوظات جلالی فارسی یعنی ملفوظات شاہ جلال الدین زیر نظر ہے یہ بزرگ حضرت شاہ نعمان علیہ الرحمۃ کی اولاد سے تھے ان کا سن شریف ایک سو پانچ برس کا تھا۔ مؤلف نے اِس کتاب کے لکھا ہے کہ حالات کمالات وکرامات اولیائے بُرہان پور کے شاہ جلال الدین نعمانی بیان کرتے تھے اور نواب خان خانان سپہ سالار استماع سے اُن مضامین کے بہرہ یاب ہوتے تھے۔ مؤلف موصوف نے بتاریخ ۹ محرم ۱۰۳۱ھ ایکہزار اکتیس ہجری سے اِس کتاب کی تالیف شروع کی پس مؤلف عاصی مسمی محمد خلیل الرحمٰن عفا اللہ عنہ نے کتاب موصوف محمد سراج الرحمٰن صاحب ابن محمد عزیز الرحمٰن خان بہادر قاضی بلدۂ برہان پور سے لیکر مختصر مضمون اُس کا زبانِ اُردو میں لکھا۔ سوائے اسکے تاریخ الاولیا ہے جو کہ مصنفہ مولوی سید امام الدین صاحب خلف مولوی سید عبد الفتاح عرف میر اشرف علی صاحب گلشن آبادی کی ہے بعضے بزرگوں کے احوال لکھے لئے۔ مولوی موصوف نے بھی اکثر کوائف بزرگان برہان پور کے ملفوظات جلالی سے انتخاب کیے ہیں۔ اور اس کتاب میں اخبار الاخیار مصنفہ مولانا شیخ عبد الحق دہلوی سے بھی بعضے احوال منقول ہوئے ہیں اور سفینۃ الاولیا مصنفہ شاہزادہ دارا شکوہ اور سبحۃ المرجان فی آثارِ ہندستان

اور روضۃ الاولیاء اور خزانۂ عامرہ تصنیفات میر غلام علی آزاد بلگرامی سے اور خزینۃ الاصفیا مؤلفہ غلام سرور صاحب لاہوری سے اور تاریخ مراۃ العالم مؤلفہ بختاور خان جو عالمگیر بادشاہ کے عہد میں تصنیف ہوئی تھی اور شاہجہان نامہ اور تاریخ فرشتہ اور تزک آصفیہ اور گلزار آصفیہ اور مآثر الامرا۔ اور تاریخ رشید الدین خانی اور تاریخ خورشید جاہی ہر دو تالیف غلام امام خان صاحب وغیرہ کتب کے مضامین نقل ہوئے ہیں مگر بہ نظر اختصار حوالہ ملفوظات جلالی و رشید الدین خانی اور تاریخ الاولیا کا جا بجا لکھا گیا ہے۔ اگرچہ مقصود اصلی اور مطلب دلی مصنف عاصی کا محض لکھنا اولیا اللہ کے حالات کا مقرر ہوا تھا کہ بسبب انقضائے زماں کے اُن بزرگوں کے کوائف تلاش بھی سے ملنے مشکل ہیں اور اُن کے حالات بیان کرنے سے عین سعادت ابدی اور حصول کمال ثواب سرمدی میسر ہے کہ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ قول مشہور ہے لیکن ہر گاہ کہ آبادی شہر برہانپور کی اسم سامی اور نام نامی سے حضرت برہان الدین اولیا کے ہوئی ہے اس شہر کا آباد ہونا بھی ایک کرامت اُنکی زبان فیض بیان کی منجملہ پیشین گوئیوں میں سے ہے۔ اس وجہ سے کیفیت آبادی شہر کی لکھنی ضرور ہوئی کہ صورت آبادی کی کس طرح ہوئی اور کونسے بادشاہ نے اُس حکم والا کے تعمیل کرنیکی سعادت حاصل کی اُسکے ضمن میں اسکے خاندان کا حال لکھنا بھی مناسب سمجھا گیا۔ اور حالات مساجد اور شہر پناہ وغیرہ کی کیفیت بھی اس سلسلہ میں شریک ہوگئی۔ اس صورت میں مابعد کے بعضے حکام کا مختصر بیان لکھنے کی جرأت ہوگئی۔ مگر سوائے اولیا اللہ کے جو لوگوں کے حالات مندرج ہوئے ہیں سب طفیلی اُن اولیا اللہ کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سہو و خطا کو بافضال کریمانہ معاف فرمائے آمین یا ارحم الراحمین اول حضرۃ شاہ برہان الدین اولیا علیہ الرحمۃ کے حالات مذکور ہوئے ہیں بعد ازاں حضرت شاہ زین الدین علیہ الرحمۃ کی کیفیت مندرج ہوئی ہے بعدہ احوال آبادی شہر برہانپور کا لکھا گیا ہے۔ اسکے بعد بیان بادشاہان فاروقیہ کا اور اُن کے سوائے جو خاندان آصفیہ وغیرہ سے وہاں کے حاکم ہوئے مرقوم ہوا۔ بعد ازاں اولیا اللہ اور علما کے حالات بتفصیل لکھے گئے۔ بعدہ کچھ شعرا کا

تذکرہ ہوا ہے

جناب حضرت شاہ برہان الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ

اکابر خلفا سے جناب فیض مآب حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں میر غلام علی آزاد بلگرامی نے روضۃ الاولیا میں تحریر فرمایا ہے کہ بسبب لطافت طبع و حالتِ ذوق شوق کے امیر خسرو اور امیر حسن اکثر شیخ برہان الدین غریب کے مصاحب رہتے اور کمال محبت اُن سے رکھتے تھے۔ صاحب ولایت یعنی قطب ملکِ دکن کے تھے اور دہلی میں حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ جب تا[illegible] وارد تھے شیخ برہان الدین غریب کے گھر میں رہتے تھے۔ شیخ رکن الدین بن عماد کاشانی نے ایک کتاب مسمی بہ نفایس الانفاس میں ملفوظات شیخ برہان الدین غریب کے لطرز کتاب فوائد الفواد میر حسن دہلوی کے جمع کی ہے اُس کتاب میں آغاز مجلسوں کا ماہ رمضان ۷۳۲ھ ہجری سے ہوا ہے تا بوقت رحلت حضرت کے لکھا گیا ہے اور بھائی رکن الدین مذکور سے مسمی شیخ حماد بن عماد نے بھی حضرت کے ملفوظات مسمی باحسن الاقوال جمع کیے ہیں اور دوسرے بھائی مجد الدین بن عماد نے دو رسائل خوارقِ عادات میں حضرت کے لکھے ہیں ایک غریب الکرامات اور دوسرا موسوم بقیۃ الغرائب یہ تینوں بھائی مع جملہ خاندان مرید و معتقد حضرت کے تھے سوائے رسائلِ مذکورہ کے دوسری تالیفات بھی اقوال و احوال میں حضرت کے جمع کی گئی ہیں حضرت فرماتے تھے جس وقت سے کہ میری عمر چھ سات برس کی تھی ہمیشہ خلوت میں ذکر کلمہ طیبہ کا میں جاری رکھتا تھا اور تیرہ برس کے سن میں یہ عہدِ زبانی میں نے کیا تھا کہ نکاح نکرونگا کبھی شب کو احتلام ہوتا تو میں اُس روز نیت صوم کی کرلیتا۔ میری والدہ کو میری شادی کرنیکی فکر تھی میں نے تقلیل طعام اتنی کردی کہ میری غذا سات لقمے مقرر ہوگئی اور اتنا ضعیف ہوگیا کہ یکایک آسمان کو گردن اُٹھا کر دیکھنا مشکل تھا جب والدہ نے یہ حال ملاحظہ کیا ارادہ شادی سے معافی دی اور حضرت شروع عمر سے تحصیل علم میں مشغول رہے فقہ نافع حفظ تھی اور ہمیشہ مجرد رہے اور مدت العمر کوئی چیز اپنی ملک میں نہ رکھی پچیس برس تک نمازِ صبح عشا کے وضو سے ادا کرتے رہے اور تیس برس تک صوم داؤدی کی مداومت کی یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار اور حضرت نے فرمایا کہ مُرشد سے بیعت کرنے کے پیشتر میں نے خواب

دیکھا تھا کہ گویا میں خندق میں گرا تھا اور کسی طرح باہر نہیں نکل سکتا تھا حضرت سلطان المشائخ نے میری دستگیری فرماکر خندق سے باہر نکالا جب میں حضرت ممدوح کے خادموں میں داخل ہوا حضرت نے فرمایا کہ ہم نے تو اُس روز ہی تم کو ہاتھ دیا تھا۔ ایک وقت میں نے عرض کیا کہ جب نگاہوں سے شیخ الاسلام حضرت فریدالدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دیکھا ہے ایک نظر اس غریب کی طرف کیجیئے ارشاد ہوا "نظر باباد" یعنی بہت نظریں ہوتی رہیں ایکوقت میں نے عرض کیا کہ میں امیدوار زیادہ رہتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ اُمیدوار زیادہ رہو ایکبار روبرو حضرت خواجہ کے بایزید بسطامی کی بزرگی کا تذکرہ ہوا۔ ارشاد ہوا ہم بھی ایک بایزید رکھتے ہیں۔ کسی نے عرض کیا کہ وہ کہاں ہے فرمایا جماعت خانہ میں ہے۔ اقبال خادم نے حضرت کے فی الفور جماعت خانہ میں آکر دیکھا اُس وقت جماعت خانہ میں سوائے دعاگو کے کوئی نہ تھا۔ اقبال نے کہا کہ آج حضرت خواجہ نے تمھارے حق میں ایسا فرمایا ہے شیخ برہان الدین کا لقب غریب ہونیکی وجہ یہ ہے کہ ابتدائے حال میں مقام ہانسی سے شہر دہلی میں آکر غریبانہ اوقات بسر کرتے تھے شیخ زین الدین داؤد شیرازی قدس اللہ سرہ سے منقول ہے کہ شیخ برہان الدین ہانسی سے دہلی میں جب تشریف فرما ہوئے تھے اُس پل کے قریب ایک مسجد میں سکونت اختیار کی اللہ تعالیٰ نے اُنکی برکت سے اُس جاے کو روشن بنادیا۔ بہت مخلوق رجوع ہوئی اقبال خادم نے حضرت سلطان المشائخ کیخدمت میں عرض کی مولانا برہان الدین غریب آئے ہیں سلطان المشائخ نے فرمایا تمام خلق اُنکی آشنا ہوگئی اور ابتک غریب ہیں۔ شیخ برہان الدین اپنے پیر روشن ضمیر سے اعتقاد رکھنے میں سب سے زیادہ اعلیٰ اور ممتاز تھے۔ شیخ نے تاالب گور بجانب غیاث پور مقام مرقد سلطان المشائخ کے کبھی اپنی پشت نہ پھیری اور کبھی اسطرف نہ تھوکا۔ اکثر مورخین کا بیان ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نے شیخ برہان الدین غریب کی ہمراہی میں سات سو مریدوں کو واسطے رہنمائی خلائق ملک دکن کے بھیجا تھا کہ بعضے اُن میں سے پالکی نشین تھے۔ اور بعضے دوسرے لکھتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ نے اول جناب شاہ منتجب الدین زرزری بخش کو مع سات سو مریدوں کے واسطے ہدایت کرنے باشندگان ملکِ دکن کے بھیجا تھا جس وقت دولت آباد میں اُن کا انتقال ہوا حضرت سلطان المشائخ کو ازروے مکاشفہ معلوم ہوا

حضرت نے شیخ برہان الدین سے استفسار کیا کہ تمھارے بھائی منتجب الدین کی کیا عمر تھی شیخ برہان الدین اِس کلام سے سمجھے کہ بھائی واصلِ رحمتِ الٰہی ہوئے اپنے گھر میں جاکر غمگین بیٹھے دوسرے روز حضرت سلطان المشائخ واسطے ماتم پُرسی کے تشریف فرما ہوئے اور شیخ برہان الدین کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرماکر طرف ملکِ دکن کے روانہ کیا۔ لیکن معتبر کیفیت یہ ہے کہ جس وقت سلطان محمد تغلق بادشاہ دہلی نے قلعۂ دولت آباد کو دار السلطنت مقرر کیا تمام لشکر و امرا و معززین اکابر دہلی کو دولت آباد میں لایا۔ لہٰذا شیخ برہان الدین غریب اور جناب امیر حسن دہلوی اور حضرت سید یوسف عرف شاہ راجی حسینی مصنف تحفۃ النصائح والدِ بزرگوار حضرت سید محمد گیسو دراز بندہ نواز کے۔ اور خواجہ حسین اور خواجہ عمر اور شیخ زین الدین وغیرہ خلفاء و مریدان حضرت سلطان المشائخ دولت آباد رونق بخش ہوئے اور شہر دہلی کی ویرانی ہوئی۔ شیخ برہان الدین سے ایک مسافر نے کہا کہ دو چیز کے واسطے آپکے پاس آیا ہوں ایک دین دوسری دنیا فرمایا اسمیں کی ایک چیز دونوں چیزیں تجکو پہونچا سکتی ہے۔ گھر میں اگر کتا رہے یا تصویر ہو تو فرشتہ رحمت کا نہیں آتا ہے۔ تیرا نفس کتا ہے اور غیر خدا کو جو کہ دوست رکھتا ہے وہ دل میں تصویر شیطان کی ہے ایسے دل میں محبت خدا کی کیسے آئیگی۔ یہ بھی ارشاد ہوا کہ دنیا کی مثال سایۂ آدم کی ہے جب آدمی طرف سایہ کے چلتا ہے سایہ آگے چلا جاتا ہے۔ اور جب سایہ کی طرف پشت کر دیتا ہے اُسکے پیچھے سایہ چلا آتا ہے جو شخص دنیا کی طرف پشت کر دیتا ہے وہ اُس شخص کی طرف اپنا منہ کرتی ہے اور جو شخص کہ دنیا کی طرف اپنا منہ کرتا ہے دنیا اُسکی طرف پشت کر دیتی ہے **فرماتے تھے** کہ امیر حسن دہلوی نے ایک لطیفہ کہا ہے کہ بکری جب پانی پیتی ہے اپنے پانوں پانی سے تر ہونے نہیں دیتی اس لیے بیٹھکر پانی پیتی ہے جس وقت مرتی ہے اُسکے تمام پوست میں سر سے پانوں تک پانی بھر کر مشک بناتے ہیں۔ پھر ارشاد ہوا کہ میں نے بھی اسکے موافق لطیفہ کہا ہے کہ آدمی جب تک زندہ ہے چاہتا ہے کہ گرد اُسکے کپڑوں پر نہ پونہچے جس وقت مرتا ہے تمام جسم اُس کا زیر زمین خاک کی خوراک ہو جاتا ہے۔ **روضۃ الاصفیا** میں مندرج ہے کہ شیخ برہان الدین غریب کو دوبار خرقہ خلافت سے پیر روشنضمیر نے سرفراز فرمایا اول امیر حسن وغیرہ خلفائے نامدار نے حضرت سلطان المشائخ سے

عرض کی کہ مولٰنا برہان الدین مریدانِ قدیم سے ہیں انکو خرقۂ خلافت عنایت ہو خواجہ اقبال خادمِ خاص نے تاج و خسر قدر و برو حضرت کے لاکر حضرت کا دستِ مبارک اُس پر رکھکر حضرت کی حضوری میں مولٰنا برہان الدین کو پہنایا بعدہ شیخ علی زنبیلی و ملک نصرت نے حضرت کے روبرو شکایت کی کہ مولٰنا برہان الدین نے دکانِ شیخی گرم کی ہے خلقِ کثیر اُنکے گھر میں جمع ہوتی ہے اور موافقِ طریق مشایخ عظام کے رعایت اِس کام کی نہیں رکھتے۔ حضرت سلطان المشایخ اِس کیفیت کی سماعت سے رنجیدہ ہوئے۔ آخر کار امیر خسرو نے واسطے عفوِ قصور کے سفارش کی حضرت نے دوبارہ تجدید بیعت سے مشرف فرمایا اور از سرِنو خرقۂ خلافت سے سرافراز کیا **وفات** حضرت شیخ برہان الدین اولیا کی گیارہویں ماہ صفر ۷۳۸ ہجری میں واقع ہوئی مرقد منور درمیانِ حصار روضۂ مقدسہ کے متصل قلعۂ دولت آباد قریب شہر خجستہ بنیاد اورنگ آباد کے زیارت گاہ خلائق ہے اخبار الاخیار میں بھی شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر حال حضرت ممدوح کا لکھا ہے۔

حضرت شاہ زین الدین داؤد

ابن خواجہ حسین بن سید محمود شیرازی رحمۃ اللہ علیہم حسب تحریر میر غلام علی آزاد بلگرامی مندرجۂ روضۃ الاولیا درمیان ۷۰۱ ہجری کے شیراز میں متولد ہوئے والدہ نے انکی کم عمری میں وفات پائی۔ ہمراہ والدِ ماجد کے زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے پھر وہاں سے طرف ہندوستان کے روانہ ہوکر دارالسلطنتِ دہلی میں وارد ہوئے اور مولانا کمال الدین وغیرہ علماے نامور سے وہاں کے تحصیل جمیع علوم کیے اور اعلیٰ مراتبِ فضیلت پر پوہنچے جب سلطان محمد تغلق نے اہل دہلی کو دولت آباد روانہ کیا مولٰنا کمال الدین اور شاہ زین الدین بھی دولت آباد میں تشریف فرما ہوئے۔ شیخ زین الدین ہمیشہ اوقات عزیز تدریس میں طالبانِ علوم کی اور عبادت الٰہی میں صرف کرتے۔ جبوقت حالات خانقاہ حضرت شاہ برہان الدین اولیا کے اُنکی سماعت میں آتے کہ مجلسِ وجد و سماع گرم رہتی ہے اُس پر طعن کرتے تا بجدیکہ مسائل مشکل چند علوم کے بطریق امتحان

خدمت میں حضرتِ ممدوح کے بھیجے فی الفور اُسکے جوابات شافی حضرت سے ادا کیے۔ شیخ زین الدین کو اعتقاد حضرت کے کمالات علوم ظاہر و باطن کا زیادہ ہوا اور ۷۳۶ھ ہجری میں ہمراہ مولٰنا رکن الدین عماد کاشانی مؤلف نفائس الانفاس کے حضرت کی خدمت فیض موہبت میں شیخ زین الدین حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت نے فرمایا اے فرزند مرید شایستہ گیری یعنی مرید کو لائق بنا دینا ایک روز حضرت نظام الحق والدین سلطان المشائخ نے مولٰنا حسام کو بیعت سے مشرف فرماکر ارشاد کیا "درتکمیل مرید کوشی نہ در تکثیر" یعنی مرید کے کامل کر دینے میں کوشش کرو نہ مریدوں کے بہت ہونے میں۔ شیخ زین الدین خدمت میں مرشد عالی مقام کے کتاب مرصاد العباد پڑھتے بکمال ریاضت مراتب سلوک عرصۂ قلیل میں طے کیے اور انتہائے مقامات ولایت کو پونہچے۔ پس بتاریخ اٹھارہویں شہر ربیع الآخر ۷۲۵ھ ہجری روز عرس حضرت سلطان المشائخ کے پیر روشنضمیر نے اُنکو خرقۂ خلافت عنایت فرماکر تاجِ سرفرازی بخشا۔ اور بعد رحلت مرشدِ کامل کے حسبِ وصیت سجادۂ خلافت و مسندِ ارشاد پر شاہ زین الدین نے جلوس فرمایا اور ماہ ذی الحجہ ۷۴۶ھ ہجری میں طرف شہر دہلی کے روانہ ہوئے وہاں خدمت فیض موہبت سے حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی علیہ الرحمۃ کی مشرف ہو کر فیوضات کثیر حاصل کیے اور خلفائے حضرت سلطان المشائخ و اکابر دہلی سے بھی ملاقاتیں ہوتی رہیں اور بہت لوگ وہاں مرید شاہ زین الدین کے ہوئے دو مہینے تک ہر روز ایک ختم کلام اللہ کا ایصالِ ثواب حضرت سلطان المشائخ کو پونہچاتے رہے۔ حضرت سلطان المشائخ نے ملاقاتِ روحانی میں بکمال عنایت و خوشنودی یہ شعر فرمایا۔

بیا ساقی ز حسن خود کہ جانم از تو آسودہ است	تو حسن من برافزودی خدا حسنت بیفزاید

وہاں سے ارادۂ زیارت مرقدِ منور حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر قدس اللہ سرہ کا مصمم ہوا حضرت شیخ نصیر الدین محمود وغیرہ اکابر نے حوضِ شمسی تک مشایعت کی۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود نے رو بقبلہ ہو کر دعا پڑھی اور اپنا عمامہ شیخ زین الدین کے سر پر رکھا اور بعضے تبرکات اپنے عنایت فرماکر رخصت کیا۔ شیخ زین الدین وہاں سے طرف اجودھن کے روانہ ہوئے۔ صاحب سجادہ جناب شیخ محمد ابن حضرت شیخ علاء الدین ابن حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر قدس اللہ اسرارہم بموجب بشارت

حضرت شیخ فرالدین کے باوجودیکہ سو برس سے زیادہ عمر شریف اُنکی تھی واسطے استقبال شیخ زین الدین کے تشریف لاکر اعزاز و اکرام بدرجۂ کمال فرمایا پس شیخ زین الدین تین رات دن گنبد مبارک میں حضرت گنجشکر کے دروازہ بند کر کے گوشہ نشین رہے سوائے وقت نماز کے باہر نہ نکلتے ہر شب و روز تین چار بار ختم قرآن مجید کا کرتے قریب ایک مہینے کے وہاں رہے صاحب سجادہ نے بعضے تبرکات حضرت گنجشکر کے عنایت فرمائے اور ایک منزل تک بوقتِ رخصت مشایعت فرمائی شیخ زین الدین وہاں سے طرف شہر اجمیر کے روانہ ہوکر زیارت سے حضرت خواجۂ بزرگ معین الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کے مشرف ہوئے ایک ہفتہ روضۂ مقدسہ میں خلوت گزین رہے اور اٹھائیس بار قرآن مجید ختم کیا اور فیوضات بیشمار حاصل ہوئے اور وہاں بہت لوگ مرید شیخ زین الدین کے ہوئے۔ پھر وہاں سے طرف ملک دکن کے روانہ ہوکر دولت آباد پونہچے اِس عرصہ میں بہرام خان حاکم دولت آباد نے سلطان محمد شاہ بہمنی سے بغاوت اختیار کی شاہ بہمنی بطریق یلغار روانہ ہوکر بارادہ محاصرۂ قلعہ قریب قلعہ کے آگیا۔ بہرام خان نے بوقتِ شب حضرت زین الدین کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں جنگ کا ارادہ کروں یا جیسا ارشاد ہو عمل کروں۔ حضرت نے فرمایا مناسب یہ ہے کہ اہل و عیال ہمراہ لے کر فی الفور طرف گجرات کے چلے جاؤ حضرت کی دعا کی برکت سے بخیر و عافیت بہرام خان گجرات میں پونہچ گیا۔ شاہ بہمنی نے ہرچند سرحد گجرات تک تعاقب کیا لیکن دستیاب نہ ہوا۔ لاچار ہوکر دولت آباد میں واپس آیا۔ سب ارکین و مشایخ دولت آباد کے شاہ بہمنی کے نزدیک حاضر ہوئے لیکن بسبب شراب خواری وغیرہ مناہی کے حضرت نے شاہ بہمنی کی طرف التفات نہ فرمایا شاہ بہمنی نے ازروئے عتاب قاضی شہر سے کہا کہ شیخ سے کہدو میرے شہر میں نہ رہے حضرت فی الفور مصلی دوش مبارک پر ڈالکر روضۂ مقدسہ میں حضرت برہان الدین اولیا کے جاکر بیٹھ گئے اور فرمایا اب کون مرد ہے جو مجکو یہاں سے اُٹھا سکتا ہے شاہ بہمنی نے اِس بے ادبی سے پشیمان ہوکر اپنے ہاتھ سے یہ بیت لکھکر بھیجدی۔

من زانِ توام تو زانِ من باش	خوش باشد عشقِ اتفاقی

حضرت نے فرمایا گلگر سلطان محمد شاہ غازی موافق شریعت محمدی کے عمل کرے اور شراب خانے

اپنے ملک میں سے اُٹھا دے اور قاضیوں اور علماء کو اجراے احکام شرع پر مامور کرے زین الدین فقیر اُسکا دوست ہے اور یہ رباعی دستِ مبارک سے لکھکر بھیجدی۔

تا من بزیم بہانہ جوئی نکنم	جز نیک دلی و نیک خوئی نکنم
آنانکہ بجاے من بدی ہا کردند	گر دست رسد بجز نکوئی نکنم

شاہ بہمنی نے خطاب غازی سے خوش ہوکر لفظ غازی اپنے القاب میں شریک کیا اور گلبرگہ کو واپس جاکر شراب کی دکانیں اپنے تمام ملک سے اُٹھا دیں اور رواج میں اجراے احکام شریعت کے سعی بلیغ کی۔ اور مفسدانِ دکن کا اور قطاع الطریق کا بخوبی بندوبست کیا کہ اثر اُن کا باقی نہ رہا۔ امیر حسین مرید نے حضرت کے ملفوظات مسمیٰ بہ ہدایت القلوب جمع کیے ہیں بعض مضامین اُسکے روضۃ الاولیاء میں منقول ہوئے ہیں وہ کتاب مطبوع ہوئی ہے جو چاہے مطالعہ سے سعادت حاصل کرے۔ حضرت شاہ زین الدین وقت نمازِ عصر تاریخ پچیسویں ربیع الاول ۷۷۱ھ ہجری میں جہانِ فانی سے طرف عالمِ باقی کے وداع ہوئے لفظ ملاذ تاریخ وفات ہے۔ مرض وفات میں کچھ نہ کھاتے فقط پانی پیتے۔ اِس پر بھی ہر نماز فرض وسنت ونفل بحالِ قیام ادا کرتے کسیکو اپنا خلیفہ جانشین مقرر نہیں کیا بعد اداے نماز فرض کے سر مبارک مصلی پر سجدۂ معبود حقیقی میں رکھکر جانِ شیریں جہان آفریں کو تفویض کی۔ شاہ زین الدین کا مقبرہ علیحدہ روضۂ مقدسہ میں ہے اور حضرت شاہ برہان الدین اولیا کا مقبرہ علیحدہ ہے۔

کیفیت آبادی شہر برہان پور

کتاب ملفوظات جلالی میں مندرج ہے کہ اہلِ تاریخ نے بیان کیا ہے کہ موضع وسانہ کنارہ تاپتی ندی کے ایک گاؤں تھا جس جاے کہ اب شہر برہان پور آباد ہے اُس گاؤں میں تین بھائی قوم اہیر رہتے تھے ایک کا نام آسا دوسرا کہاتا تیسرا چھباؤں مسمی آسا اہیر حضرت شاہ نعمان علیہ الرحمۃ کی خدمت میں باعتقادِ تمام حاضر ہوتا تھا ایک روز عرض کیا کہ ایک مدت سے آرزو ہے کہ اس کو دیِ فلک شکوہ کے واسطے حفاظت اپنے اموال اور جانوروں کے ایک حصار مستحکم بنایا جاوے تاکہ چوروں

اور دشمنوں سے بیفکری ہووے اگر حضرت سے اس امر کی اجازت ہوگی تو ہم لوگ مع اہل و عیال کے حضرت کی پناہ میں اپنی عمر بسر کریں گے حضرت نے حصار بنانیکی اجازت دیکر اُس کو خوش کر دیا اُس نے حصار مٹی اور پتھر سے بناکر آسا اہیر اُس کا نام رکھا کثرتِ استعمال سے آسیر نام مشہور ہوگیا اسلیے آسا مدت مدید تک بآرام تمام اُس حصار میں رہتا رہا۔ کہتے ہیں کہ اُس پہاڑ پر عمارت کہنہ شکستہ زمانِ راجہ بکرماجیت کی باقی تھی جس جائے کہ میل ساگر کی باؤلی ہے۔ بعد انقضائے زمان دراز کے خاندیس کا بادشاہ نصیر خان ابن ملک راجہ ابن خانِ جہان کہ اولاد سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تھے اور مقام تھالنیر اُن کا تخت گاہ تھا ملک راجہ سنہ ہجری میں فوت ہوئے بجائے اُنکے نصیر خان بادشاہ ہوئے حضرت شاہ نعمان کی خدمت میں باعتقادِ تمام حاضر ہوتے اور بعضے اوقات اپنے فرزند عادل خان کو حضرت کی خدمت میں بھیجتے حضرت سے واسطے مفتوح ہونے قلعۂ آسیر کے عرض کی خود حضرت کو بھی منظور تھا کہ اسلام کا زور اور ترقی زیادہ ہو واسطے حصولِ مقصد نصیر خان کے دعا کی۔ نصیر خان نے آسا اہیر کو ایما کیا کہ بگلانہ کے راجہ نے ہمارے سے جنگ شروع کرنے کا ارادہ کیا ہے اِس واسطے تمہارے قلعہ کو محفوظ سمجھکر ہم اپنا زنانہ بھیجتے ہیں آسا اہیر نے قبول کیا دو سو مرد بہادروں کو ڈولوں میں بٹھاکر نصیر خان نے قلعہ میں بھیجدیا اُن لوگوں نے اہلِ قلعہ کو قتل کیا۔ نصیر خاں نے قلعہ میں داخل ہوکر شکست و ریخت کی مرمت بخوبی کی۔ اِس عرصہ میں حضرت مخدوم شیخ زین الدین دولت آباد سے کنارہ تپتی ندی کے جہاں زین آباد اب آباد ہے تشریف فرما ہوئے نصیر خان مع فرزندان و جملہ لشکر واسطے استقبال کے حاضر ہوئے حضرت نے فتح قلعہ کی مبارکباد دی نصیر خان ہر روز دو بار مستفیض خدمت والا ہوتے تھے اور بیعت سے حضرت مخدوم کی مشرف ہوکر افتخار دارین حاصل کیا اور واسطے خادمان خانقاہ حضرت کے جاگیر مقرر کرنیکی تجویز کی حضرت نے منظور نہ فرمایا۔ جب مکرر عرض کی ارشاد ہوا کہ ہمارے مرشد عالی مقام حضرت شاہ برہان الدین اولیا کے نام سے اس ملک میں ایک شہر آباد کرو تاکہ شعار اسلام اس سرزمین میں قائم رہے اور خود حضرت نے واسطے حسن انجام اِس کام کے دعا کی اور فاتحہ پڑھی اور واسطے آبادی شہر برہان پور کے مبارکبادی نصیر خان کو دیکر روانہ دولت آباد ہوئے نصیر خان نے واسطے اخراجات خانقاہ والاجاہ کے دو

گانوں مقرر کیے اور ۸۰۵ھ ہجری میں شہر برہان پور کی آبادی کے واسطے فی الفور سعی جاری کی۔ اور ندی کے اُس طرف کو زین پور حضرت مخدوم شاہ زین الحق والدین پیر روشن ضمیر کے نام سے آباد کیا بسبب تاثیرِ دعای اہل اللہ کے اور مروت و سخاوت و قدردانی بادشاہ کے روز بروز آبادی میں بُرہان پور کی ترقی ہونے لگی۔ علما و فضلا و صاحبان کمال و فنون و اہل حرفہ ہر قسم کے جمع ہوئے چنانچہ روضۃ الاولیا میں بھی یہ حال باختصار مندرج ہے۔ نقل ہے کہ حضرت برہان الدین اولیا نے جبکہ دہلی سے طرف دولت آباد کے ارادہ فرمایا اثنائے راہ میں جس جائے کہ اب شہر برہان پور آباد ہے تشریف فرما ہوئے تپتی ندی کے کنارہ پر ایک پتھر کہ ہتیا کھر طک نام مشہور ہے باذان و جماعت اُس پر نماز ادا کی بھی وہاں ایک چھوٹا گانوں تھا وسانہ اُس کا نام تھا۔ مقام فرحت بخش حضرت کو معلوم ہوا درگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ یہاں شہر بنام برہان الدین غریب آباد ہو بشارت اجابت کی غیب سے پونہچی بعضے مریدانِ خاص کو منکشف ہونے سے اس واقعہ کے اطلاع فرمائی۔ اُن لوگوں نے بھی حال مکاشفہ میں ایک شہر آباد دیکھا پھر وہاں سے طرف دولت آباد کے رونق بخش ہوئے اور حضرت شاہ زین الدین بھی بعد مدت جب رونق افزا ہوئے تھے اُس پتھر پر نماز باذان و جماعت پڑھی تھی۔ اکبر بادشاہ نے بعد فتح برہان پور کے اُس پتھر کو تراش کر شکل ہاتھی کی بنوادی۔ مؤلف عاصی کہتا ہے کہ بسبب تراش خراش کے اب اُس پتھر پر جماعت سے نماز پڑھنی کی گنجایش باقی نہ رہی اگرچہ اُس وقت کے اہلِ تاریخ نے اُس پتھر کو کنارہ تپتی کے لکھا ہے۔ لیکن اس زمانے میں وہ پتھر قریب وسط یعنی درمیان ندی کے ہوگیا ہے اُس وقت میں وہ پتھر کنارہ پر یا قریب کنارہ ندی کے ہوگا۔ عادت ایسی ہے کہ سو پچاس یا دس بیس برس میں ندیوں کے پانی بہنے کے مقاموں میں کچھ اختلاف نشیب و فراز کا ہوتا جاتا ہے کبھی بلند جائے میں غار ہوجاتا ہے کبھی نشیب پانی کے زور سے ریت جمع ہوکر بلندی ہوجاتی ہے صدہا سال میں اتنا فرق ہوجانا ممکن ہے۔ تاریخ گلزار آصفیہ میں مندرج ہے کہ جس پتھر پر حضرت شاہ برہان الدین غریب اور حضرت شیخ زین الدین نے نماز ادا کی تھی حضرت شیخ نے نصیر خاں سے فرمایا تھا کہ جبتک اس پتھر کی شکل ہاتھی کی نہ بنائی جائے گی اس شہر اور قلعہ پر تمہارے خاندان کے سوائے کسی کا تصرف نہ ہوگا اتفاقاً اکبر بادشاہ کا گزر ایام

محاصرہ آسیر میں اُس طرف ہوا اکبر بادشاہ نے اُس پتھر کی ہاتھی کی صورت بنوادی اُسی روز قلعہ آسیر اور برہان پور پر قبض و تصرف میں اکبر بادشاہ کے آگیا حضرت شیخ کے اس ارشاد سے جب بادشاہ کو اطلاع ہوئی باعتقاد تمام حضرت کی درگاہ میں نذریں بھیجیں۔ واضح ہو کہ دریاے تاپتی مقام ملتائی ضلع بیتول کے ست پڑا پہاڑ سے نکلا ہے اور بندر سورت کے قریب دریاے محیط میں ملتا ہے۔ اقلیم ہند کی مشہور بڑی ندیوں میں اسکا شمار ہے دریائے تاپتی اور دریائے نربدا فقط یہ دونوں ندیاں ملک ہند میں جانب مغرب بہتی ہیں نربدا مقام بھڑوچ کے پاس دریاے شور میں ملی ہے اور کتب تاریخ میں اور روپیہ کے سکے پر دارالسرور برہان پور لکھتے ہیں عدد بحساب ابجد دارالسرور کے ۷۰۰ سنہ ہجری ہوتے ہیں اگرچہ یہ نام تاریخی اس شہر کا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن مورخین نے تاریخ ابتدائے آبادی بعد مدت دراز اس سال سے لکھی ہے اس صورت میں واضح ہوتا ہے کہ یہ تاریخ بہرحال درست ہے۔ اس واسطیکہ حضرت شیخ منتجب الدین زرزری زربخش کی رحلت کی تاریخ خزینۃ الاصفیا میں بحوالہ معارج الولایت ساتویں ربیع الاول ۶۹۵ سنہ ہجری مرقوم ہے۔ اور سفینۃ الاولیا و خزینۃ الاصفیا و روضۃ الاولیا و ملفوظات جلالی وغیرہ سب متفق ہیں کہ حضرت سلطان المشایخ نظام الدین اولیا نے حضرت برہان الدین اولیا کو بجائے حضرت منتجب الدین برادر بزرگ اُنکے واسطے ہدایت مردمان ملک دکن کے روانہ فرمایا۔ پس بعد وفات حضرت منتجب الدین کے حضرت برہان الدین اولیا عرصہ سال دو سال میں اگر رونق بخش ملک دکن ہوئے ہیں تو لفظ دارالسرور کے سنہ میں آبادی شہر کے شروع ہونے میں کچھ عجب نہیں۔ اور مورخین نے جو سنہ لکھا ہے وہ سنہ آبادی کامل ہونے کا ہوگا کہ اُس وقت حصار شہر پناہ سب بنا ہوگا اور ہزاروں عمارات اور لاکھ آدمی کی سکونت اور لشکر گاہوں کی حفاظت سے آراستہ و پیراستہ ہوا ہوگا۔ اور تاریخ وصال حضرت سلطان نظام الدین اولیا کی اٹھارہویں ربیع الآخر ۷۲۵ سنہ ہجری باتفاق اہل تاریخ ہے۔ اور تاریخ فرشتہ میں مذکور ہے کہ آسا اہیر خاندیس کے معتبر زمینداروں میں سے تھا سات سو برس سے اُس کے آباو اجداد اُس کوہ آسمان شکوہ پر رہتے تھے واسطے حفاظت اپنے لوگوں کے۔ اور مال اور جانوروں کے ایک حصار خام پتھر اور مٹی سے بنا کر گزر اوقات اہی کرتے تھے تا بعدیکہ

دولتمندی اُسکی بدرجۂ نہایت پونہچی کہ پانچہزار بھیسین اور پانچہزار گائیں اور بیس ہزار بکریاں۔ اور ایکہزار گھوڑیاں اور دو ہزار نوکر واسطے خدمت و محافظت جانوروں کے اُسکے علاقے میں جمع ہوئے تھے اور ملک خاندیس وغیرہ کے امرا اور رعایا کو مبلغ خطیر نقد و جنس بطریق قرض و دین دیا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک وقت ملک خاندیس و برار و مالوہ و سلطان پور و نندربار میں بحکم تقدیر قحط عظیم واقع ہوا یہاں تک کہ خلائق بے شمار قوت ضروری نہ ملنے سے ہلاک ہوگئی۔ اہل خاندیس وغیرہ بہت مخلوق آسا اہیر کے پاس رجوع ہوئی جو کچھ بقدر ضرورت اُسکے ذریعے سے ملتا سبب اُنکی زندگی کا ہوتا۔ عورت اُسکی صاحب سخاوت تھی شوہر کو یہ صلاح نیک دی کہ اللہ تعالی نے ہم کو مال دنیوی بہت عنایت فرمایا ہو مناسب ہے کہ دنیا و آخرت کی استواری کا کام کیا جائے۔ استحکام دنیا یہ ہے کہ حصار پختہ سنگ اور گچ سے بنایا جائے اور استحکام عقبی وہ ہے کہ جس قدر غلہ ملک میں جمع کیا ہوا موجود ہے لنگر مقرر کیا جائے کہ ہر روز فقرا اور غریبوں کو پونہچایا جاوے۔ آسا اہیر نے حسب صلاح اُس عورت کے جابجا ملکوں میں اور خاندیس اور اطراف کے اکثر مقامات میں مکانات واسطے تقسیم طعام کے بنائے اور قدیم چار دیواری توڑ کر حصار پختہ گچ اور پتھر کا بنایا کہ نام اُس کا قلعہ آسا اہیر مشہور ہوا رفتہ رفتہ کثرت استعمال سے تخفیف ہوکر نام اُس کا آسیر زبان زد خاص و عام ہوگیا۔ جب یہ حال سلطان فیروز شاہ بادشاہ دہلی کو معلوم ہوا ملک راجہ حاکم خاندیس کو لکھا کہ ایسا قلعہ بے نظیر بنانے کے بیچ کیوں آسا اہیر کو مانع نہ ہوا۔ لیکن آسا اہیر ملک راجہ کا مطیع و فرمان بردار بطور مریدوں کے تھا اسواسطے ملک راجہ نے قلعہ کو اپنے قبضے میں لانے کے لیے تامل کیا مگر نصیر خان کا ارادہ مصمم واسطے فتح کرنے قلعہ آہیر کے مقرر ہوا پس آسا اہیر کو اطلاع کیا کہ راجہ بگلانہ و انتورنے بہت لشکر جمع کیا ہے اور ارادہ جنگ کا رکھتا ہے قلعہ تھالنیر قبضہ میں ملک افتخار کے ہے اگر میرے عیال و اطفال کو اپنے قلعہ میں رکھنے کی اجازت دو تو میں ہمیشہ ممنون رہوں گا آسا اہیر نے یہ خوشنودی قبول کیا۔ روز اول چند ڈولیاں عورتوں کی قلعہ میں بھیجیں وہ عورتیں حسب الحکم آسا اہیر کی عورتوں کی بہت تعظیم و تکریم بجالائیں دوسرے دن دو سو ڈولیوں میں دو سو مردان بہادر برقع پوش بٹھاکر قلعہ میں بھیجے کہ نصیر خان کی والدہ اور محلات

آئے ہیں۔ آسا اہیر واسطے استقبال کے بیرونِ قلعہ تک آیا اور دربانوں کو علحدہ کر دیا۔ جب
سب ڈولیاں قلعہ میں داخل ہوگئیں بہادر لوگ باہر نکلکر تلوار میان سے نکالے آسا اہیر کے
گھر کی طرف چلے آسا اہیر اور اُسکی اولاد وغیرہ کمال غفلت میں واسطے مبارکباد کے آتے تھے
سبکو ایک دم اُن بہادروں نے قتل کیا اہل قلعہ نے عاجز ہوکر امان چاہی اور اپنے زن و فرزند
کے ہاتھ پکڑے ہوئے قلعہ کے باہر ہوگئے۔ نصیر خان قلعہ تلنگ میں کیفیت اس فتح عظیم
کی سنکر قلعہ اسیر میں پونہچا اور از سر نو درستی و انتظام قلعہ و تعمیر شکست و ریخت کی طرف متوجہ
ہوا۔ مشہور ہے کہ شاہانِ فاروقیہ نے آسا اہیر کے مال کو امانت رکھا تھا اُسمیں سے کچھ تصرف
اپنے عہد میں نہ کیا تھا تا بعد یکہ اکبر بادشاہ نے بعد فتح قلعہ آسیر کے جملہ خزائن قلعہ میں سے
نکالکر زر قیمِ نقد طلا و نقرہ مسکوک و غیر مسکوک تمام دار الضرب میں بھیجدی اور اپنے نام کا سکہ
لاکھوں روپیہ اور اشرفیوں پر لگایا۔ واضح ہو کہ قدیم مسجد جامع شہر برہان پور کی وہ ہے جس کو اب
بی بی کی مسجد کہتے ہیں قریب دہلی دروازہ کے واقع ہے ابتدائے آبادی میں اس شہر کی ملکہ
مکرمہ مریم زمانی رابعہ دورانی مسماۃ بی بی راجہ رقیہ غفر اللہ لہا نے بنوائی تھی۔ اُمید ہے کہ اللہ تعالے
نے اُنکے واسطے محلات عالی شان خلد بریں میں بفضل و کرم عطا فرمائے ہونگے۔ اگرچہ بہت عمدہ
مستحکم عمارت تیار ہوئی تھی لیکن فی الحال بوجہ ہونے حکومت اسلامی کے اُسکی شکست و ریخت
کی مرمت کا کوئی خبر گیراں نہیں اس لیے روز بروز کہنگی سے بوسیدہ ہوتی چلی جاتی ہے افسوس
ہے برہان پور کے اہل اسلام پر اور ملک دکن کے اہلِ دول رئیسوں پر کہ انھوں نے اُس کی
مرمتِ ضروری کا خیال نہ کیا اگر ہر صدی میں ایک دو بار بھی اُسکی ترمیم جاری رہتی تو اُسکی یہ حالت
نہ ہوتی۔ بعد ازاں جس وقت عادل شاہ بن مبارک شاہ فاروقی نے کہ اُنکا نام اصلی راجہ علی خان
ہے وہ معاصر سلطان جلال الدین اکبر بادشاہ دہلی کے تھے ملاحظہ اور غور فرمایا کہ مسجدِ موصوف
کنارۂ شہر پر آباد ہوئی ہے ضرور ہے کہ مسجد جامع وسط بلدہ میں چاہیے تاکہ ہر چہار طرف سے
اہلِ اسلام بآرام تمام بوقتِ نماز بلا تامل حاضر ہوسکیں لہذا قریب قلعۂ ارک یعنی پائے تخت
کے جائے مقرر کی اور مسجد جامع جدید کی بنیاد باستحکام تمام پائدار کی اور نام مبارک اپنا روئے

زمین پر اور آسمان پر اور میدانِ قیامت اور عالم جنت فردوس تک بلند اور روشن کردیا۔ اللہ
تعالیٰ اُس بادشاہِ عالیجاہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ چند سال میں کام اس بنائے نیک انجام
کا انصرام کو پونہچا۔ تمام ساخت مسجدِ موصوف کی سنگ سیاہ سے ہے اور نادر صنعت اُس میں
یہ ہے کہ مثل دیگر مساجد و مکانات عالی شان کے شپرک و کنجشک و زنبور و ابابیل وغیرہ کے
آشیان و سکونت کی گنجایش نہیں ہے اور مرمت کرنیکی بھی ذاتِ مسجد کو ضرورت نہیں۔ اب
خالقِ ارض و سما سے توقع یہ ہے کہ سوائے صورِ اسرافیل کے اس عمارت رفیع القدر کو رعد و برق
کی آفات و بلیات سے صدمہ نہ پونہچے وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ اگرچہ ارتفاع اس مسجد ثانی جنت کا
اور کرسی بھی بہ نسبت مساجد دیگر بلاد و امصار کے کم ہے لیکن ظاہرا عمارتِ بلند کو صدمات ارضی
و سماوی کا زیادہ اندیشہ رہتا ہے۔ سوائے اسکے باطن کی برکات سے بھی شبیہ بیت المعمور ہے
کہ اکثر اولیائے کرام و سلاطین عظام کی رونق بخشی سے ہمیشہ زیب و زینت ظاہری و باطنی اس کی
ہوتی رہی اب اس فخر کی امید خلاق اکبر سے باقی رہی ہے کہ حضرت امام مہدی اور حضرت عیسیٰ
نبی علیہما السلام کے تشریف فرما ہونے سے کمال اعزاز و امتیاز اس معبدِ بہشت نظیر کو حاصل ہو
عجب نہیں کہ یہ خوش قسمتی بھی شاید اسکو نصیب ہوجائیگی۔ اس مسجد کے واسطے نہر آبِ خوشگوار
بنائی گئی ہے اور جالی کاریز سے بذریعۂ نل مسجد کے حوضوں میں پانی بحفاظت و احتیاط آتا ہے
اور تمام شہر کی مساجد و مکانات اطراف و اکناف میں پونہچتا ہے۔ مسجد ممدوح میں قریب منبر کے
محراب اوسط کے درمیان یہ کتبہ بخط عربی کمال خوشخط کندہ ہوا ہے عبارت اُسکی بعینہٖ نقل
کیجاتی ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا۔ الحمد للہ الموفق للطاعات المعین
بفضلہ علی العبادات والصلوۃ والسلام علی اشرف الخلق محمد الذی حرض العباد علی العبادۃ وعلی
آلہ واصحابہ الذین قاموا بواجبہا وزیادۃ۔ وبعد فان اولی ما ینفق فیہ شرایف الاحوال القربات التی یعم
نفعہا فی المآل ومن اجل تلک الصدقات الجاریۃ فان ثوابہا مدی الازمان ساریۃ وقد وردت السنۃ بان
یصرف الیہا الاعنۃ ولانہ امر بنیان المساجد من شعایر الدین وقمع المتمردین لما یترتب من بنائہا مزید الثواب
وان بانیہا ملہم للصواب حیث ورد عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من بنی للہ مسجدا ولو کمفحص قطاۃ

بنی الله له بیتاً فی الجنة فلذلك امر مولانا السلطان الاعظم والخاقان المکرم الفائق بفضله علی سلاطین العرب والعجم عادل شاه بن مبارک شاه الفاروقی خلد ملکه هذا المسجد الذی هو بالوصف جدیر کانه قل ان یوجد له نظیر خالصا لوجه الکریم وطالبا لمرضاته الجسیم تقبل الله ذلك منه بفضله ومزید کرمه وطوله وکان ابتداءه سنة سبع وتسعین وتسعمائة واتمامه سنة خمس ... بکتابته اقل عبیده الداعی لدولته مصطفی بن نور محمد خطاط عفی الله عنه

یہ عبارت منارۂ چپ پر مسجدِ جامع بلدۂ برہان پور کے بخط فارسی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ دہلی کے حکم سے بعد فتح ہونے شہر برہان پور اور قلعۂ آسیر کے کندہ ہوئی ہے نقل اُسکی بجنسہ یہ ہے۔

تاریخ الٰہی عبارت ست از زمانِ جلوس حضرت شاہنشاہ ظل الٰہ اکبر بادشاہ غازی کہ ز تائید جوان بخت خویش قلعۂ آسیر کشاد

سنہ بیش بگفت الٰہ آباد		گشت آباد اسیر از آن نامی

تاریخ ۱۱ فروردین ماہِ الٰہی ۴۵ سنہ موافق ۵ رمضان ۱۰۰۹ سنہ ہجری حضرت شاہنشاہ فلک بارگاہ ظل الٰہ برہان پور را مفرِ رایات ظفر آیات ساختند و بہادر خان آمدہ بپابوس مشرف شد و ورا با انباع جان بخشی کردند و قلعۂ آسیر فتح شد

	آن بتائید بخت قلعہ کشا	شاہِ غازی جلالِ دین اکبر	
	گفت بگرفت قلعۂ اعلا	کرد فتح اسیر از آن نامی	

قائله وکاتبه محمد معصوم المتخلص بہ نامی بن سید صفائی الترمذی اصلا والبکری مسکنا ومدفنا والمنتسب اما الی سید شیر قلندر ابن بابا حسین ابدال السبزواری مولدا والقندهاری موطنا ومرقدا بتاریخ روز ماہ دوازدہم اُردی بہشت ۴۵ سنہ موافق ۲۶ شوال ۱۰۰۹ سنہ بندگان حضرت عازم لاہور شد

عازمِ ہندوستان فی الفور شد		فتح خاندیس و دکن چون کرد شاہ
شاہِ والا عازمِ لاہور شد		یک عدد نامی فرد دانگاہ گفت

قطعۂ تاریخ بکرۂ شعر سال بنائے مسجد جامع بلدۂ برہان پور کی یہ ہے۔

بسلاطینِ جہان بود وجود سے کامل	شاہِ عادل خلفِ شاہ مبارک فاروقی
کہ زبان ست بتوصیف و ثنایش عاطل	مسجدے ساختہ از مالِ مزکے بیشک

بہ برہان پور ازین مسجد رونق افزا	بیشود شام و سحر رحمت ایزد نازل
خوش دو تاریخ خرد گفت دریں یک مصرع	مسجد فیض بنا گشت بہ فیض عادل ۹۹۷

تاریخ فرشتہ میں مندرج ہے کہ بسبب عظمت سلطنت اکبر بادشاہ کے راجے علیخاں نے اپنا نام لفظ شاہی سے مشہور نہ کیا یہ مضمون ہرگز صحیح نہیں معلوم ہوتا اسواسطے کہ کتبہ مسجد جامع سے صاف ظاہر ہے کہ لقب بانی مسجد کا عادل شاہ بن مبارک شاہ تھا۔ پس جو تحریر اس وقت کی ابتک موجود ہے ایسے ہزار فرشتوں کے کلام سے زیادہ معتبر ہے ایسا سخن بے تحقیق روبرو اہل دانش کے ایک جو یا ایک خرمہرہ کی برابر قیمت نہیں پاتا باوصفیکہ محمد قاسم فرشتہ قلعہ اسیر کے حالات بچشم خود دیکھ بیان کرتا ہے کہ بتقریب ہمراہی شہزادی کے اس طرف وارد ہونے کا اتفاق ہوا تھا یعنی دختر ابراہیم عادل شاہ والی ملک بیجاپور کی شاہزادہ ملک مالوہ سے منسوب تھی۔ پس کمال تعجب ہے کہ یہانتک پونہچا اور مسجد جامع برہانپور کو نہ دیکھا اور اگر دیکھا تو اس تحریر کو نہ دیکھا۔ شاید کاتب تقدیر نے اس خطا کو بعنوان جف القلم بخط قضائے مبرم لکھدیا تھا اس لیے سرلوح مسجد ممدوح کی عبارت پڑھنے سے محروم رہا۔ اور جس وقت نواب سکندر بیگم صاحب اور انکی والدہ جناب نواب بیگم صاحبہ شہر بھوپال سے بارادہ سفر حرمین شریفین رونق بخش برہان پور ہوئیں تھیں دروازہ مسجد جامع کا مرمت طلب ملاحظہ کیا بلحاظ اجر عظیم مبلغ دو ہزار روپیہ دیکر بذریعہ اہل کاران سرکاری اسکی تعمیر و ترمیم کرادی مؤلف عاصی نے یہ مصرع اسکی تاریخ لکھا تھا ع "دو مثل در فردوس معلی آباد" ۱۲۸۲ سوائے ان دو مسجدوں کے متصل چوک ایک مسجد نور بخش بہت عمدہ عالی شان ہے۔ کلس اسکے مناروں کے روز روشن میں ایسے چمکتے رہتے ہیں کہ زر خالص میں یہ جلا اور بہا نہوگی باوجود انقضائے صدہا سال گویا جدید تازہ بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اس مسجد کے بانی نواب عبدالرحیم خان حسب مضمون تاریخ مآثر الامرا مخاطب بہ نصیر الدولہ صلابت جنگ تھے برادر علاتی نواب غازی الدین خان فیروز جنگ کے عم نواب نظام الملک میر قمرالدین آصف جاہ اول تھے بانی مسجد تا مدت دراز ناظم صوبہ برہان پور رہے آخر وہاں دار فانی سے انتقال کیا قریب چہل ستون کے عقب جامع مسجد انکا مقبرہ واقع ہے بموجب حدیث شریف کے اللہ تعالی انکو محلات رفیع الشان

جنات فردوس میں عطا فرمائے۔ آمین

احوال بادشاہان فاروقیہ

محمد قاسم فرشتہ جو کہ ملازم ابراہیم عادل شاہ ثانی شاہ بیجاپور کا اور معاصر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ہندوستان کا تھا مقالہ ششم تاریخ فرشتہ میں لکھتا ہے کہ خاندان فاروقیہ میں سے ملک راجہ اول بادشاہ ملک خاندیس کے ہوئے ہیں سلسلۂ نسب اُن کا یہ ہے ملک راجہ ابن خانجہان بن علیخان بن عثمان خان بن شمعون شاہ بن اشعث شاہ بن سکندر شاہ بن طلحہ شاہ بن دانیال شاہ بن اشعث شاہ بن ارمیا شاہ بن سلطان التارکین برہان العارفین سلطان ابراہیم شاہ بلخی بن ادہم شاہ بن محمود شاہ بن احمد شاہ بن محمد شاہ بن اعظم شاہ بن جعفر بن محمد احمد بن محمد بن عبداللہ بن عمر ابن الخطاب حضرت فاروق اعظم خلیفہ دوم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ملک راجہ مرید حضرت شیخ زین الدین دولت آبادی کے تھے خرقۂ ارادت سے سرافراز ہوئے تھے فرزند بزرگ ولیعہد نصیر خان فاروقی کو وہ خرقہ پونہچا پھر وہ خرقۂ ارادت واجازت بطناً بعد بطن ہر ولیعہد کو پونہچتا رہا۔ اور دو سو برس سے کچھ زیادہ سلطنت اس خاندان فاروقیہ کی ملک خاندیس میں قائم رہی بہادر خان ابن راجہ علیخان تک وہ نسبت وارادت اور خرقۂ مبارک کا شرف حاصل ہوتا رہا۔

خانجہان والد ملک راجہ کے خاص امیروں میں علاء الدین خلجی بادشاہ کے اور سلطان محمد تغلق بادشاہ کے معزز اور نامور تھے۔ بعد فوت خانجہان کے ملک راجہ ایک گھوڑے سے لشکر میں سلطان فیروز شاہ کے تنگ حال میں ایک مدت تک ملازم رہے۔ ملک راجہ اکثر واسطے شکار کے کوہ وصحرا میں جاتے تھے جس وقت سلطان فیروز شاہ بادشاہ دہلی ملک گجرات میں آئے تھے ایکبار سلطان فیروز شاہ واسطے شکار کے لشکر سے علیحدہ ہو کر ہمراہ چند خاص لوگوں کے جنگل سے پہاڑوں میں چلے گئے۔ حسن اتفاق سے ملک راجہ بھی وہاں شکار میں مشغول تھے فیروز شاہ بیتاب وطاقت ہو کر وہاں بیٹھے ملک راجہ نے طعام ماحضر درویشانہ خدمت میں بادشاہ کے بکمال ادب پیش کیا۔ بادشاہ بخوشی تمام تناول فرما کر بفرط عنایت پرسان حال ہوئے ملک راجہ

نے عرض کی کہ میں خود بادشاہ کا نوکر فرزند خانجہان فاروقی کا ہوں جب بادشاہ لشکر گاہ میں
پہنچے اور دربار عام میں ملک راجہ حاضر ہوئے بادشاہ نے ارکان دولت سے فرمایا کہ یہ شخص ہم پر
دو حق رکھتا ہے اول یہ کہ وہ خود زمرۂ ملازمین سرکار میں منسلک ہے اور باپ اُس کا بھی خاص
ملازم قدیم باعزاز تمام بمقام امارت درجۂ عالی رکھتا تھا۔ دوسرے یہ کہ شکارگاہ میں خدمت شایستہ
ضیافت بجالایا منصب دو ہزاری اور قصبہ تھالنیر وغیرہ قصبات ملک خاندیس سے جاگیر خاص
ملک راجہ کو بادشاہ نے سرفراز فرمایا پس ۷۷۴ ہجری میں ملک راجہ نے اُس ملک کے انتظام میں
کمال سعی شروع کی چنانچہ راجہ بہادر جی کہ تکبر اور سرکشی سے بادشاہ کا مطیع نہ ہوتا تھا اُس کو
بضرب شمشیر خراج گزار بنایا پندرہ ہاتھی زنجیر دار طلائی و نقرئی اور نقد وجنس بے شمار بطریق
پیشکش راجہ سے لیکر روانہ درگاہ بادشاہ کیے بادشاہ نے بکمال خوشنودی باصدار فرمان منصب
سہ ہزاری مع خلعت سپہ سالاری ملک خاندیس ملک راجہ کو سرفراز فرمایا۔ پس ملک راجہ نے بارہ
ہزار سوار کارگزار اپنے ملازم رکھکر راجہ گونڈوانہ وغیرہ کو مسخر اور فرمانبردار بنایا اور اطراف کے سب
راجہ اور زمیندار بھی مطیع و منقاد ہوگئے۔ بعد انتقال فیروز شاہ کے جب دلاور خان غوری صوبۂ مالوہ
کا حاکم مقرر ہوا فیمابین اُسکے اور ملک راجہ کے اتحاد یارانہ برادرانہ ہوگیا یہاں تک کہ ملک راجہ کی
بیٹی کی شادی ہوشنگ غوری سے ہوئی اور دلاور خان کی بیٹی ملک نصیر خلف ملک راجہ کے
عقد نکاح میں آئی۔ ملک راجہ نے باعتماد حمایت دلاور خان کے سلطان پور اور نندربار پر اپنا قبضہ
کرلیا اور سلطان مظفر شاہ گجراتی کا تھانہ وہاں سے اُٹھا دیا۔ سلطان مظفر اگرچہ جہاد کفار میں مشغول
تھا لیکن اُس کام کو معطل رکھکر بسرعت تمام سلطان پور میں پہنچا ملک راجہ طاقت مقابلہ نہ رکھتے
تھے قلعہ تھالنیر میں پناہ لی اور بذریعۂ علماء صلحا کے شاہ مظفر سے طالب صلح ہوئے شاہ مظفر
نے صلح قبول کی اور فیمابین کمال اتحاد اور دوستی قائم رہنے کا معاہدہ استوار کرکے طرف گجرات
کے روانہ ہوا ملک راجہ نے بعد اس واقعہ کے پھر کسی ملک کی طرف جانے کا ارادہ نہ کیا اور ملک کے
آباد کرنے میں اور افزونی زراعت میں کوشش کی۔ اور آخر وقت مرض موت میں فرزند بزرگ
ملک نصیر کو ولیعہد اپنا مقرر کیا اور خرقۂ ارادت و اجازت جو کہ حضرت شاہ زین الدین دولت آبادی

سے سرافراز ہوا تھا ملک نصیر کو دیئے اور قلعہ تھالنیر مع تعلقات اطراف فرزند خرد ملک افتخار کے تفویض کیے اور بروز جمعہ بائیسویں ماہ شعبان سنہ ہجری واصل رحمت الٰہی ہو کر تھالنیر میں مدفون ہوئے

احوال سلطنت ملک نصیر خان فاروقی

بادشاہ موصوف کے عہد میں رونق تازہ سلطنت کی ہوئی اور اہل فضل وکمال جمع ہوئے بادشاہ موصوف نے خطاب خانی بارگاہ سلطان احمد شاہ گجراتی سے حاصل کیا اور خطبہ بادشاہی خاندیس کا اپنے نام نامی سے جاری کیا اور قلعہ آسیر قبضے سے آسا اہیر کے نکالا اور شہر برہان پور آباد کیا اور اس شہر کو اپنا دار السلطنت مقرر کیا لیکن مطابق فرمودہ حضرت شیخ سعدی کے "دو درویش در گلیمے بخسپند، و دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند" نصیر خان نے ارادہ کیا کہ قلعہ تھالنیر وغیرہ تصرف سے ملک افتخار اپنے چھوٹے بھائی کے نکالکر اپنے قبضہ اقتدار میں لائے ہر گاہ کہ سلطان ہوشنگ بادشاہ ملک مالوہ نصیر خان کی زوجہ کا بھائی تھا اس مقدمہ میں اُس سے مشورہ کیا اور سنہ ۸۲۰ ہجری میں قلعہ تھالنیر کا محاصرہ کیا۔ ملک افتخار نے سلطان احمد شاہ بادشاہ ملک گجرات سے التجا کی اور احمد شاہ نے بھی مستعد معاونت ہو کر ارادہ روانگی کیا۔ لیکن سلطان ہوشنگ نے اپنے فرزند غزنین خان کو پندرہ ہزار سوار کے ساتھ بتعجیل تمام بھیجدیا اُسکی تائید سے نصیر خان نے قلعہ تھالنیر کو مفتوح کر لیا اور ملک افتخار کو مقید کر کے قلعہ آسیر کو روانہ کیا اور ارادہ کیا کہ سلطان پور اور ندربار کو قبضہ شاہ گجرات سے نکالکر تحت حکومت ملک مالوہ کے کر دے۔ احمد شاہ کو بذریعہ عرضی ملک احمد حبیب حماری وہاں کے عامل کے یہ حال معلوم ہوا ملک محمود ترک کو ہمراہ لشکر عظیم کے روانہ کیا۔ غزنین خان نے یہ خبر سنتے ہی فی الفور طرف شہر مندو کے کوچ کیا۔ اور نصیر خان نے قلعہ تھالنیر کو مراجعت کی ملک محمود نے قلعہ تھالنیر کا محاصرہ کیا اور احمد شاہ بھی کوچ بکوچ سلطان پور میں داخل ہوا۔ نصیر خان لاچار ہو کر بذریعہ مقربان بارگاہ کے طالب صلح ہوئے اور معافی اپنی تقصیرات کی چاہی۔ احمد شاہ نے عفو قصور کیا اور بعنایات شاہانہ چتر سرداری مع سراپردہ سرخ وخطاب خانی سرافراز کیا۔ نصیر خان نے پانچ مست ہاتھی اور چالیس گھوڑے عربی اور عراقی اور نقد

وجنس کشیر نذر دیا اور احمد شاہ گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ بعد چند سال کے سلطان احمد شاہ بہمنی بادشاہ ملک دکن نے چند اشخاص معتمد کو برہان پور میں بھیجا اور واسطے تقرر شادی اپنے فرزند بزرگ شہزادہ علاء الدین کے مسماۃ زینب بنت نصیر خان سے درخواست کی نصیر خان نے موجب اپنی تقویت کا سمجھکر جشن شادی بکمال تکلف آراستہ کیا اور بیٹی کو طرف شہر محمد آباد بیدر کے روانہ کیا۔ اور ۸۳۳ھ ہجری میں حسب صلاح راجہ کانہا زمیندار مالوہ کے جو کہ صدمہ سے لشکر گجرات کے عاجز تھا بعضے تعلقات وقصبات کو ملک خاندیس کے جو بادشاہ گجرات نے غصب کر لیے تھے واپس لینے کے واسطے احمد شاہ بہمنی سے مدد ومعاونت کی درخواست کی۔ شاہ بہمنی نے ہمراہ راجہ کانہا کے جمعیت شایستہ اپنے کسی امیر کی سرکردگی سے روانہ کیا قریب نذر بار کے افواج گجرات سے مقابلہ ہوا اور لشکر بہمنیہ کو شکست ہوئی۔ شاہ بہمنی نے بار دیگر لشکر عظیم ہمراہ شاہزادہ علاء الدین کے قلعۂ دولت آباد کی طرف سے روانہ کیا۔ لیکن بار دیگر بھی لشکر بہمنیہ مغلوب ہوا اور فوج گجرات ملک خاندیس کو تاخت وتاراج کر کے واپس ہوئی اور نصیر خان نے برہان پور میں آکر ملک خاندیس کا انتظام از سر نو شروع کیا اور ۸۴۰ھ ہجری میں نصیر خان کی بیٹی نے اپنے شوہر سلطان علاء الدین بہمنی کی بدسلوکی سے نصیر خان کو اطلاع دی لہذا فیمابین دونوں بادشاہوں کے رنج آگیا۔ پس نصیر خان نے بموجب صلاح سلطان احمد شاہ گجراتی کے ۸۴۱ھ ہجری میں ملک برار کو اپنے قبضے میں لانے کا ارادہ کیا اور ملک برار کے رئیسوں سے راہ ورسم اور اتفاق حاصل کیا۔ وہ لوگ آرزومند داخل ہونے نصیر خان کے اپنے ملک میں ہوئے اور عرض کی کہ آپ حضرت عمر فاروق کی اولاد سے ہیں ہماری زہے سعادت کہ آپکی اطاعت میں مرتبۂ شہادت حاصل کریں اور خطبۂ سلطنت بنام نصیر خان ملک برار میں جاری کیا۔ خانجہان سلے جو سپہ سالار ملک دکن کا۔ اور رکن اعظم سلطنت بہمنیہ کا تھا اہل برار کی کیفیت سے بذریعۂ عرضی سلطان علاء الدین کو اطلاع کی اور خود قلعۂ نرنالہ میں اپنی جائے پناہ مقرر کی۔ سلطان علاء الدین نے بعد قیل وقال کے ملک التجار عرب حاکم قلعۂ دولت آباد کو سرلشکر مقرر کر کے ہمراہ سرداران مغل کے روانہ کیا۔ نصیر خان نے اپنے میں تاب مقابلہ نہ دیکھکر امیران اہل برار کو ہمراہ لے کر سرحد ملک برار کو چھوڑ دیا ملک التجار عرب نے

تعاقب کیا اور متوجہ برہان پور کا ہوا نصیر خان نے بادشاہِ گجرات سے کمک طلب کی تھی لہذا طرف قلعۂ تلنگ کے روانہ ہوا الملک التجار نے برہان پور میں پونہچکر عمارات شاہی کو جلادیا اور ویران کردیا جب سُنا کہ لشکر بادشاہِ گجرات کا اور بادشاہ مالوہ کا واسطے تائید کے آنے والا ہے ارادہ کیا کہ اہلِ کمک کے پونہچنے سے اول جنگِ عظیم ہوجائے تین ہزار مغل سوار تیرانداز کے ساتھ قریب تلنگ کے پونہچا نصیر خان نے انتظار اہل کمک کا نہ کرکے قریب بارہ ہزار سوار کے ہمراہ لے کر مقابلہ دشمن کا کیا لیکن باتفاقِ تقدیر شکست فاش نصیر خان کو حاصل ہوئی بیس ہاتھی اور بہت اسبابِ سلطنت دشمنوں کے ہاتھ میں گیا اور خود نصیر خان کمال دقت اور مشقت سے قلعۂ تلنگ میں داخل ہوئے اور اس حرج عظیم اور رنج وغم سے بیمار ہوکر تیسری تاریخ ماہ ربیع الاول سنہ مذکور میں روانۂ ملکِ دار البقا ہوئے اللھم اغفرلہ وارحمہ۔ میران عادل خان فرزند بزرگ نے نصیر خان کے جنازہ کو مقام تھالنیر میں بھیجکر نزدیک والد انکے مدفون کیا۔ مدت سلطنت نصیر خان کی چالیس برس چھ مہینے چھبیس روز تھی

احوالِ سلطنت میران عادل خان ابن نصیر خان فاروقی

میران عادل خان ہمشیرہ زادہ سلطان ہوشنگ کے تھے بعد انتقال نصیر خان کے ملک خاندیس کے بادشاہ ہوئے اور واسطے جنگ ملک التجار کے بادشاہِ گجرات سے کمک طلب کی جب لشکر گجرات کا سلطان پور میں پونہچا ملک التجار نے یہ خبر سُن کر ملک خاندیس سے فرار اختیار کی پس میران عادل خان تین برس آٹھ مہینے تیئیس دن تک سلطنتِ خاندیس پر مسلط رہے آخر الامر بروز جمعہ آٹھویں ذی الحجہ ۸۴۴ھ ہجری بمقام بلدۂ برہان پور مرتبۂ شہادت سے مشرف ہوئے جنازہ اُن کا بھی قلعۂ تھالنیر میں لیجاکر پہلو میں اُنکے والد اور جد کے مدفون کیا

حال حکومت مبارک خان بن میران عادل خان فاروقی

مبارک خان بعد فوت عادل خان کے ریاستِ خاندیس پر بادشاہِ مستقل سترہ برس چھ مہینے نو روز

تک رہے آخر ش بروز جمعہ بارہوین تاریخ شہر رجب ۸۶۱ھ ہجری میں روانہ ملک عقبیٰ ہوئے اُنکی لاش بھی قصبہ تھالیز کو بھیجی گئی اور پہلو میں آباو اجداد کے زیر زمین ہوئے۔

احوال سلطنت میران عینا المخاطب عادل خان بن مبارک خان فاروقی

میران عینا عادل خان بادشاہِ خاندیس میں سب سے زیادہ نامور اور بہادر تھے تمام زمیندارانِ خاندیس و گونڈوانہ وغیرہ اُنکے فرمان بردار رہتے اور جمیع ساکنان کوہستان نے از قوم کولی و بھیل وغیرہ پیشہ رہزنی وچوری کا رعب سے اُس بادشاہ کے چھوڑ دیا۔ بسبب عادل خان نام ہونے کے اسم بامسمی تھا ہمیشہ عدل و انصاف و رعایا پروری میں مشغول رہتے اور انصاف مملکت کا بجان و دل خیال رکھتے۔ چنانچہ بیرونِ حصارِ قدیم جو آسا اہیر کا بنایا ہوا تھا عینا عادل خان نے ایک جدید حصار استوار تیار کیا اور دوسرا دروازہ مقرر کرکے مالی گڑھ اُس پر بنائے اور متصل شہر برہان پور کے کنارہ تپتی ندی کے ایک عمدہ قلعہ مع عمارات عالیہ تیار کرکے اپنا دار السلطنت اور تخت گاہ مقرر کیا اور جہار کھنڈی سلطان اپنا لقب قرار دیا۔ جہار کھنڈ زبانِ ہندی میں بہت سخت جنگل کو کہتے ہیں کہ آمد و رفت آدمیوں کی وہاں مشکل ہو یعنی بادشاہ کوہستان۔ اور جبکہ افواج و خزائن و لوازمات سلطنت اُنکے عہد میں زیادہ آباو اجداد کے وقت سے جمع ہوئے پیشکشِ قدیم مقررہ بادشاہ گجرات کی بارگاہ میں بھیجنا موقوف کیا۔ چنانچہ بسبب اس سرکشی کے سلطان محمود بیگڑا نے ۸۹۴ھ ہجری میں لشکرِ عظیم طرف خاندیس کے بھیجا۔ اُمرائے خاندیس نے اُسکی جنگ و جدل کی تاب نہ لاکر قلعۂ تھالینر اور قلعۂ آسیر میں پناہ لی اور افواج گجرات نے ملک خاندیس کی بے حد خرابی کی۔ میران عینا عادل خان اپنی سرکشی سے پشیمان ہو کر سلطان محمود بیگڑا کی خدمت میں رقم یکمشت چند سال کی جو باقی تھی بھیجکر طالب صلح ہوا پس لشکر گجرات کا ملک خاندیس سے واپس ہوگیا میران عینا عادل خان نے چھیالیس سال آٹھ مہینے تک تخت سلطنت کو زیب و زینت بخشی آخر الامر بروز جمعہ تاریخ چہاردہم ربیع الاول ۹۰۷ھ ہجری جہانِ فانی سے طرف عالم باقی کے روانہ ہوئے۔ اور بحسب وصیت محلہ دولت میدان میں بیرونِ حصار شہر برہان پور مدفون ہوئے

احوال سلطنت داؤد خان بن مبارک خان فاروقی

چونکہ میران عینا عادل خان کا کوئی فرزند نہ تھا اسواسطے میران داؤد خان اُنکے برادر نے تخت سلطنت خاندیس پر جلوس کیا۔ حسام علی اور یار علی دونوں بھائی اُس بادشاہ کے کمال مقرب تھے۔ بادشاہ نے حسام علی کو ملک حسام الدین خطاب دیکر مہمات ملک و مال کا معتمد علیہ مقرر کیا اور ۸۹۹ھ ہجری میں داؤد خان کا ارادہ ہوا کہ بعضے پرگنات کو سرحد سے احمد نظام شاہ بحری کے اپنے تصرف لائے۔ احمد نظام شاہ احمد نگر سے روانہ ہوکر خاندیس میں پونہچا اور ملک خاندیس کو تباہ و تاراج کیا۔ داؤد خان نے قلعہ آسیر میں پناہ لی اور سلطان ناصر الدین خلجی سے درخواست اعانت کی سلطان نے اقبال خان کو لشکر عظیم کے ساتھ واسطے کمک کے بھیجا۔ احمد نظام شاہ مقابلے کی تاب نہ لا کر احمد نگر کو چلا گیا۔ اقبال خان نے برہانپور میں چندے قیام کیا اور سلطان ناصر الدین کے نام کا خطبہ خاندیس میں جاری کرنیکے لیے داؤد خان کو مجبور کیا داؤد خان نے بلحاظ مصلحت وقت اقبال خان کو بہمہ جہت راضی اور خوشنود کیا اور تحائف و پیشکش بیشمار مع دو زنجیر فیل کے ہمراہ دیکر طرف شادی آباد عرف مانڈو کرہ کے روانہ کیا اور داؤد خان آٹھ برس ایک مہینا دس روز تک حکومت خاندیس کرتے رہے بالآخر بتاریخ غرۂ جمادی الاولی روز یکشنبہ ۹۰۷ھ ہجری جہانِ فانی سے انتقال کیا۔ ملک حسام الدین نے باتفاق ارکانِ دولت کے غزنین خان ولد داؤد خان کو تختِ سلطنت پر بٹھایا اور بعد دس روز کے ملک حسام الدین نے بغیر ظاہر ہونے کوئی سبب کے ناحق زہر دیکر اُسکو طرف دار البقا کے روانہ کیا۔ ہر گاہکہ داؤد خان کا کوئی دوسرا بیٹا نہ تھا لہذا ملک حسام الدین نے احمد نظام شاہ بحری بادشاہ احمد نگر کے پاس لوگوں کو بھیجکر عالم خان کو جو احفاد سے بادشاہانِ فاروتیہ کی تھا احمد نگر سے طلب کیا اور بحسب مصلحت نظام شاہ بحری اور فتح اللہ عماد شاہ بادشاہ ملک برار کے عالم خان کو تخت سلطنت پر برہان پور کے بٹھایا۔ اگرچہ سب امیروں نے اطاعت قبول کی لیکن ملک لادن نے مخالف ہوکر قلعہ آسیر پر اپنا قبضہ کر لیا

احوال سلطنت عادل خان بن حسن خان بن نصیر خان ملقب اعظم ہمایون

عادل خان نواسہ سلطان شاہ محمود بیگڑا بادشاہ گجرات کے تھے پیشتر سرحد تھالینر میں رہتے تھے اپنی والدہ کے اتفاق سے عرضی خدمت میں شاہ محمود بیگڑا کے لکھکر بھیجی کہ میری تائید فرماکر ملک موروثی سے مجکو سرفراز فرمائیے محمود شاہ بیگڑا خود بالذات متوجہ خاندیس ہوئے۔ ملک حسام الدین نے احمد نظام شاہ اور فتح اللہ عماد شاہ سے کمک کی درخواست کی وہ دونوں بادشاہ اپنی جمعیت کے ساتھ واسطے مدد کے برہان پور میں آئے لیکن نا اتفاقی امرائے خاندیس کی اور عظمت و شوکت بادشاہ گجرات کی دیکھکر قلعہ گاویل کیطرف روانہ ہوئے۔ سلطان محمود شاہ نے آصف خان اور عزیز الملک کو واسطے تنبیہ ملک حسام الدین اور عالم خان کے روانہ کیا۔ ملک حسام الدین وغیرہ ملک خاندیس چھوڑکر افواج اہل دکن میں شریک ہو گئے اور ملک لادن نے آصف خان کے آنے کا حال سُنکر برسم پیشوائی جاکر ملاقات کی آصفخان اپنے ہمراہ خدمت میں سلطان کے ملک لادن کو لے گیا۔ پس ملک حسام الدین نے یہ خبر سنکر عالم خان کو طرف ملک دکن کے روانہ کر دیا اور خود واسطے قدم بوسی سلطان محمود کے تھالینر کو گیا۔ سلطان محمود نے دونوں کو اپنی عنایت سے سرافراز کیا اور بعد عید الضحیٰ کے سلطان محمود نے عادل خان کو خطاب اعظم ہمایون سے مخاطب فرمایا اور اپنے حقیقی بھائی سلطان مظفر شاہ کی بیٹی کے ساتھ شادی کر دی اور شہر برہان پور و ملک خاندیس کے تخت سلطنت پر قائم کر دیا اور ملک لادن کو خانجہان خطاب دیکر موضع بناس اُسکی جائے ولادت کو اُسکی جاگیر مقرر کر دی۔ اور سلطان محمود نے بعضے امرائے گجرات کو ہمراہ عادل خان کے چھوڑکر تھالنیر سے براہِ سلطان پور و نندربار بہ مراجعت گجرات کی طرف کی اور ملک حسام الدین کو شہریار خطاب دیا۔ عادل خان تھالنیر سے روانہ ہو کر برہان پور میں پہنچے اور امورات سلطنت کے انتظام میں مشغول ہوئے۔ بعد چند روز کے خبر پہنچی کہ ملک حسام الدین بار دیگر باتفاق نظام شاہ کے عالم خان کو والی برہان پور بنانا چاہتا ہے۔ لہذا عادل خان نے حسام الدین کو طلب کیا حسام الدین چار ہزار سوار ہمراہ لے کر تھالینر سے برہان پور میں آیا اور عادل خان سے ملاقات کی بعد چند روز کے ملک حسام الدین کو دریا شاہ گجراتی نے حکمت عملی سے قابو پاکر قتل کیا اور غازی خان وغیرہ سب اُسکے علاقہ دار بھی مقتول ہوئے۔ عادل خان نے سلطان محمود کو عرضی لکھی کہ قلعہ آسیر کو میں نے جاکر دیکھا شیر خان اور سیف خان کا قلعہ پر قبضہ ہے اور احمد نظام شاہ کی حمایت سے عالم خان کو ملک خاندیس

پر سلط کرنا چاہتے ہیں اور احمد نظام شاہ بھی سرحد پر لشکرِ عظیم لیکر پونہچا ہے سلطانِ محمود نے اس حال سے مطلع ہوتے ہی فی الفور بارہ لاکھ تنگہ نقد رقم اور دلاور خان و صفدر خان وغیرہ امرا کو مع اسبابِ جنگ روانہ فرمایا اور جواب میں لکھا کہ احمد نظام شاہ ایک غلاموں سے بادشاہ دکن کے ہے اس کا کیا مقدور ہے کہ تمھارا ملک لینے کا ارادہ کرے درصورت ضرورت ما بدولت خود بالذات واسطے دفع اُسکے شر و فساد کے متوجہ ہونگے اور ایلچی نظام شاہ کا جو دربار میں سلطان محمود کے حاضر رہتا تھا۔ اُسکو بھی بخوبی تہدید اور سرزنش کی آخرش احمد نظام شاہ اپنے دار السلطنت کو واپس چلا گیا عادل خان نے لشکرِ گجرات کی تائید سے ملکِ راجہ کالنا کے جو تابع احمد نظام شاہ کا تھا حملہ کیا اور بعضے تعلقات کو اپنے قبضے میں لایا راجہ مذکور نے عاجز ہوکر پیشکش دیا اور سنہ ۹۲۶ ہجری میں عادل خان بیمار ہوکر بروز جمعہ دسویں تاریخ رمضان المبارک کو روانہ ملک دار البقا ہو گئے مدت سلطنت اُنکی اُنیس سال تھی

احوال سلطنت میران محمد شاہ بن عادل خان فاروقی

میران محمد شاہ بھانجے سلطان بہادر شاہ بادشاہ گجرات کے تھے بعد رحلت عادل خان کے برہان پور میں تخت سلطنت پر ملک خاندیس کے جلوس کیا اور آخر الامر بادشاہی بھی ملک گجرات کی میران محمد شاہ کو بکمال اقبال حاصل ہوئی خاندیس فاروقیہ میں سے یہ اول شخص ہیں کہ لقب بادشاہی سے نامور ہوئے درمیان برہان نظام شاہ بحری او عماد الملک کے قلعہ ماہور اور بعضے تعلقات پر تکرار ہوئی تھی عماد الملک بذریعہ میران محمد شاہ کے سلطان بہادر شاہ سے التجا کرکے طالب صلح ہوا بہادر شاہ نے عین الملک حاکم پٹن کو سرحد دکن پر بھیجکر درمیان نظام شاہ اور عماد الملک کے رابطہ صلح قائم کرایا بعد مراجعت عین الملک کے پھر برہان نظام شاہ نے عہد شکنی کی اور قلعہ ماہور اور دیگر قصبات پرگنات ملک برار کو اپنے قبضۂ اقتدار میں لایا۔ میران محمد شاہ نے حسب درخواست علاء الدین عماد شاہ کے سنہ ۹۳۴ ہجری میں مع لشکرِ عظیم باتفاق عماد شاہ کے کنارہ پرگنگا گداوری ندی کے برہان نظام شاہ سے جنگِ مردانہ کی اور لشکر کو نظام شاہ کے پراگندہ کردیا عماد شاہ نے بھی اقرار فتح ہونے میران محمد شاہ کا خود اپنی زبان سے کیا اور یہ سبب لوگ بکمال بیفکری میدانِ جنگ میں واسطے تاراج اسباب کے سب نظام شاہ بعد شکست کے ایک گاؤں

بس پناہ گزین ہوا تھا قابو پاکر قریب شام کے تین ہزار سوار سے حملہ آور ہوا اور چار کوس تک تعاقب کیا
عماد شاہ بکمال تباہی قلعہ گاویل میں پونہچا اور میران محمد شاہ قلعہ آسیر میں داخل ہوئے اور عرائض منواتر
سلطان بہادر شاہ کی خدمت میں واسطے تائید و اعانت کے روانہ کیے۔ سلطان بہادر شاہ باتفاق میران
محمد شاہ کے ملک برار میں پونہچے اور ارادہ کیا کہ ملکِ برار اپنے قبضۂ اقتدار میں لاکر سلطنت احمد نگر بھی
برہان نظام شاہ سے چھین کر اپنے تصرفِ خاص میں لائے۔ عماد شاہ نے شکایت بدنیتی سلطان بہادر شاہ
کی میران محمد شاہ سے کی میران محمد شاہ نے کہا خود کردہ را علاج نیست لیکن بحسنِ اتفاق میران محمد شاہ نے
بحسب موقع سلطان بہادر شاہ سے عرض کی کہ بالفعل خود بدولت و اقبال ملک برار میں خطبہ اپنے نام
مبارک کا جاری فرما کر عماد الملک کو زمرۂ ملازمانِ خاص میں ہمراہ رکاب رکھیں تو مناسب ہے اور واسطے
تسخیر ملکِ وسیع احمد نگر کے بلاتوقف تشریف فرما ہو جیے۔ سلطان بہادر شاہ نے یہ تجویز پسند کی اور مطابق
اُسکے جالنہ پور سے طرف قلعۂ دولت آباد کے روانہ ہوئے اور بحسنِ تدبیر میران شاہ کے ارادہ سے تسخیر
ملک احمد نگر اور ملک برار کے سلطان بہادر نے تامل کیا اور ۹۴۳ھ ہجری میں سلطان بہادر نے ملک مالوہ
کو مسخر کرنے کا عزم بالجزم کیا میران محمد شاہ حسب الطلب سلطان بہادر کے حاضر خدمت ہو کر واسطے فتح
کرنے قلعۂ منڈو گڑھ کے بہت جانفشانی کی اور بعد فتح کے رخصت ہو کر برہان پور میں واپس آئے برہان
نظام شاہ مفتوح ہونے سے ملک مالوہ کے خوفناک ہوا اور شاہ طاہر کو برسم سفارت برہان پور میں بھیجا۔
اور واسطے قائم ہونے رابطۂ اتحاد کے سلطان بہادر شاہ بادشاہ گجرات سے درخواست کی۔ سلطان بہادر شاہ
۹۴۳ھ ہجری میں رونق بخش شہر برہان پور ہوئے اور حسب صلاح میران محمد شاہ کے برہان نظام شاہ
واسطے ملاقات سلطان بہادر شاہ کے وارد بلدہ برہان پور ہوا سلطان بہادر اُسکے آنے سے خوش ہوا
اور چتر شاہی مع سراپردہ سرخ عنایت کیا اور خطاب نظام شاہی سے سرفراز فرما کر کہا کہ دشمن کو سلطنت
سے میں نے معزول کیا اور دوست کو مرتبہ بادشاہی پر پونہچایا۔ غرض اس کلام سے سلطان بہادر کی یہ
تھی کہ بادشاہ دہلی سے اگر جنگ کا موقع ہو تو والی احمد نگر اور والی برہان پور کو اپنے ہمراہ شریک جنگ رکھے
حالانکہ یہ تجویز ظہور میں نہ آئی ملکہ برہان نظام شاہ نے اپنا سفیر خدمت میں جنت آشیانی نصیر الدین محمد
ہمایوں بادشاہ دہلی کی بھیجکر واسطے تسخیر ملک گجرات کے ترغیب دی۔ القصہ برہان پور سے بعد روانگی برہان

نظام شاہ کے سلطان بہادر شاہ طرف ملک مالوہ کے رونق افروز ہوئے میران محمد شاہ بھی ہمرکاب سلطان بہادر کے حاضر تھے اور جبکہ ہمایوں بادشاہ نے ملک گجرات کو مفتوح کیا آصف خان کو برسم سفارت نزدیک برہان نظام شاہ کے بھیجکر پیشکش طلب کیا اور بعزم تسخیر ملک خاندیس کے طرف برہان پور کے روانہ ہوئے میران محمد شاہ نے مضطرب ہوکر واسطے نجات اپنی ریاست کے برہان نظام شاہ کو متواتر مراسلات لکھے۔ برہان نظام شاہ نے محبت واتحاد سابق کی رعایت رکھکر قطعہ عرضی خدمت میں ہمایون بادشاہ کی بھیجی وہ عرضی قریب سرحد برہان پور کے ملاحظۂ والا میں پونہچی مسودہ اسکا شاہ طاہر جنیدی کی انشائے بلاغت کا تھا عبارت اُسکی تاریخ فرشتہ میں منقول ہوئی ہے۔ حاصل مضمون اس کا یہ ہے کہ فرمان عالی شان بذریعۂ نواب آصف خان شرف صدور لایا کمال عنایات خسروانہ کا مرہون بنایا از انجا کہ ملک برہان پور اور آسیر کی ریاست موروثی محمد خان فاروقی مخاطب میران محمد شاہ کی ہے اور رابطۂ الفت قدیمی اس خیرخواہ کا خان مشار الیہ سے مستحکم ہے لہذا زبان عجز وانکسار سے مضمونِ سفارش عرض کیا جاتا ہے کہ بحکم آیہ کریمہ واعفوا واصفحوا سہو وخطاے بے اختیاری کو معاف فرماکر دست تصرف سلطانی سے وہ ملک علیحدہ رہے اُمید ہے کہ یہ معروضہ قبول ہوگا اور سوائے اطاعت وفرمان برداری کے خیالِ دیگر خاطر اشرف اعلیٰ میں نہ آوے بعد ازان برہان نظام شاہ وابراہیم عادل شاہ وسلطان قلی قطب شاہ وعلاء الدین عادل شاہ نے ارادہ فوج کشی کا واسطے تائید واعانت میران شاہ کے کیا ہمایون بادشاہ نے بسبب بغاوت شیر شاہ افغان کے مصلحت وقت ملک لینے میں نہ سمجھکر بعد تاخت وتاراج خاندیس کے متوجہ طرف شادی آباد مندو کے ہوئے اور جب سلطان بہادر بندر دیب سے ملک گجرات میں پونہچے اس وقت ہمایوں بادشاہ رونق بخش قلعہ آگرہ ہوئے تھے پس سلطان بہادر نے میران محمد شاہ کو واسطے اخراج سرداران مغل کے ملک مالوہ سے مقرر کیا میران محمد شاہ نے باتفاق ملوخان کے شادی آباد مندو کو قبضے سے چغتائی مغلوں کے نکالا۔ اِس عرصے میں وہاں خبر پونہچی کہ سلطان بہادر ہاتھ سے اہل فرنگ کے شہید ہوئے۔ چونکہ سلطان بہادر کے فرزند نہ تھا۔ سلطان بہادر کی والدہ اور امیروں نے گجرات کے اتفاق کیا کہ میران محمد شاہ کو بادشاہ گجرات کا مقرر کیا جائے۔ لہذا سکہ وخطبہ ملکِ گجرات میں باسم سامی میران محمد شاہ کے جاری ہوگیا اور فی الفور چتر شاہی اور تاج مرصع بہادر شاہ کا ملک مالوہ میں

گجرات سے واسطے میران محمد شاہ کے آیا اور سب امیروں نے واسطے رونق افزائی ملک گجرات کے عرض کی۔ میران محمد شاہ نے تاج شاہی سر پر رکھا اور اسباب روانگی گجرات کا مہیا کیا۔ لیکن اتفاقات تقدیر سے یکایک بیمار ہوگئے اور بتاریخ تیرھوین ماہ ذیقعدہ ۹۴۳ھ ہجری میں دار البقا کو روانہ ہوئے ارکان دولت نے اُنکی لاش برہان پور میں لاکر مقبرہ میں عادلخان فاروقی کے دفن کر دی۔ مدت سلطنت اُنکی سولہ برس تھی

احوال سلطنت میران مُبارک شاہ بن عادلخان فاروقی

میران محمد شاہ کا فرزند لائق بادشاہی کے نہ تھا لہذا باتفاقِ ارکان دولت اُنکے بھائی میران مبارک شاہ بادشاہ ملک خاندیس مقرر ہوئے انھوں نے انتظام ملک بخوبی کیا۔ امرائے گجرات نے احمد آباد کی سلطنت کیواسطے سلطان محمود شاہ بن شاہزادہ لطیف خان کو تجویز کیا وہ برادر زادہ سلطان بہادر شاہ بادشاہ گجرات کا تھا اختیار خان کو واسطے طلب محمود شاہ کے ارکانِ دولتِ گجرات نے خاندیس میں بھیجا لیکن ہر گاہ کہ سلطان بہادر شاہ نے محمود شاہ کو میران محمد شاہ کے تفویض کیا تھا کہ کسی قلعہ میں محمود شاہ کو مقید رکھکر اسکے حال سے خبر گیران رہو پس میران مبارک خان نے محمود شاہ کو گجرات میں بھیجنے کے لیے کچھ تامل کیا اس خیال سے کہ شاید اُمرائے گجرات تنگ ہوکر میران مبارک خان کو بادشاہی گجرات پر مسلط کر دینگے لہذا جملہ امرائے گجرات اس مضمون کو سمجھکر بالاتفاق متوجہ ملک خاندیس ہوئے میران مبارک خان کے بموجب صلاح خیر خواہوں کے سلطان محمود کو قلعہ سے باہر لاکر ہمراہ اختیار خان کے ملک گجرات کو روانہ کیا۔ بعد ازاں عماد الملک کہ غلاموں سے شاہانِ گجرات کے تھا وہاں سے بھاگ کر برہان پور میں آیا۔ میران مبارک شاہ نے بامید حاصل ہونے بادشاہی گجرات کے اُسکی مدد اور کمک کی اُس نے دس بارہ ہزار سوار گجراتی جمع کر لیے۔ دریا خان نے سلطان محمود کو اس بات پر مستعد کیا کہ میران مبارک شاہ اور عماد الملک کو بالکل نیست و نابود کر دینا چاہیے چنانچہ گجرات کی سرحد پر فیمابین فریقین کے جنگ عظیم واقع ہوئی مبارک شاہ شکست پاکر داخل قلعہ آسیر ہوئے اور عماد الملک طرف مانڈو گڑھ کے بھاگ کر قادر شاہ کے پاس پناہ گزین ہوا۔ سلطان محمود نے ملک خاندیس کو تاراج و تباہ کیا میران

مبارک شاہ نے لاعلاج ہوکر رقم کثیر پیشکش بھیجی اور طالب صلح ہوئے پس سلطان محمود طرف گجرات کے روانہ ہوا۔ واضح ہو کہ جس وقت سلطان محمود اور میران مبارک شاہ دونوں قلعہ آسیر میں مقید و محبوس تھے سلطان محمود نے عہد کیا تھا کہ اگر بفضل الٰہی گجرات کی بادشاہی پر میرا تسلط ہوگا تو قصبۂ نذربار تم کو عطا کروں گا لہٰذا بعد صلح کے اپنا وعدہ وفا کیا اور قصبۂ نذربار قبضہ میں میران محمد شاہ کے دیا اور ۹۶۹ھ ہجری میں باز بہادر رئیس ملک مالوہ نے بسبب غالب ہونے لشکر چغتائی مغل کے جلاوطن ہوکر میران محمد شاہ کی پناہ لی۔ پیر محمد خان جو حاکم مالوہ ہوا تھا باز بہادر کا تعاقب کرتا ہوا ملک خاندیس میں برہان پور تک آگیا اور ملک خاندیس کے اکثر صغیر و کبیر گرفتار لشکر مغل کے ہوگئے۔ میران مبارک شاہ قلعہ آسیر میں داخل ہوئے اور تفال خان حاکم ملک برار سے کمک طلب کی وہ فی الفور ملک خاندیس میں پونہچا میران مبارک شاہ اور باز بہادر متفق ہوکر پیر محمد خان سے جنگ کرنے پر مستعد ہوئے لیکن سپاہ مغل نے بہت مال و اسباب جمع کیا تھا۔ لہٰذا رغبت جنگ کی نکی پس پیر محمد خان نے مالوہ کو واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ میران مبارک شاہ اور باز بہادر اور تفال خان نے بالاتفاق پیر محمد خان کا تعاقب کیا اور تفال خان نے بطریق یلغار پونہچکر بوقت عبور دریائے نربدا کے تمام مال و اسباب پیر محمد خان کے لشکر سے چھین لیا۔ پس پیر محمد خان مع لشکر حیران و پریشان ہوکر گریزان ہوا۔ بسبب بہم دست نہونے کشتی کے پیر محمد خان نے گھوڑے پر سوار ہوکر نربدا سے عبور کرنا چاہا بقضائے الٰہی نربدا میں غرق ہوگیا اور سب لشکر اُس کا نربدا سے عبور کر گیا۔ میران مبارک شاہ و تفال خان ملک مالوہ میں بالاتفاق مظفر و منصور پونہچے اور لشکر مغل کو تمام و کمال ملک مالوہ سے نکال دیا اور باز بہادر کو تخت سلطنت پر شادی آباد مندو کے مسلط اور مستقل کردیا پھر اپنے اپنے ملک میں بفرحت و مسرت مراجعت کی۔ بعدہ میران مبارک شاہ نے بتاریخ چھٹی جمادی الآخر شب چارشنبہ ۹۷۴ھ ہجری میں جہان فانی سے طرف ملک باقی کے سفر اختیار کیا مدت سلطنت اُنکی بتیس برس تھی۔

احوال سلطنت میران محمد شاہ بن مبارک شاہ فاروقی

بعد میران مبارک شاہ کے میران محمد شاہ ملک خاندیس کے بادشاہ ہوئے اُس سال حسب صلاح

چنگیز خان گجراتی اور اعتماد خان وکیل السلطنت کے سلطان مظفر شاہ بادشاہ گجرات نذربار میں پونہچکر میران محمد شاہ کا تھانہ اُٹھا دیا کوئی اُس کا مانع و مزاحم نہ ہوا تا بحدیکہ قلعۂ تھالنیر پر بھی اپنا قبضہ کرلیا میران محمد خان نے تفال خان رئیس ملک برار کو اپنی مدد کے واسطے بلایا اور بالاتفاق بخیال مقابلہ چنگیز خان کے قریب تھالینر کے پونہچا۔ چنگیز خان رعب سے تمام دن میدان میں رہا اور بوقت شب جملہ اسباب اور سامان اپنا چھوڑکر مقامِ بھڑوچ کو کوچ کیا۔ لشکرِ خاندیس و دکن نے اُن تمام اشیاء واجناس پر اپنا قبضہ کرلیا اور تعاقب میں چنگیز خان کے روانہ ہوئے اور توپخانہ اور فیلان کوہ پیکر بھی اُسکے چھین لیے ملک گجرات میں تہلکۂ عظیم ہوگیا اور بہت سرداران گجرات فرمان بردار میران محمد شاہ کے ہوگئے وہ تیس ہزار سوار ہمراہ لے کر متوجہ مفتوح کرنے دار السلطنت احمد آباد کے ہوئے۔

چنگیز خان اُس وقت احمد آباد پر مسلط ہوکر سات آٹھ ہزار سوار مرزایان مشہور و بہادران آزمودہ کار اپنے ساتھ لیکر میدانِ جنگ میں آیا میران محمد شاہ اُس جنگ میں مغلوب اور عاجز ہوکر طرف آسیر کے روانہ ہوا۔ بعد چند مدت مرزایانِ مذکور چنگیز خان سے ناراض ہوکر گجرات سے بھاگے اور ملک خاندیس میں پونہچکر غارت گری شروع کی میران محمد شاہ نے ارادہ لشکر کشی کا کیا اُس وقت وہ لوگ وہاں سے بھاگ گئے اور ۹۸۲ھ ہجری میں مرتضیٰ نظام شاہ بحری رئیس احمد نگر نے ملک برار پر حملۂ عظیم کیا اور تفال خان کو گرفتار کرکے اپنے ملک کو مراجعت کا ارادہ کیا۔ لیکن ایک شخص اہلِ برار سے خاندان عماد شاہی کی طرف اپنی نسبت بیان کرکے میران محمد شاہ کی پناہ میں آیا اُس بادشاہ نے پانچ چھ ہزار جمعیت اُسکے ہمراہ دیکر ملک برار کو روانہ کیا لہٰذا بار دیگر وہاں خللِ عظیم پیدا ہوا مرتضیٰ نظام شاہ نے بصلاح خواجہ میرک اصفہانی مخاطب چنگیز خان کے ملکِ برار میں پونہچکر میران محمد شاہ کے لشکر کو پراگندہ کردیا میران محمد شاہ نے قلعہ آسیر میں پناہ لی مرتضیٰ نظام شاہ نے وہاں پونہچکر حصار آسیر کا محاصرہ کیا اور لشکر اُس کا تاخت و تاراج میں ملک خاندیس کے مشغول ہوا میران محمد شاہ نے مضطرب ہوکر صلح کا پیام مع رقم کثیر مرتضیٰ نظام شاہ کے پاس بھیجا مرتضیٰ نظام شاہ مبلغ خطیر لیکر مع لشکر وہاں سے احمد نگر کو روانہ ہوا اور ۹۸۴ھ ہجری میں میران محمد شاہ بعارضۂ جسمانی جہانِ فانی سے طرف عالم باقی جاودانی کے رخصت ہوئے فرزند اُن کا مسمی حسن خان طفل نابالغ تھا اُن کا جانشین ہوا لیکن راجہ علی خان برادر

میران محمد شاہ ملازمت میں جلال الدین اکبر بادشاہ کی موجود تھے کیفیت بیماری بھائی کی سنکر قلعہ آگرہ سے روانہ ہوئے اور ملک خاندیس میں آکر پونہچے اور قائم مقام میران محمد شاہ کے ہوگئے اور حسن خان کی معزولی ہوئی

احوالِ سلطنت میران راجی علیخان بن میران مبارک شاہ بن عظم ہمایون عادل خان بن حسنخان بن نصیر خان بن ملک راجہ بن خانِ جہان فاروقی

جس زمان فرخی نشان میں کہ راجہ علیخان نے تخت سلطنتِ خاندیس پر جلوس کیا جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے تحت حکومت تمام ملک ہندوستان وبنگالہ وپنجاب و سندھ وکابل ومالوہ وگجرات وغیرہ تھا لہذا راجہ علیخان نے اپنے نام مبارک کو لفظِ شاہی سے ملقب نفرمایا اور اپنی ذات کو ایک فرمان برداروں سے اُس بادشاہ ذی اقتدار کے جانکر تحفہاے خوب وہدایاے مرغوب خدمت میں اُس شاہِ جم جاہ کے متواتر بھیجتے رہتے تھے۔ لیکن بادشاہانِ ملک دکن سے بھی رابطۂ دوستی اور اتحاد کا قائم رکھتے تھے فرمان روائے عادل و عاقل و عالم و شجاع تھے باوصف پابندی شریعت و مذہب حنفی کے اکثر ہم مجالس علماء فضلاء کے رہتے اور سعی میں آبادئ ملک و رعایا کے اوقاتِ عزیز اپنی صرف کرتے اور جس وقت کہ مرتضی نظام شاہ بادشاہ احمدنگر گوشہ نشین ہوا اور میانِ صلابت خان اُسکے مدار المہام سے اور سید مرتضی سپہ سالار ملکِ برار کے منازعت ظاہر ہوئی احمدنگر کے قریب چھ کوس پر معرکہ جنگ واقع ہوا صلابت خان نے فتح پائی اور سید مرتضی وخداوندخان وہاں سے فرار ہوکر ملک برار میں پونہچے وہاں بھی صلابت خان کے لشکر نے اُن کا تعاقب کیا لہذا وہ لوگ برہان پور میں آگئے راجہ علیخان سمجھے کہ یہ لوگ اکبر بادشاہ کے دربار میں دادخواہ ہوکر لشکر بادشاہی اپنی مدد اور کمک کیو کے واسطے لائیں گے اِس واسطے مانع ہوئے سید مرتضی نے خلاف اختیار کرکے برہان پور سے طرف اکبرآباد کے کوچ کیا راجہ علیخان نے تعاقب میں لشکر اپنا بھیجا کہ طوعاً وکرہاً واپس لائیں وہ لوگ واپس ہونے سے انکار کرکے جنگ وجدال پر مستعد ہوئے اور نربدا سے عبور کرکے دربار والا میں اکبر بادشاہ کے پونہچکر بہت شکایت راجے علیخان کی پیش کی ہرگاہ کہ اکبر بادشاہ کو خیال مفتوح ہونے ملک دکن کا رہتا تھا وقت قابو کے منتظر تھے اُن لوگوں کو بکمال عنایات وسرفرازی امیدوار فرمایا راجہ علیخان نے

ایک سو زنجیر فیل جو اُن لوگوں کے ہنگامۂ جنگ میں بعنوانِ غنیمت لیے تھے عالی خدمت میں اکبر بادشاہ کی بھیجدیئے اور اپنی اطاعت و اخلاص و عذر خواہی عذر کی۔ لیکن اس کارروائی سے اول ہی حقیقی بھائی مرتضیٰ نظام شاہ نے اکبر بادشاہ کے پاس جاکر کمک طلب کی تھی۔ ہاتھیوں کے بھیجنے سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا اور ۱۰۰۳ھ ہجری میں برہان نظام شاہ بحری ثانی و سید مرتضیٰ و خداوندخان حبشی وغیرہ اُمرائے دکن کو نزدیک خان اعظم مرزا عزیز کوکہ کے جو حاکم مالوہ تھا اکبر بادشاہ نے بھیجا تاکہ باتفاق ان لوگوں کے ملک دکن مفتوح کرے۔ خانِ اعظم حسب الحکم بادشاہی شادی آباد مندو سے مع لشکرِ مالوہ و امرائے دکن کوچ کرکے متوجہ ملک برار کا ہوا۔ اور میرزا محمد تقی نظیری کہ سادات عظیم الشان سے تھے مرتضیٰ نظام شاہ کی طرف سے سرلشکر ہوکر بعزم جنگ خانِ اعظم کے سرحد خاندیس میں پونہچے۔ خانِ اعظم نے شاہ فتح اللہ شیرازی کو بغرضِ موافقت اکبر بادشاہ کے راجے علیخان کے پاس بھیجا اور میرزا محمد تقی بھی قلعۂ آسیر میں پونہچکر واسطے مرتضیٰ نظام شاہ کی مدد و معاونت کا خواہان ہوا۔ راجے علیخان چند روز متحیر اور متفکر رہے آخر الامر شاہ فتح اللہ سے کچھ عذر پیش کیا اور مرتضیٰ نظام شاہ کے شریک ہوگئے بعد ایک مہینے کے محمد تقی اور راجے علیخان مع لشکر عظیم تیس ہزار سوار اور توپخانہ آتشبار کے طرف ہنڈیہ کے جو لشکرگاہ ملک مالوہ کا تھا روانہ ہوئے جب وہاں ارادہ مقابلے کا کیا خانِ اعظم جنگ میں مصلحت نہ دیکھکر متوجہ ملک برار کا ہوا اور شہر ایلچپور اور بالاپور میں غارتگری جاری کی میرزا محمد تقی اور راجے علیخان نے اُس کا تعاقب کیا لیکن اب بھی خان اعظم نے مقابلہ لڑنا مناسب نہ جانا اور نذربار کی طرف سے اپنے ملک میں چلا گیا۔ راجے علیخان باطمینان تمام میرزا محمد تقی سے علحدہ ہوکر وارد برہان پور ہوئے اور اس فتوحات غیبی کے شکریہ میں زر کثیر فقرا و مستحقین کو تقسیم کیا برہان نظام شاہ ثانی ناکامیاب ہوکر بدستور سابق اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہا اور جس وقت کہ اسمٰعیل نظام شاہ اُسکے بیٹے نے احمد نگر میں تخت سلطنت پر جلوس کیا برہان نظام شاہ بطمع ملک موروثی حسب الحکم اکبر بادشاہ بمقام ہنڈیہ اپنی جاگیر میں آکر راجے علیخان سے طالبِ کمک ہوا۔ راجے علیخان بمشورت ابراہیم عادل شاہ کے مدد و معاونت پر مستعد ہوئے جمال خان مہدوی کہ صاحب اختیار ملک احمد نگر کا تھا اسمٰعیل نظام شاہ کو طرف برہان پور کے لایا

راجے علی خان ۔ برہان نظام شاہ کو ہمراہ لے کر ملک برار کی سرحد پر پہنچے اور قریب گھاٹ روہن کھیڑ کے درمیان دونوں لشکروں کے جنگِ عظیم واقع ہوئی آخرش جمال خان ضرب بندوق سے اُس معرکہ میں مارا گیا۔ برہان نظام شاہ اور راجے علیخان مظفر و منصور ہو کر لوازم جشن بجالائے۔ پھر اُس مقام پر ایک دوسرے سے رخصت ہوئے برہان نظام شاہ طرف احمد نگر کے روانہ ہوا اور راجے علیخان داخل برہان پور ہوئے۔ مؤلف عاصی گزارش کرتا ہے کہ انشائے ابوالفضل میں جو فرمانِ شاہی بنام راجے علیخان صادر ہوا ہے اُس سے بھی بعضے مضامین سوائے حالات مندرجۂ تاریخ فرشتہ معلوم ہوتے ہیں مثلاً قرابت عمدۃ الملک علامی ابوالفضل کی۔ یعنی عبدالرحمن مخاطب افضل خان ابنِ ابوالفضل سے حسب فرمودہ اکبر بادشاہ کے راجے علیخان کی دختر نیک اختر کی شادی ہوئی اور برسم سفارت ملک الشعرا ابوالفیض فیضی کو نزدیک راجے علیخان کے اکبر بادشاہ نے روانہ کیا تھا اور دفتر دوم میں بھی مکاتیب شیخ ابوالفضل کے بنام راجے علیخان ولدِ مبارک شاہ فاروقی فرمان روائے خاندیس مندرج ہیں اور اُن سے کیفیت قرابت کی معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ اس مضمون سے کمال ممنونی ظاہر ہے کہ دکلیدِ دکن بے آنکہ جاندارے آزردہ شود بحسن نیت الیشان میسر شد الحمد للہ والمنۃ کہ عنایت شاہنشاہی روزافزون است) اور بھی اخیر دفتر میں مکتوبات اسمی خضر خان ابن راجے علیخان مشعر پند و نصائح مرقوم ہوئے ہیں۔ اور تاریخ فرشتہ میں مرقوم ہے کہ جس وقت برہان نظام شاہ کا سنہ ۱۰۰۴ہجری میں انتقال ہوا اور شاہزادۂ سلطان مراد فرزند اکبر بادشاہ کا اور مرزا عبدالرحیم مخاطب بخانخانان ولد بیرمخان ترکمان بغرض فتح کرنے ملک نظام شاہیہ کے روانہ ہوئے راجے علیخان نے حسب الحکم اکبر بادشاہ کے مع لشکرِ جرار ہمراہی کی۔ لیکن شہزادہ اور خانخانان نے بسبب شروع ہونے موسم بارش کے اس تجویز پر صلح کی کہ ملک برار شاہزادہ کے علاقے میں رہے اور احمد نگر پر تسلط نظام الملک کا رہے چنانچہ شاہزادہ و خانخانان نے ملک برار پر قبضہ کیا اور راجے علیخان واردِ برہان پور ہوئے بعد ایک مدت کے پھر اہل دکن نے چاہا کہ ملک برار پر اپنا قبض و تصرف ہو جائے افواج کثیر سہیل خان خواجہ سرا نے کنارہ پر گنگا گوداوری کے نزدیک قصبۂ سون پت کے جمع کیا شاہزادہ اور خانخانان نے باتفاق راجے علیخان وغیرہ کے سہیل خان کا مقابلہ کیا اور بعد جنگ عظیم کے باوصفیکہ شاہزادہ

اور خانخانان فتحیاب ہوئے لیکن راجہ علیخان کے مقابلے میں توپخانہ دشمنوں کا آگیا اُس سبب سے راجے علیخان اور اکثر امرائے ملک خاندیس اُس صدمہ سے جلکر جان بحق تسلیم ہوئے۔ چنانچہ جنازہ راجے علیخان کا برہان پور میں لاکر دفن کیا مدت سلطنت اُنکی اکیس سال سے قدرے زائد تھی۔

احوال حکومت بہادر خان بن راجے علی خان

ہر گاہکہ راجے علیخان ۱۰۰۸ھ ہجری میں دنیاے فانی سے رہگرائے عالم باقی ہوئے بہادر خان حسب تجویز خانخانان اور مطابق فرمان اکبر بادشاہ کے حکومت خاندیس پر مسلط کیا گیا۔ لیکن بسبب خفیف العقل ہونیکے اوقات عزیز کو لہو لعب میں صرف کرنے لگا اور قریب برہان پور کے ایک شہر موسوم بہادر پور اپنے نام سے آباد کیا اور جس وقت کہ شہزادۂ سلطان مراد نے بلدۂ شاہپور میں جو کہ خود آباد کیا تھا بقضائے الہیٰ انتقال کیا اکبر بادشاہ نے ملک دکن شاہزادۂ دانیال کو عطا کیا اور خود بدولت واقبال بھی متوجہ دکن ہوئے۔ بہادر خان بکمال نادانی شرف ملازمت سے اُس بادشاہ عالی جاہ کی محروم رہا اور قلعہ آسیر کو اپنی جائے پناہ مقرر کیا۔ سوائے جمعیت اور زنانہ کے اٹھارہ ہزار آدمی رعیت اور بقال وغیرہ قلعہ میں داخل کیے تھے اور گھوڑے ہاتھی بیل گائیں بھینسیں بکریاں مرغ وغیرہ جانوران بے شمار قلعہ میں جمع کیے آخر ش عفونت ہوا اور وبا سے چالیس ہزار آدمی قلعہ میں مر گئے اور بعد فتح ہونے قلعہ کے اسی ہزار مرد وزن قلعہ سے باہر نکلے۔ اکبر بادشاہ نے شہزادۂ دانیال اور خانخانان کو طرف احمد نگر کے روانہ کیا اور خود بدولت برہان پور میں رونق بخش رہے سرداران لشکر نے دس مہینے تک قلعۂ آسیر کا محاصرہ کیا اہلِ قلعہ حالتِ اضطرار میں بیقرار ہوئے عفونتِ ہوا سے ہزارہا آدمی اور حیوانات مرنے لگے اور اہلِ قلعہ کو خبر پہونچی کہ اکبر بادشاہ نے ساحرانِ طلسمات دان اور عاملانِ افسون خوان کو بھی واسطے فتح کرنے قلعہ کے بزور باطن مقرر کیا ہے اور خود بھی عمل تسخیر آفتاب کا جاری کیا ہے اُسکی تاثیرات سے اہلِ قلعہ اس آفات وبلیات میں گرفتار ہیں۔ بنابرہم بہادر خان سپاہ کو اور محافظین قلعہ کو راضی و خوش نرکھتا تھا اُن لوگوں نے ہوشیاری اور نگہبانی میں غفلت اور بے پروائی شروع کی اور محاصرہ سے تنگ ہو کر چشم پوشی کی تا بحدے کہ بعضے سرداران لشکر

اکبر شاہی قلعہ مالیگڈھ پر کہ متصل قلعہ آسیر کے ہے قابض و متصرف ہو گئے بہادر خان نے بدخواہی اور بے پروائی سے اپنی فوج کی واقف ہو کر آصف خان و میرزا جعفر و کبیر خان وغیرہ ارکان دولت سے مشورہ کیا اور بموجب صلاح اُنکے بذریعہ خانِ اعظم میرزا عزیز کوکہ کے اکبر بادشاہ کی خدمت میں اپنی مال و جان کی امان چاہی اور ملازمت سے بادشاہ انجم سپاہ کی مشرف ہوا۔ اور ۱۰۰۸ھ ہجری میں قلعہ آسیر و ملک خاندیس مع خزائن کثیر اکبر بادشاہ کے تحت حکومت میں داخل ہوا اور زمان حکومت خاندانِ فاروقیہ کا تمام ہو گیا۔ اکبر بادشاہ بہادر خان کو ہمراہ رکاب لاہور میں لے گئے تھے اور بہادر خان کو مع ہر دو فرزندان خزانۂ بادشاہی سے تنخواہ ملتی تھی آخر الامر بہادر خان نے عہد سلطنت نور الدین جہان گیر بادشاہ کے ۱۰۳۳ھ ہجری میں دار السلطنت آگرہ میں بقضائے الٰہی جہان ناپائدار سے انتقال کیا۔ مدتِ حکومت بہادر خان کی مع زمانِ محاصرہ تین سال سے قدرے زائد تھی۔ مؤلف عاصی گزارش کرتا ہے کہ منارۂ مسجد جامع برہان پور پر جو عبارت حسب الحکم اکبر بادشاہ کے کندہ ہوئی ہے وہ بہ نسبت تاریخ فرشتہ کے زیادہ معتبر اور یقینی ہے اُس میں ۱۰۰۹ھ ہجری تاریخ فتح قلعہ آسیر مندرج ہے تاریخ فرشتہ میں ۱۰۰۸ھ ہجری جو مرقوم ہے خالی سہو و خطا سے نہیں کیا عجب ہے کہ کاتبوں سے یہ غلطی صادر ہوئی ہوگی

احوال جناب مغفرت مآب نواب نظام الملک آصفجاہ اول علیہ الرحمۃ

میر غلام علی آزاد بلگرامی نے تذکرۂ خزانۂ عامرہ میں تحریر فرمایا ہے کہ نواب آصف جاہ کے نانا امیر الوزرا اسعد اللہ خان وزیر اعظم شاہجہان بادشاہ کے تھے اور نواب عابد خان جد امجد آصف جاہ کے بمنصب پنجہزاری و صدارت کل سرفراز تھے ہمراہی میں عالمگیر بادشاہ کی بوقت محاصرۂ قلعہ گولکنڈہ بتاریخ ۲۴ ربیع الاول ۱۰۹۸ھ ہجری میں بزخم گولۂ توپ شہید ہوئے اور نواب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ والد ماجد نواب آصف جاہ بمنصب ہفت ہزاری معزز و ممتاز تھے۔ نواب آصف جاہ کا اسم سامی میر قمر الدین ہے اُنکی ولادت ۱۰۸۲ھ ہجری میں واقع ہوئی اور عہد میں عالمگیر بادشاہ کے منصب پنجہزاری اور خطاب چین قلیچ خان اور صوبہ داری بیجاپور سے سرافراز ہوئے اور شاہ عالم

بہادر شاہ کے عصر میں بخطاب خان دوران بہادر و صوبہ داری ملک اودھ سے شرف امتیاز پایا اور اول سال جلوس میں محمد فرخ سیر کے بخطاب نظام الملک بہادر فتح جنگ و منصب ہفت ہزاری و ناظمی صوبجات دکن سے افتخار حاصل کیا اور وقت سلطنت رفیع الدرجات کے صوبہ داری مالوہ مقرر ہوئی پھر وہاں سے عزم تسخیر ملک دکن کا فرمایا چنانچہ ۱۱۳۲ھ ہجری میں قلعۂ آسیر طالب خان سے اور شہر برہان پور محمد انور خان قطب الدولہ صوبہ دار سے صلحاً بدست فرمایا اور بعد انقراض تسلط سادات بارہہ کے اور انتقال اعتماد الدولہ وزیر کے دکن سے روانہ ہوکر رونق بخش شاہجہان آباد ہوئے اور ۱۱۳۴ھ ہجری میں پیشگاہ محمد شاہ بادشاہ سے بخلعت وزارت سرافراز ہوئے بعد ازان کیفیت بغاوت حیدر قلیخان ناظم صوبہ گجرات کی سُنکر اُسکی تنبیہ کے لیے دہلی سے روانہ ہوئے اور اپنے چچا نواب حامد خان کو نیابت صوبۂ گجرات پر مقرر فرماکر رونق افزاے دار الخلافت ہوئے۔ لیکن بسبب عرض غیر واقع حاسدین کے التفات مزاج بادشاہ کا کم ہوگیا تھا لہذا نواب آصفجاہ بغرض تبدیل آب و ہوا پیشگاہ شاہی سے رخصت مراد آباد کی حاصل کی اور بطریق یلغار تشریف فرمائے ملک دکن ہوئے۔ مبارز خان ناظم حیدرآباد سے بمقام شکر کھیڑہ جنگ عظیم واقع ہوئی اور بتاریخ ۲۳ محرم ۱۱۳۷ھ ہجری مبارز خان مقتول ہوا اور جملہ صوبجات دکن قبضۂ اقتدار میں نواب آصفجاہ کے آئے اور ۱۱۵۰ھ ہجری میں محمد شاہ بادشاہ نے بخطاب آصفجاہ سرافراز فرمایا اور حسب الطلب حضور رہگراے دار الخلافت ہوئے۔ فضل علیخان نے تشریف فرمائی کی تاریخ پیش کی۔

صد شکر کہ ذات دین پناہی آمد	رونق دہ ملک بادشاہی آمد
تاریخ رسید نش بگوشم ہاتف	گفت آیت رحمت الٰہی آمد

ہزار روپیہ نقد مع اسپ باساز نقرہ اُس کا صلہ عنایت ہوا بادشاہ نے اکبر آباد اور مالوے کی صوبہ داری سے سرفراز فرماکر واسطے تنبیہ و تادیب غنیم کے رخصت فرمایا نواب آصفجاہ ملک بندیلہ کے راجہ کو ہمراہ رکاب لیکر بھوپال میں تشریف فرما ہوئے باجے راؤ بھی مع فوج کثیر دکن سے وہان واسطے مقابلہ کے پونہچا اور سواد بھوپال میں آتش جدال و قتال کا اشتعال حد سے زیادہ بلند ہوا۔ لیکن اس باعث سے کہ خبر آمد آمد نادر شاہ کی گرم تھی نواب آصفجاہ نے باجے راؤ سے

مصالحت فرماکر رونق افزائے شاہجہان آباد دہلی ہوئے اور مصالحت ہر دو بادشاہان نامدار کی بکمال حسن وسعی جلوۂ ظہور میں لائے چنانچہ نادر شاہ بہ نسبت دوسرے امیروں کے نواب آصفجاہ سے زیادہ خوشنود رہا۔ ہر گاہ کہ بوقت روانگی دہلی نواب آصفجاہ نے اپنے فرزند ارجمند نواب نظام الدولہ ناصر جنگ کو نائب ناظم دکن مقرر کیا تھا ناصر جنگ نے بصلاح بعضے احمقانِ بدنہاد کے طریقہ خودسری کا اختیار کیا لہٰذا آصفجاہ نے بادشاہ سے رخصت دکن کی لیکر ارادہ روانگی کا کیا اور بتاریخ ۲۰ جمادی الاولی ۱۱۵۴ھ ہجری میں ستر ہزار لشکر جرار لے کر روانہ ہوئے ناصر جنگ سے جنگ عظیم واقع ہوئی۔ نواب آصفجاہ کے ہمراہ محمد ابوالخیر خان و خواجم قلیخان و متوسل خان و جمیل بیگخان و رحیم اللہ خان و تسلیم خان وغیرہ تھے۔ آخر کار ناصر جنگ زخمی ہو کر گرفتار ہوئے اور خود مختاری و مخالفت پدری کی سزا پائی۔ بعدہٗ نواب آصفجاہ نے ۱۱۵۶ھ ہجری میں قلعہ ترچناپلی کو مفتوح کیا اور ملک ارکاٹ علاقہ کرناٹک قوم نوایت سے لیلیا اور قلعہ بالکنڈہ از توابع حیدر آباد محاصرہ کر کے مصری خان دکنی سے فتح کر لیا اور بتاریخ چوتھی جمادی الاخری ۱۱۶۱ھ ہجری نواح شہر برہان پور میں طرف ملک بقا کے کوچ فرمایا اور اُنکی لاش بلدۂ اورنگ آباد کو نقل کی گئی اور پایئن روضۂ مرقد مبارک حضرت برہان الدین اولیا کے مدفون ہوئے بعد رحلت اُن کا لقب نواب مغفرت مآب مقرر ہوا اور اُس سال میں محمد شاہ بادشاہ اور اعتماد الدولہ وزیر اعظم بھی عالم فانی سے روانہ ملک جاودانی ہوئے آزاد صاحب نے یہ قطعہ تاریخ وفات فرمایا ہے۔

سہ دُرِ مملکتِ ہند از جہان رفتند	فتاد حیف سہ دُرِ یگانہ از کف دہر
برائے رحلت این ہر سہ یافتم تاریخ	نماند شاہِ زمان و وزیر و آصفِ دہر

اور اس مصرع میں بھی عمدہ تاریخ ہے "موت شاہ و وزیر و آصف جاہ"

"خلد منزلت" اور "متوجہ بہشت" بھی دونوں تاریخیں اُنکی رحلت کی ہیں۔ قریب تیس ۳۰ سال کے تمام شش صوبجات دکن پر حکومت نواب آصفجاہ کی رہی ذات مَلَکی صفات سے علما و صلحا و مشایخ دیار عرب و خراسان و ہندوستان وغیرہ ہمیشہ بہرہ اندوز رہے۔ نواب آصفجاہ نے ۱۱۴۰ھ ہجری میں حصار شہر پناہِ برہان پور تعمیر فرمایا اور نظام آباد بالائے گھاٹ فردا پور آباد کیا اور مسجد اور کاروان سرا

بہت مستحکم مانند قلعہ کے وہاں اُنکے وقت کی تعمیرات سے ہیں اُسکو اجنبتہ بھی کہتے ہیں اور تاریخ نظام آباد کی آبادی کی یہ ہے رَبِّ اجعل ہذا بلداً آمنا اور شہر پناہ بارہ حیدرآباد کی اور شہر ہرسول کی اندر شہر اورنگ آباد کے بھی نواب آصفجاہ کے عہدِ حکومت میں تعمیر ہوئی ہے نواب آصفجاہ طبع موزون رکھتے تھے آصف تخلص کرتے بعضے اشعار گوہربار اُنکے یہ ہیں۔

سوخت تا داغ محبت دلِ دیوانۂ ما	شمع گردید بگردِ سرِ پروانۂ ما
طرحِ کاشانۂ ما ریختۂ رنگِ فناست	عرق آلودہ رود سیل بویرانۂ ما
تا مقابل کرد با خود حسنِ یار آئینہ را	آمد آبِ تازہ بر روے کار آئینہ را
میکنم روئی طلب ہر جا کہ میخوانی مرا	مایلم ہمچون ورق ہر سو کہ گردانی مرا
در طلب بی دست و پایم ہمتی ای دل	تا برد سیلابِ اشک آنجا بآسانی مرا
سیرِ گلزارِ ندامت ہم بہاری داشت	میبرد در عالمِ دیگر پشیمانی مرا

دربنولا سنہ ۱۳۰۱ ہجری میں دیوان نواب آصفجاہ کا مطبع صرف خاص سرکار عالی واقع حیدرآباد میں طبع ہوا ہے نواب آصفجاہ کے چھ فرزند دلبند تھے اول میر محمد پناہ مخاطب امیر الامرا غازی الدین خان فیروز جنگ دوم میر احمد خان نظام الدولہ ناصر جنگ شہید سوم سید محمد خان امیر الممالک صلابت جنگ چہارم میر نظام علیخان آصفجاہ ثانی پنجم میر محمد شریف خان برہان الملک بسالت جنگ ششم میر مغل علیخان ناصر الملک واضح ہو کہ نواب آصفجاہ کو جس مقام پر غسل دیا تھا عارضِ وفات میں وہ جائے اُنکی خیمہ گاہ تھی لہذا وہاں چار دیواری بنی ہوئی ہے خاص و عام اُسکو مغسل نواب کہتے ہیں۔ موضع بڑگانوں و موضع پیپل گانوں بطور جاگیر واسطے مصارفِ اخراجات عرس اور خادمانِ مغسل کے اس وقت سے آج تک بحال ہیں اور ناظمِ صوبہ اورنگ آباد علاقہ سرکار آصفیہ کے تحت حکم مستند ہیں

نواب غازی الدین خان فیروز جنگ علیہ الرحمۃ

خلفِ اکبر نواب آصفجاہ کے تھے دہلی میں بحضوری بادشاہ دین پناہ بخطاب امیر الامرائی سرافرازی

رکھتے تھے بتاریخ سوم رجب ۱۱۶۵ ہجری خلعت ناظمی صوبجات دکن سے سرافراز ہو کر دار الخلافت سے
روانہ ہوئے اور اثنائے راہ میں ہولکر قوم مرہٹہ بھی مع فوج کثیر رفیق ہو گیا تھا بتاریخ بستم ذی قعدہ
سنہ مذکور امیر الامراد اخل اورنگ آباد ہوئے اور براہ فریب غنیم ہولکر نے سند عطائے ملک خاندیس
کی بعوض کمک کے درخواست کی بسبب ناواقفی امیر الامرا کے ملک عظیم ناحق مفت جاتا رہا۔ بعدہ
یکایک امیر الامرا نے بتاریخ ۷ ذی الحجہ سنہ مذکورہ بمرگ مفاجات اس دنیائے فانی سے انتقال
کیا بعض نے مرض ہیضہ اور بعض نے مسموم ہونا گمان کیا ہے۔ رفقا انکی نعش دہلی لے گئے انکے
فرزند میر شہاب الدین مخاطب عماد الملک دہلی میں تھے

نواب نظام الدولہ امیر احمد علیخان بہادر ناصر جنگ شہید علیہ الرحمۃ

بعد رحلت نواب آصفجاہ کے صدر آرائے مسند نظامت جملہ شش صوبجات دکن ہوئے بوقت نیابت
باجے راؤ غنیم کو مغلوب کیا تھا لہذا انکی حین حیات تک غنیم پر انکا خوف و رعب رہا ناصر جنگ حسب
الطلب احمد شاہ بادشاہ دہلی کے دریائے نربدا تک پونہچے تھے لیکن بعد ازان بادشاہ نے حکم سابق کو
منسوخ فرمایا پس وہاں سے مراجعت کی اور بعزم تنبیہ ہدایت محی الدین خان مظفر جنگ کے جو نواسہ
نواب آصفجاہ کا اولاد سے امیر الوزرا نواب سعد اللہ خان سے تھا لشکر ستر ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادہ
ہمراہ لے کر اورنگ آباد سے بندر پھلچری کو پانسو کوس کی مسافت طے کر کے پونہچے اور مظفر جنگ کو
زندہ گرفتار کر لیا۔ بعد ازان ناصر جنگ بوجہ موسم بارش آرکاٹ میں تشریف فرما رہے قضا را ہمت خان
وغیرہ افغانان کرناٹک نے باتفاق نصاری پھلچری کے سولھویں تاریخ محرم ۱۱۶۴ ہجری کو شبخون مار کر
ناصر جنگ کو شہید کیا بعضے اہل توفیق نے انکے رفیقوں سے انکی نعش کے تابوت کو روضہ شاہ
برہان الدین اولیا میں پونہچایا اور قریب مرقد نواب آصفجاہ کے مدفون کیا تاریخ آزاد صاحب کی تصنیف سے ہے

نواب عدل گستر و عالی جناب رفت	فرصت نداد تیغ حوادث شتاب رفت
در ہفدہم زماہ محرم شہید شد	تاریخ گفت نوحہ گرے آفتاب رفت ۱۱۶۴

بعد شہادت ناصر جنگ کے مظفر جنگ کو قید سے رہا کر کے اہل لشکر نے ریاست دکن پر مقرر کیا

اور پھلچری سے ارادہ حیدرآباد کا کیا لیکن خون ناحق نے ناصر جنگ شہید کے اُن نمک حراموں کے دلوں کو نفاق سے بھر دیا تھا تا بحدیکہ آپس میں نوبت جنگ وجدال کی پونہچی اور مظفر جنگ وہمت خان وغیرہ سب مقتول ہوئے اور ان اللہ عزیز ذو انتقام (ابراہیم سورہ) کا ایفائے وعدہ پورا پورا ہوا۔ ناصر جنگ شہید جناب میر غلام علی آزاد سے اپنے اشعار میں صلاح لیتے تھے۔ دیوان ناصر جنگ کا مطبع صرف خاص میں مطبوع ہوا ہے بعضے طبع زاد سے نواب شہید کے یہ اشعار ہیں۔

نگاہِ انتخابی میکنی بر من سرت گردم	ولہ	تو اے جان از کجا آموختی این قدردانی را
با ہمہ یکسان بود آمیزشِ روشن دلان		برخورد آئینہ بر یک وجہ زشت و خوب را
چشمِ عاشق را نباشد احتیاجِ طوطیا		بوئے پیراہن جواہر سرمہ شد یعقوب را
ناصر از ممنوسنے بالِ کبوتر فارغم		می برد تا یار رنگِ رفتہ مکتوب مرا

امیر الممالک نواب صلابت جنگ آصف الدولہ سید محمد خان بہادر علیہ الرحمۃ

بعد شہادت ناصر جنگ کے فرمان روائے ملکِ دکن ہوئے اور راجہ رگھناتھ داس کو مدار المہام مقرر فرمایا اور نصاریٰ فرانسیس ملازمانِ مظفر جنگ کو اپنے رفیقوں میں شریک کرکے داخلِ اورنگ آباد ہوئے بتاریخ گیارہ ذی الحجہ ۱۱۶۴ھ ہجری وہاں سے بقصد تنبیہ بالاجی کے رونق بخش احمد نگر ہوئے جب قریب دار الحرب پونہ کے پونہچے بتاریخ ۲ محرم ۱۱۶۵ھ ہجری میں غنیم نے پچاس ہزار سوار سے مقابلہ کیا اور بہادرانِ اسلام کے ہاتھ سے اسکو شکست نصیب ہوئی۔ شب چہار دہم محرم فرانسیس مذکور نے توپخانہ آتش بار وقت خسوف قمر فوجِ غنیم پر شبخون مارا اور اُنکے لشکرِ کثیر کو آتشِ دوزخ کی طرف بھیجا۔ بالاجی پرستشِ خسوف میں مشغول تھا برہنہ سر اسپ برہنہ پشت پر سوار ہوکر میدانِ جنگ سے فرار ہوا اور تمام ظروفِ طلائی پرستش کے اور اشیائے بیش قیمت مالِ غنیمت اہلِ اسلام کے ہاتھ آیا۔ آخر الامر فیما بین ہر دو لشکر عظیم صلح قرار پائی نواب صلابت جنگ متوجہ حیدرآباد کے ہوئے۔ اثنائے راہ میں سپاہ نے میدان قصبۂ بھالکی میں ۱۳ جمادی الاخری سنہ مذکورہ میں راجہ رگھناتھ داس کو قتل کیا نواب صلابت جنگ نے حیدرآباد پونہچکر رکن الدولہ اور صمصام الدولہ کو اورنگ آباد سے

طلب فرمایا اور رکن الدولہ کو مدار المہام مقرر فرمایا جس وقت کہ امیر الامرا فیروز جنگ فرزند اکبر نواب آصفجاہ کے۔ پیشگاہ سے احمد شاہ بادشاہ دہلی کے ناظم صوبجات دکن مقرر ہو کر اورنگ آباد میں پہنچے تھے فقط ابعد سترہ دن کے راہی ملکِ آخرت ہوئے۔ نواب صلابت جنگ نے اُنکے مقابلے کے لیے جانب اورنگ آباد کوچ فرمایا تھا اور فیروز جنگ نے ہولکر قوم مرہٹہ سے باقرار مدد و معاونت سندِ عطائے ملک خاندیس و جالنہ و سنگمنیر لکھدی تھی نواب صلابت جنگ نے بعد عزل رکن الدولہ کے صمصام الدولہ شاہنواز خان اورنگ آبادی کو خدمتِ مدار المہامی سے سرفراز کیا اُنھوں نے چار سال تک انتظام درست رکھا اور حسب رائے صمصام الدولہ کے نواب میر نظام علیخان آصف جاہ ثانی ناظم صوبہ برار سنہ ۱۱۶۹ ہجری میں مقرر ہوئے اور نواب بسالت جنگ صوبہ داری بیجاپور پر بھیجے گئے اور سنہ ۱۱۷۱ ہجری میں معزولی صمصام الدولہ نواب بسالت جنگ برہان الملک وکیل مطلق مدار المہام مقرر ہوئے بعد نواب آصفجاہ ثانی صوبہ برار سے رونق افزائے اورنگ آباد ہوئے اور مہمات ریاست اپنے قبضۂ اقتدار میں لائے ہر گاہ بسالت جنگ کا لقب وکیل مطلق مقرر ہوا تھا آصفجاہ ثانی کا لقب ولیعہد مقرر ہوا حیدر جنگ جو مختار کار موسی بوسی سرکردہ فرانسیس کا تھا نواب صلابت جنگ کو خلاف واقع سمجھا کر صمصام الدولہ کو مقید کرایا اور نواب آصفجاہ کو صوبہ داری حیدر آباد پر بھیجنے کی صلاح دی اور ابراہیم خان گاردی وغیرہ اہل لشکر آصفجاہ ثانی کو موسی بوسی کے علاقہ میں شامل کردیا آصفجاہ ثانی نے اُسکی عداوت کی طرز دیکھکر مصاحبانِ خاص کو اُسکے تدارک کے واسطے اشارہ فرمایا تھا۔ بتاریخ سوم رمضان روز پنجشنبہ سنہ ۱۱۷۱ ہجری میں حیدر جنگ کو خیمۂ خاص میں طلب فرمایا نواب آصفجاہ ثانی نے بعضے اپنے رفیقوں کی سفارش اُس سے کی اور بارادۂ بیت الخلا خود وہاں سے اُٹھ گئے سہراب جنگ مشیر الملک نے شکایت اُسکی شروع کی کہ خیر خواہان سرکار و نمکخواران قدیم کی قدر دانی نہیں کرتا ہے مزاج اُسکا گرم ہوا اور سخت جواب دینا چاہا۔ قمقام جنگ نے پشت کیطرف سے اُسکے دونوں ہاتھوں کو پیچ دیکر شکنجہ کردیا اور زبردست خان اور شہسوار جنگ نے دو ضرب جمدہر متصل یکدیگر اُسکے شکم میں ماردیئے کہ کام اُس کا تمام ہوگیا اور سہراب جنگ نے ایک ضرب شمشیر اُسکے سر پر ایسی ماری کہ مغز سرکشی اُسکے دماغ سے نکل گیا۔ گلزار آصفیہ میں میر اصغر علیخان

بعوض نواب قمقام جنگ جو لکھا ہے تو یہ خلاف توزک آصفیہ نہیں ہے اسواسطے کہ میر اصغر علیخان
خود قمقام جنگ ہی کا نام ہے اور صاحب گلزار آصفیہ نے میر موسیٰ خان اور راجہ ڈہل داس کو بھی
اُن رفقاے با اخلاص میں داخل کیا ہے توزک آصفیہ اور رشید الدینخانی میں یہ دونوں نام نہیں ہیں
لیکن رشید الدینخانی میں مندرج ہے بموجب قول میر عالم بہادر راجہ پرتاب ونت نے شمشیر چلائی
لیکن مضمون مابعد سے گلزار آصفیہ کے واضح ہوتا ہے کہ راجہ پرتاب ونت وڈہل داس کا ہی خطا
ہے الغرض حسب الغرض محمد غوث خان کے آصفجاہ ثانی فی الفور گھوڑے پر سوار ہوکر خیمہ کے
عقب سے باہر تشریف فرما ہوئے اور رفقائے موصوف و محمد غوث خان وغیرہ ہمراہِ رکاب سعادت
انتساب ہوئے جوانان بار علاقہ حیدر جنگ صدہا بندوقیں مارتے رہے لیکن حمایت حافظ حقیقی
شامل حال رہی اور نواب آصفجاہ ثانی وہاں سے روانہ ہوکر بتاریخ ۱۳ شہر رمضان المبارک تشریف
فرمائے دار السرور شہر برہان پور ہوئے - ہر گاہکہ ابراہیم خان گاردی کو جبراً قہراً حیدر جنگ نے نواب
آصفجاہ ثانی سے علیحدہ کر دیا تھا اب وہ خدمت عالی میں آصفجاہ ثانی کی حاضر ہوا اور بال امرائی
کہ متعلق باغ عالم آرا بیگم کے ہے مقام خیمہ گاہ اقبال و اجلال ہوئی - اور زیارات سے مزارات اولیا
امد کے مشرف ہوئے اور حصول ملاقات سے اکابر مشائخین و بزرگان دین کی لشکر دعاؤں کا ہمراہ
لے چلے - اور تیغ جنگ بہادر خلف امام جنگ ابو الخیر خان مرحوم برہان پور میں سعادت ملازمت سے
مشرف ہوکر مورد عنایات بے غایات ہوئے اور اکابر شہر برہان کے محمد انور خان قطب الدولہ و شیخ
شمس الدین و شیخ عبد اللہ و حافظ محمد حفیظ اللہ وغیرہ نے نذرانہ داخل کیا اور بروز عید الفطر بتجمل شاہانہ
واسطے ادائے نماز عید کے عید گاہ برہان پور میں رونق افزا ہوئے بعد نماز عید میر علی اکبر خان بہادر
کو منصب چار ہزاری مع خطاب بہادری اور اُنکے فرزند صدر الدین خان کو نیابت والد پر برہان پور
میں سرفراز فرمایا اور حشمت جنگ کو مع فرزند نظامت بلدہ پر اور محمد بہادر خان کو داروغۂ عدالت
مقرر فرمایا - اور توپخانہ آتشبار کی درستی کے واسطے شیخ امین الدین احمد کو برہان پور میں چھوڑ کر
نواب آصفجاہ ثانی طرف قصبۂ باسم صوبۂ برار کے نہضت فرما ہوئے اور نواب صلابت جنگ نے
مع بسالت جنگ و فرانسیس وہاں سے جانب حیدرآباد کوچ فرمایا اور نواب آصفجاہ ثانی ملک برار

میں بمقام آنکولہ وغیرہ جانوجی ولد رگھوجی بھوسلہ سے جنگ وجدال کرتے ہوئے غرہ ربیع الثانی کو
رونق بخش شہر برہان پور ہوئے اور توپخانہ لشکر فیروزی اثر کو ساتھ لے کر ارادہ ناگپور کا فرمایا سپاہ
غنیم کنارہ پورنا پر واسطے جنگ کے جمع ہوئی تھی آتش فشانی سے توپ ہائے رعد صدا اور بانہائے
شہاب ثاقب کے سب شیاطین درہم و برہم ہو گئے۔ بعدہ بوقت نیم شب حسب الحکم عالی سیدی عنبر خان
و قادر خان نے مرہٹوں پر مثل بلائے آسمانی شبخون مارا اور ہزاروں کو قتل کیا تا بحدیکہ بھونسلہ و کلانڈیا
حالت بدحواسی میں بے زین گھوڑوں پر سوار ہو کر میدان جنگ سے فرار ہوئے لشکر اسلام مال غنیمت
سے بہرہ اندوز ہوا۔ جانوجی بذریعہ راجہ بہادر پرتاب ونت کے حاضر خدمت نواب آصفجاہ ثانی ہوا اور
نذر اور پیشکش داخل سرکار کیا۔ اور سہراب جنگ بھی راؤ بالاجی سے تصفیہ مہمات کر کے جواہر و فیلان
کوہ پیکر وہاں سے لیکر سعادت ملازمت سے بہرہ مند ہوئے۔ نواب آصفجاہ ثانی نے امور کلیات
میں سہراب جنگ سے مشورہ فرمایا سہراب جنگ نے عرض کی کہ صلاح دولت و مناسب وقت یہ
ہے کہ تشریف فرمائے حیدر آباد ہو کر حضوری نواب صلابت جنگ میں قیام فرمایئے کہ سررشتہ اجرائے
جزئیات کا شیرازہ دفتر کل سے وابستہ ہے جب امور کلیات قبضہ اقتدار میں رہے تو سب جزئیات اسکے
احاطہ میں ہیں۔ پس بعد طے ہونے امورات صلح کے راستے سے نرمل کے رونق افزائے بلدہ حیدر آباد
ہوئے اور فیما بین نواب صلابت جنگ کے اور نواب آصفجاہ ثانی کے اتفاق کامل ہوا اور نواب
صلابت جنگ صوبہ داری بیجاپور پر روانہ ہوئے۔ اور ۱۸ شہر ربیع الاول ۱۱۷۳ھ ہجری میں قلعہ احمد نگر
تخت گاہ سلاطین نظام شاہیہ بسبب سازش قوی جنگ ولد ترکتاز خان قلعہ دار نمک حرام کے تحت
تصرف میں غنیم کے جاتا رہا اور دوسرا نمک حرام مسمی ابراہیم خان گاردی کہ نوکر نواب آصفجاہ ثانی کا تھا
امورات جنگ سے بقواعد فرنگ واقف تھا خدمت عالی سے آصفجاہ ثانی کی علیحدہ ہو کر غنیم کا نوکر ہوا
اور غنیم دارالحرب پونہ سے روانہ ہو کر قریب اودگیر کے مقابل عساکر اسلام ہوا فوج غنیم کے ساٹھ ہزار
سوار تھے اور لشکر اسلام کے صرف سات ہزار لہذا نواب صلابت جنگ اور آصفجاہ ثانی نے اودگیر
سے ارادہ قلعہ دھارور کا فرمایا کہ دھارور میں لشکر اسلام موجود تھا مگر گاردی مذکور کے توپخانہ سے اور
فوج غنیم سے چشم زخم عظیم پہنچا۔ اسمعیل خان بنی نے اس وقت بہت جانفشانی کی اور سپہ گردگی

بہادران اسلام ابراہیم خان گاردی کے سر پر پہونچکر گیارہ نشان اُسکے چھین لیے۔ آخر الامر بتقضائے وقت صلح اس صورت پر منعقد ہوئی کہ غنیم نے ساٹھ لاکھ روپیہ کا ملک تعلقات صوبۂ اورنگ آباد وصوبہ بیدر وصوبۂ بیجاپور سے مع قلعہ دولت آباد و شہر برہان پور و قلعۂ آسیر و قلعہ بیجاپور کہ ہر یک تخت گاہ سلاطین اسلام تھا قبضہ و تصرف میں لایا اور سوائے صوبۂ حیدر آباد اور بعضے صوبہ برار اور بعضے صوبہ بیجاپور اور بعضے صوبہ بیدر کے تحت حکومت خاندان آصفیہ کے باقی نرہا۔ لیکن میر نجف علیخان بہادر ذوالفقار جنگ قلعہ دار آسیر نے بنظر حمیت اسلام غنیم کے لوگوں کو قلعہ دینے سے انکار کیا ایک سال تک محاصرہ میں رہکر غنیم سے جنگ کرتے رہے آخرکار بحالت لاچاری بتاریخ بارھویں ربیع الآخر روز جمعہ ۱۱۷۴ ہجری میں صلحاً قلعہ آسیر علاقہ داران غنیم کے تفویض کیا۔ آزاد صاحب نے اسکی یہ تاریخ فرمائی ہے۔

ز شاہ اسلام کافر گرفت	برین شکل فرمان تقدیر رفت
دبیر خرد سال تاریخ آن	رقم زد عجب حصن آسیر رفت

ابتدائے زمان فتح سے نصیر خان فاروقی کے چھ سو ساٹھ سال تک قلعہ آسیر قبض و تصرف میں بادشاہان اسلام کے رہا۔ الحمد للہ کہ بعد انقضائے مدت پندرہ سال کے بتائید و نصرت الٰہی نواب آصفجاہ ثانی نے بار دیگر بتاریخ ۶ جمادی الاولی ۱۱۸۹ ہجری میں قلعۂ دولت آباد کو مفتوح فرمایا امیر حیدر نے یہ تاریخ لکھی ہے۔

نظام الملک آصفجاہ ثانی	بزور تیغ و بازو قلعہ بکشاد
امیر از بہر تاریخش رقم زد	نمودہ فتح حصن دولت آباد

جبکہ ملک ساٹھ لاکھ روپیہ کا اور تین قلعہ ہائے بےنظیر مرہٹوں کے قبضۂ تصرف میں جاتے رہے پس لشکر بے شمار اور توپخانۂ فرنگ ہمراہ سے کر ارادہ ہندوستان کا کیا وسواس راؤ ولد بالاجی انکا سردار تھا اور مدار المہام بادو تھا بہت ظلم و ستم ہندوستان میں کیا اور دہلی پر قبض و تصرف اُن کفار بد نہاد کا ہوا تا بحدیکہ قہر الٰہی جوش میں آیا اور احمد شاہ درانی نے کابل سے ہندوستان میں پونہچکر جملہ بت پرستان دکن کو واصل جہنم کیا اور یہ معرکہ ۶ جمادی الاخری ۱۱۷۴ ہجری میں واقع ہوا اس ہیبت سے

بالاجی راؤ جو ملک دکن میں تھا اُنیس ذلیقعد کو فی النار والسقر ہوا اُس کا بیٹا مادھوراؤ تھا اور بھائی اُس کا رگھناتھ راؤ یہ دونوں فوج سنگین مع توپخانہ لیکر پونہ سے نکلے شاہ گڑھ کے میدان میں آصفجاہ ثانی سے مقابلہ ہوا کفار نے راہ فرار اختیار کی آصفجاہ ثانی ۲۲ ربیع الآخر ۱۱۷۵ہجری میں وہاں سے مرہٹوں کا تعاقب کرتے ہوئے قریب پونہ کے پہنچے کنارہ پر دکن کی گنگا کے ایک قصبہ بنام تولجہ ہے وہاں کا بتخانہ توڑکر عمارات منہدم کیں اور قصبہ کو جلا کر خاک سیاہ کردیا قریب تھا کہ پونہ کا بھی یہی حال ہو جاتا لیکن ناصر الملک مغل علیخان فرزند خورد آصفجاہ اول کے اور راجہ رامچندر شریک لشکر غنیم کے ہوگئے اس باعث سے غنیم کی جرأت زیادہ ہوئی اور چار طرف سے جنگ شروع کی بہ ہمہ مجاہدانِ اسلام بکمال دلاوری صفوں میں مخالفین کی داخل ہوئے اور بضربِ شمشیر اعدا کی فوج کثیر قتل کی۔ غنیم نے مقابلہ کی تاب نہ لاکر راہ فرار اختیار کی رگھناتھ راؤ اور مادھوراؤ نے سفیروں کو بھیجکر پیغام صلح کا پیش کیا اور ستائیس لاکھ روپیہ کا ملک صوبہ خجستہ بنیاد اورنگ آباد اور صوبہ محمد آباد بیدر سے عوضِ صلح نواب آصفجاہ ثانی کو دیا وہاں سے شادان و فرحان مظفر و منصور بتاریخ ۱۴ ذی الحجہ ۱۱۷۵ہجری میں رونق افزاے قلعہ بیدر ہوئے اور بسبب مصلحتِ وقت نواب صلابت جنگ کو عزلت گزین و گوشہ نشین کردیا اور جمیع مہمات ریاست اپنے قبضہ اقتدار میں رکھے نواب صلابت جنگ نے بیسویں ربیع الاول ۱۱۷۶ہجری میں قید ہستی سے مخلصی حاصل کی میر اولاد محمد ذکا نے یہ تاریخ وفات لکھی ہے۔

خدیو دکن روح والاے او	بہ پرواز از دام محنت شدہ
رقم کرد تاریخ فوتش ذکا	امیر الممالک بجنت شدہ

جناب نواب غفران مآب نظام الملک آصفجاہ ثانی میر نظام علیخان بہادر فتحجنگ علیہ الرحمۃ

۱۱۴۳ہجری میں تولدِ مبارک جناب کا ہوا اور بقول شاہ تجلی علیصاحب تزک آصفیہ حفیظ الدین احمد نام تاریخی ہے۔ حین حیات جناب غفرت مآب میں بخطاب اسد جنگ نامور ہوئے تھے اور واسطے تنبیہ مرہٹوں کے بھی اُن کو مامور کیا تھا اُس وقت نجیب الدولہ اتالیق ہمراہ رکاب سعادت تھے۔

پس بندگانِ عالی جسوقت سعید میں رونق بخش قلعہ بیدر تھے فرمانِ شاہ عالم ثانی بادشاہ دہلی کا
درباب تفویضِ ناظمی صوبجات دکن بنامِ نامی و اسمِ سامی نواب آصفجاہ ثانی شرف صدور لایا بدست
تعظیم لے کر ریاست کو بالاستقلال آرایش تازہ و زیب بے اندازہ دی اور اجرائے جمیع امورات
مالی و ملکی منحصر راجہ پرتاب ونت برہمن ججر بیدی ساکن سنگمینہ پر رہے۔ اس عرصہ میں درمیان مادھو راؤ
اور رگھناتھ راؤ کے مخالفت ہوئی رگھناتھ راؤ تین صفر ۱۱۷۶ ہجری میں پونہ سے ناسک کو چلا گیا۔
محمد مراد خان بہادر اورنگ آبادی نے ناسک پہنچکر رگھناتھ راؤ سے ملاقات کی۔ جب لوگوں کو معلوم
ہوا کہ محمد مراد خان صاحب فوج طرف سے نواب آصفجاہ ثانی کے واسطے کمک رگھناتھ راؤ کے آئے
ہیں بہت لوگ رگھناتھ راؤ کے شریک ہوگئے اور مادھو راؤ کو بوقت مقابلہ شکست حاصل ہوئی نواب
آصفجاہِ ثانی خود بہ نفس نفیس واسطے اعانت اور کمک رگھناتھ راؤ کے شہر بیدر سے روانہ ہوئے لہذا
رفع مناقشہ ہوگیا اور مادھو راؤ طالب امان ہوکر اپنے چچا رگھناتھ راؤ سے مل گیا۔ رگھناتھ راؤ ماہ
جمادی الاول میں باریاب حضور بندگانِ عالی ہوا اور بعوض اعانت کے اسناد ملک پچاس لاکھ روپیہ
کی مع قلعہ دولت آباد پیش کی۔ لیکن راجہ پرتاب ونت نے بمقتضائے حسد محمد مراد خان کے اِس
تجویزِ صلح کو برہم کردیا اور بندگانعالی کو رگھناتھ راؤ کی معطلی کے لیے صلاح دی اور جانوجی ولدِ کھوجی
بھونسلہ کو طمع دی کہ میں تم کو بجائے رگھناتھ راؤ کے قائم کردیتا ہوں اِس اُمید پر جانوجی کو ملازم رکاب
بندگانِ عالی کے رکھا اور اس وقت میں مغل علیخان ناصر الملک غنیم کی ناقدردانی سے آزردہ ہوکر ماہ
شعبان سنہ مذکور میں حاضر حضور بندگانِ عالی ہوئے بعدہ بندگانِ عالی نے لشکر عظیم واسطے تنبیہ
رگھناتھ راؤ کے روانہ فرمایا رگھناتھ راؤ طاقت مقابلہ سرکار عالی کی نہ رکھتا تھا غارتگری ملک کی جو شیوہ
غنیم کا تھا اختیار کی اور تیس ہزار سوار لیکر بلدہ اورنگ آباد پر پہنچا موتمن الملک ناظم صوبہ نے
باوصفِ فوجِ قلیل کے بکمال ہوشیاری انتظام محافظت شہر کا بخوبی کیا غنیم نے بیرونِ بلدہ کی
آبادی پر دست تعدی و غارتگری دراز کیا اور حصار شہر پناہ کے متصل چند نردبان اور فیلان کوہ
تمثال لاکر اندرون بلدہ داخل ہونے کا ارادہ کیا۔ لیکن ہمت خان و محمد باقر خان اور اہل شہر نے
ضرب سے بندوقوں اور تیروں کی کفار کو اسفل السافلین میں پہنچایا تابحدیکہ عین معرکہ جنگ میں

فیلبان رگھناتھ راؤ کا تیر و تفنگ کے زخموں سے مارا گیا رگھناتھ راؤ خاک حسرت سر پر ڈالتا ہوا بھاگا اور طرف بگلانہ اور صوبہ برار کے بارادہ تاخت و تاراج روانہ ہوا بعدہ ۲۶ شعبان سنہ مذکور کو بندگان عالی رونق افزائے اورنگ آباد ہوئے پھر وہاں سے کوچ فرماکر بمنازل طولانی غرہ رمضان کو قریب بالاپور پونہچے غنیم وہاں سے فرار ہوکر جانب حیدر آباد روانہ ہوا۔ بندگان عالی نے اُس کا تعاقب بے فائدہ سمجھکر توجہ دارالکفر پونہ کی طرف کی اور لشکر ظفر پیکر جوق جوق علحدہ علحدہ واسطے تاخت و تاراج ملک غنیم کے مقام احمد نگر سے روانہ فرمایا اور خود بدولت و اقبال نے بنفس نفیس قریب پونہ کے دو کوس کے فاصلہ پر خیمہ مبارک قائم فرمایا باشندگان پونہ خبر آمد عساکر ذی جاہ و جلال سنکر سب اپنے مکانات خالی کرکے دیگر اطراف کے قلاع و قریات و بقاع و جبال قلب میں چلے گئے تھے۔ حکم عالی نے شرف صدور پایا کہ عمارات پونہ تمام جلاکر خاک سیاہ کردی جاویں اور لشکر فیروزی اثر نے اضلاع و اطراف پونہ و ملک کوکن کو تاخت و تاراج سے ویران کردیا اور لاکھوں روپوں کی عمارتیں لقمۂ آتش غضب الٰہی ہوگئیں۔ دہلی اور ہندوستان میں جو مرہٹوں نے ظلم کیا تھا اُسکی یہ سزا فی الفور ہوگئی۔ میر اولاد محمد ذکار نے تاریخ اس واقعہ کی لکھی ہے

آصف جاہ دوم سلیمان اعلام	آبادئ قوم برہمن سوخت تمام ۱۱۷۶ھ
تاریخ سنوز شعلہ طبع ذکار	آتش زد پونہ را سپاہ اسلام

آمدیم بر نیکہ رگھناتھ راؤ ملک برار سے نکلکر بتاریخ غرہ ذی قعدہ حیدر آباد پر حملہ آور ہوا اور شہر لینے کی فکر میں بہت خاک چھانی لیکن شجاع الدولہ بہادر دل خان اورنگ آبادی ناظم صوبہ حیدر آباد نے خوب انتظام اور بندوبست شہر کا رکھا اور بضرب توپ و تفنگ مقام جہاد میں جمیع اہل بلدہ ثابت قدم رہے اور غازیان اسلام نے بہت کفار کو ہیمۂ آتش جہنم بنادیا آخر کار رگھناتھ راؤ نے راہ فرار اختیار کی۔ بعدہ جب موسم بارش قریب ہوا بندگان عالی نے پونہ سے مراجعت فرمائی اور محمد آباد بیدر میں چھاؤنی کا ارادہ فرمایا۔ جبکہ تشریف فرمائے قلعۂ دھارور ہوئے جانوجی بھونسلہ جو ہمراہ رکاب تھا اُسنے راجہ پرتاب ونت سے کہا کہ اورنگ آباد پر چھاؤنی مقرر ہونا بہتر ہے پونہ اور ناگپور وہاں سے قریب ہیں۔ بندگان عالی نے یہ تجویز حسب صلاح راجہ بہادر کے منظور فرمائی۔ جب لشکر گنگا گوداوری سے کے

کنارہ پر پونہچا بسبب طغیانی کے حضور نے مع نصف لشکر عبور فرمایا اور راجہ پرتاب ونت بہادر اور باقی لشکر کا عبور دوسرے روز پر منحصر رہا۔ جانوجی بسبب ہم جنس ہونیکے رگھناتھ راؤ سے سازش رکھتا تھا راجہ بہادر سے بتیس ۳۲ کوس علیحدہ ہو گیا لہذا رگھناتھ راؤ راجہ کے مقابلے پر فی الفور پونہچ گیا اور ہنگامۂ عظیم جنگ و جدال کا گرم ہوا راجہ پرتاب ونت اس معرکہ میں مقتول ہوا۔ حضور نے ارادہ تنبیہ رگھناتھ راؤ کا فرمایا لیکن بصلاح ارکان دولت صلح فیمابین مقرر ہوئی اور میر موسیٰ خان رکن الدولہ خلعت مدار المہامی سے سرافراز ہوئے اور معین الدولہ سہراب جنگ ناظم صوبۂ برار مقرر ہوکر روانہ ہوئے اور ۱۱۸۰ھ ہجری میں حیدر علیخان رئیس کرناٹک عرف بہادر صاحب حضور بندگان عالی کی ملازمت سے بذریعۂ رکن الدولہ مشرف ہوئے اور حضور انکی مدد اور کمک کرتے رہے لیکن محمد علیخان والاجاہ نے بندگان عالی کی موافقت سرکار انگریزی سے ہونا مصلحت وقت سمجھکر ۱۱۸۱ھ ہجری میں سلسلہ جنبان مصالحت ہوئے لہذا رکن الدولہ مدراس کو گئے اور انعقاد صلح کیا۔ اور سفیر انگریزی مسٹر اولی صاحب رزیڈنٹ کو مع تحائف مرسلۂ گورنر صاحب بہادر ہمراہ لیکر آئے اور دوسری شوال کو دربار میں پیش کیا۔ بعدہ بندگان عالی بتاریخ ۹ شعبان ۱۱۸۲ھ ہجری میں بلدۂ حیدرآباد سے طرف قلعۂ ادگیر کے تشریف فرما ہوئے اور راجہ رامچندر مفسد کو رکن الدولہ نے حکمت عملی سے گرفتار کیا اور غرۂ محرم ۱۱۸۳ھ ہجری میں قلعۂ نرمل کا محاصرہ فرمایا اور بعد سرکشی کے زمیندار عاجز ہوکر نرمل سے نکل گیا۔ ضابط جنگ ابراہیم بیگ دہونسہ نے حسب الحکم حضور قلعہ پر قبضہ کیا اور خطاب ظفر الدولہ ومنصب دو ہزاری سے سرافرازی ہوئی اور ۲۷ جمادی الاول کو اسمعیل خان پنی ناظم ایلچپور صوبہ برار مقرر ہوئے اور ۱۲ جمادی الاول ۱۱۸۵ھ ہجری میں بسبب امساک باران رحمت کے بندگان عالی واسطے نماز استسقا کے عیدگاہ میں رونق افروز ہوئے اور بکمال عجز وانکسار دعا بارگاہ کبریا میں کی اُس سال ایسے زور وشور کی بارش ہوئی کہ رود موسیٰ کو بہت طغیانی ہوئی اور ماہ جمادی الثانی میں صاحبزادہ کبیر عالیجاہ کی شادی کا جشن صبیہ بسالت جنگ سے بتکلف تمام جلوہ ظہور میں آیا اور بتاریخ ۲۶ ذی الحجہ ڈھونڈو پنڈت کو راجہ رایان کا خطاب عنایت ہوا اور خدمت سے پیشکاری رکن الدولہ کی بجائے راجہ جگدیو کے سرافراز ہوئے اور بتاریخ دہم شعبان ۱۱۸۶ھ

حضور بندگان عالی واسطے تنبیہ رگھناتھ راؤ ولد باجی راؤ کے جو پونہ پر قابض و متصرف ہو کر طلبگار
چوتھ کا ہوا تھا تشریف فرمائے محمد آباد بیدر ہوئے وہاں دو روز تک جنگ ہوئی طرفین کی سپاہ
مقتول و مجروح ہوئی آخر الامر صلح فیمابین مقرر ہوئی۔ تزک آصفیہ میں مندرج ہے کہ ماہ صفر ۱۱۸۱ھ
ہجری میں بمقام اورنگ آباد کیفیت پیدا ہونے فرزند نارائن راؤ مقتول رئیس ملک پونہ کی حضور
میں ساماجی اور سیونت پنڈت نے عرض کی اور لشکر بسرکردگی ظفر الدولہ وغیرہ واسطے تنبیہ گھناتھ
راؤ کے روانہ فرمایا اور حضور وہاں سے روانہ ہو کر بتاریخ ۲۳ ماہ مذکور رونق بخش آہو باغ شہر برہان پور
ہوئے اتفاقاً بتاریخ ۱۲ ماہ مذکور دریابائی زوجہ جانوجی بھونسلہ کا اسباب نقد و جنس بمقام لال
باغ پر مفسدوں نے لوٹ لیا تھا جب حضور کی پناہ لی ہریرام پنڈت نے حسب الحکم حضور تجسس
کر کے بہت اسباب واپس دلایا اُسکے ہمراہی لوگ اس معرکہ میں جو زخمی ہوئے تھے بذریعہ جراحان
سرکاری اُن کا معالجہ ہوا بعد ازاں حضور نے وہاں سے مراجعت فرمائی اور بتاریخ ۲۴ ربیع الثانی
داخل اورنگ آباد ہوئے اور بتاریخ ۶ صفر ۱۱۸۹ھ ہجری میں رکن الدولہ حاضر دربار ہوئے سے
فیضو گاروہی نے بلا تامل یکایک ضرب کٹار اُسکے پہلو میں ماردی کہ اُن کا کام تمام ہو گیا دوسرے
دن بندگان عالی نے شرف الدولہ برادر رکن الدولہ کے خیمے میں تشریف فرما ہو کر کلمات تعزیت و
تسلی فرمائے اور جاگیر وغیرہ بحال رہی۔ بعد قتل رکن الدولہ کے ظفر الدولہ نے شکایت غیر واقع
اسمٰعیل خان پنی کی حضور میں عرض کی اور اجازت تنبیہ و تادیب کی حاصل کی خان موصوف جریدہ
بغیر فوج کے آئے تھے بمقتضائے شجاعت چند رفیقوں کے ساتھ بسواری اسپ شمشیر بدست
ظفر الدولہ کے لشکر پر مثل پروانہ حملہ آور ہوئے اور توپخانہ آتشبار سے تجاوز کر کے ظفر الدولہ کے
ہودج تک پونہچ گئے اور بہت لوگوں کو قتل کیا جبکہ بے شمار زخم جسم پر پونہچے ظفر الدولہ کے لوگوں
نے سرتن سے جدا کیا۔ بعدہ ظفر الدولہ حضور سے بخطاب مبارز الملک سرافراز ہوا اور واسطے
صلابت خان اور بہلول خان فرزندان اسمٰعیل خان کے حضور سے سفارش کی چنانچہ انکو سرپیچ
مرصع اور جاگیر و منصب سے سرافرازی حاصل ہوئی۔ بندگان عالی زیارت سے حضرت شاہ
عبدالرحمٰن قدس اللہ سرہ کی ایلچپور پونہچکر مشرف ہوئے وہاں سے روانہ ہو کر خجستہ بنیاد اورنگ آباد

میں چھاؤنی کی اور میر جملہ نصیر جنگ کو بخطاب عظیم الدولہ وصوبہ داری اورنگ آباد سرافراز فرمایا اور وہاں سے روانہ ہوکر بتاریخ چہارم جمادی الثانی سنہ ۱۱۹۰ ہجری میں رونق افزائے دارالسلطنت حیدرآباد ہوئے اور تیغ جنگ بہادر کو حکم نگہداشت فوج کا دیا اور معین الدولہ سہراب جنگ قلعۂ اوسہ اپنی جاگیر سے بلدہ میں حاضر ہوکر شریک مشورہ امورات ریاست رہتے تھے حسب معروضہ ظفرالدولہ بذریعۂ وقارالدولہ پھر قلعہ اوسہ کی طرف روانہ کیے گئے اور تیغ جنگ بہادر بخطاب شمس الدولہ و منصب پنجہزاری سرفراز ہوئے بلکہ خود حضور نے خلعت مدار المہامی سے بھی سرافراز کرنا چاہا تھا لیکن بمقتضائے بے طمعی و عالی ہمتی و دور بینی قبول نہ کیا اور اکثر عرض کرتے رہے کہ معین الدولہ سہراب جنگ کمال لیاقت اس خدمت کی ادائیگی کی رکھتے ہیں لہذا حضور نے اُنکو طلب فرمایا چنانچہ معین الدولہ حاضر بلدہ فرخندہ بنیاد ہوئے اور بتاریخ ۸ شعبان سنہ ۱۱۹۳ ہجری میں بندگان عالی کی ملازمت سے مشرف ہوئے اور امورات سترگ سلطنت کو حضور پرنور باتفاق آرائے شمس الدولہ و معین الدولہ اجرا فرماتے تھے اور شمس الدولہ بخطاب شمس الملک اور معین الدولہ کو بخطاب مشیر الملک سرفرازی حاصل ہوئی۔ اگرچہ مشیر الملک عقلمند اور کاردان تھے لیکن انصاف اور خوف احکم الحاکمین اُنکے عہد حکومت میں کم تھا اس لحاظ سے حضور نے بھی یکایک اُنکو مختار کل نہ کردیا لیکن ہرگاہ کہ اُس وقت میں اتنا بھی کوئی کارگزار تجربہ کار نہ تھا اسواسطے ان ہی سے کام لیتے رہے اور بتاریخ ۲۸ رمضان المبارک سنہ ۱۱۹۵ ہجری دولتخانہ بن شمس الامرا تیغ جنگ کے فرزند ارجمند قمر آسمان امارت شمس الامرائے ثانی محمد فخرالدین خان بہادر کا تولد ہوا اور سنہ ۱۱۹۶ ہجری میں واسطے احتشام جنگ مفسد و لد ظفرالدولہ کے نواب تیغ جنگ کو حکم عالی ہوا۔ تیغ جنگ نے حسام الدین خان عرف گھانسی میاں کو قلعۂ نرمل پر بھیجا بعدہ بتاریخ ۶ ذی الحجہ خود بدولت بنفس نفیس متوجہ قلعۂ نرمل ہوئے اور احتشام جنگ زخمی ہوا آخرکار شکست پائی اور قدمبوسی کے واسطے حاضر ہوا حضور نے بنظر ترحم عفو جرائم فرمایا۔ بعد ازان بتاریخ ۲۲ محرم سنہ ۱۱۹۷ ہجری بتقریب شادی سوائی مادھوراؤ کے صاحبزادۂ ولیعہد نواب سکندر جاہ بہادر کو حسب استدعا پنڈت پردہان کے حضور نے پونہ کو روانہ فرمایا۔ بعد مراجعت صاحبزادہ ممدوح بندگان عالی مع صاحبزادہ ۴ رجب روز جمعہ سنہ مذکور کو داخل فرخندہ بنیاد حیدرآباد ہوئے

اور مشیر الملک کو مقدمات مالی وملکی میں مختار کل مقرر فرمایا اور راجہ دیانت رائے اور راجہ مانت ونت کو دفتر دیوانی دکن اور دفتر مال مدار المہام سے رجوع کرنے کا حکم ہوا اور بتاریخ ۱۴ رجب ۱۲۰۴ھ ہجری بندگان عالی بارادہ تنبیہ ٹیپو سلطان فرزند حیدر علیخان عرف بہادر صاحب رئیس کرناٹک کے بمقام زیبا باغ یعنی گور دھنداس کے باغ میں نزول اجلال فرمایا وہاں ژالہ باری وتگرگ ریزی سے اہل لشکر کو تکلیف پونچی اور خیمہ جات پارہ پارہ ہوگئے لہذا وہاں ایک مہینا مقام فرماکر طرف پانگل کے کوچ فرمایا وہاں چھاؤنی مقرر ہوئی اور بتاریخ ۲۵ ربیع الثانی ۱۲۰۵ھ ہجری میں شمس الامرا تیغ جنگ نے بعارضہ سل سفر عالم بقا اختیار کیا حضور نے اُنکے فرزند نواب محمد فخرالدین خان بہادر کو لشکر فیروزی اثر میں طلب فرمایا اور خطابات شمس الدولہ شمس الملک شمس الامرا مع جمیع جاگیرات تیس لاکھ روپیہ کے سرافراز فرمایا اور بسبب صغرسنی کے اُنکی نیابت پر اُنکے ماموں امجد الملک بہادر مقرر ہوئے۔ اور سردار الملک وامام الملک واعظم الملک سرداران پایگاہ کو بھی بحال رکھا اور بتاریخ ۱۴ شعبان اشجع الملک خانخانان عارضہ خفقان سے ملک آخرت کو پونہچے ۲۳ تاریخ ماہ مذکور کی اُنکے فرزند حیدر یار خان بہادر کو حضور نے خدمت موروثی وخلعت دیوانی بادشاہی مع خطاب منیر الدولہ منیر الملک سرافراز فرمایا اور سنہ مذکور میں سرکار انگریزی وٹیپو سلطان کی بارہا جنگ ہوتی رہی چنانچہ افواج سرداران مرہٹہ اور سرکار آصفیہ کے سرداروں میں سے اسد علیخان مظفر الملک وراجہ تیج ونت وفوج پایگاہ خاص واسطے کمک سرکار انگریزی کے شریک تھی اول قلعہ بنگلور سرکار انگریزی کے قبضے میں آیا ٹیپو صاحب وہاں سے پسپا سرینگ پٹن کی طرف روانہ ہوئے۔ جوانان اسد اسد جو چیلے ٹیپو صاحب کے تھے انھوں نے بہت سواران ترپ انگریزی کو قتل کیا۔ آخرالامر لارڈ گورنر صاحب بہادر نے لشکر آصفیہ سے استعانت چاہی پس فوج سرکار آصفیہ چیلوں پر غالب ہوئی ٹیپو سلطان مغلوب ہوکر لال باغ اور گنجام کی طرف واپس ہوا۔ گورنر صاحب بہادر نے اس فتح عظیم کی تہنیت حضور بندگان عالی کو لکھی اور جناب نواب سکندر جاہ بہادر صاحبزادہ بلند اقبال اور مشیر الملک اعظم الامرا اور میر عالم بہادر بھی واسطے کمک سرکار انگریزی کے ان معرکوں میں شریک رہے۔ آخرالامر ٹیپو سلطان نے لاچار ہوکر چند تعلقات اور چند کروڑ روپیہ نقد دیکر صلح کی ازانجملہ ایک کروڑ روپیہ نقد

اور بعضے تعلقات سرکار آصفیہ میں بھی داخل ہوئے اور باقی سرکار انگریزی اور سرکار پیشوا پنڈت پردہان میں تقسیم ہوئے۔ اس عرصہ میں قحط عظیم ملک دکن و گجرات و برہان پور و خاندیس و ہندوستان و پنجاب میں واقع ہوا دانہ غلہ نایاب ہوجانے سے ایک روپیہ دو روپیہ سیر کا نرخ ہوگیا اور کہیں پانچ روپیہ چھ روپیہ تک نوبت پونہچی دکاکین بقالان بازار کی فاقہ کشوں کے بلوہ میں غارت و تاراج ہوئیں اہل بلوہ نے دروازہ پنج محلۂ خاص کا جلادیا۔ حضور پرنور نے براہِ ترحم واسطے ارزانی نرخ غلہ کے حکم فرمایا اُس وقت غلہ فی روپیہ دو سیر چار سیر سیر ہونے لگا اور بتاریخ ۱۲ شعبان ۱۲۰۸ھ ہجری میں مرتضی یار خان مشیر الدولہ عرف مالی میاں نے عالمِ شباب میں جہان فانی کو وداع کیا آنکے والد اعظم الامرا مشیر الملک کو رنج عظیم ہوا۔ حسب معروضۂ میر عالم بہادر حضور نے صاحبزادۂ عالیقدر سلیمان جاہ کو جو اُسوقت چھ مہینے کی عمر رکھتے تھے اعظم الامرا کی گود میں دیا۔ اس تدبیر سے اُن کا غم غلط ہوا اور حواس قائم ہوئے۔ پس بندگان عالی بارادۂ تنبیہ اہل پونہ کے متوجہ محمد آباد بیدر ہوئے۔ پھر وہاں سے ۱۱ جمادی الاول ۱۲۰۹ھ ہجری میں طرف پونہ کے ارادہ فرمایا اور ۱۹ شعبان ۱۲۰۹ھ ہجری سے ہنگامۂ جدال و قتال گرم ہوا ہزاروں سپاہی طرفین کے مقتول و مجروح ہوئے قریب وقت تھا کہ فتح و ظفر قرین حال بندگانِ عالی ہوتی مگر یکایک فوج کمک مرہٹوں کی پہنچی بعضے نمک حراموں نے بسبب عداوت اعظم الامرا کے مرہٹوں سے سازش کرکے اعانت میں لشکرِ فیروزی اثر کے تغافل کیا لہذا بہت سرداران جان نثار شہید ہوئے پس چند نشانہائے لشکر ظفر پیکر جو مرہٹوں کے قبضے میں گئے تھے روشن خان و مظفر الملک و منصور الدولہ نے بکمالِ جانفشانی مخالفین سے چھین لیے۔ بعد ازاں تاریکی شب مانع جنگ و جدال ہوئی بندگانِ عالی میدانِ جنگ سے قلعہ کھرلہ میں تشریف فرما ہوئے۔ کشن راؤ وکیل پنڈت پردہان کا حاضر ہوا اور بنظر رفاہِ خلایق واسطے مصالحت کے عرض کی کہ مادہ اس جنگ کا مشیر الملک کی کارروائیوں سے میدان میں آیا ہے اسواسطے اُنکو اہل پونہ کے حوالہ کردینا مناسب ہے کہ بار دیگر تکرار و نزاع دونوں سرکاروں میں ظاہر نہو چنانچہ بتاریخ نہم رمضان المبارک صلحنامہ لکھا گیا اور مشیر الملک اہل پونہ کے حوالے کیے گئے اور بتاریخ ۱۲ ماہ موصوف حضور بندگان عالی نے قلعہ کھرلہ سے مراجعت فرمائی اور بتاریخ

ساتوین شوال رونق بخش بلدۂ حیدرآباد ہوئے۔ پس حسب معروضۂ ابوالقاسم میر عالم بہادر جمعیت انگریزی کا نوکر رکھنا واسطے استحکام اساس موافقت فیمابین سرکارین کے اور ہونے رعب وخوف کے مخالفانِ بدخواہ پر مقرر ہوا۔ بعد ازان چند مفسدانِ بداندیش نے صاحبزادۂ کبیر علیجان کو واسطے بغاوت کے آمادہ کیا اور بتاریخ نہم ذی الحجہ عین شب عرفہ شہر حیدرآباد سے روانہ محمدآباد بیدر ہوئے سدا سیو ریڈی و غالب جنگ و سیف جنگ و بدیع اللہ خان ناظم جنگ وغیرہ ناتجربہ کار لوگ مصاحبین ہمراہ صاحبزادہ کے گئے۔ بندگانِ عالی نے براہِ شفقت پدری خوش رقم خان کو مع عنایت نامہ مہری جناب بخشی بیگم صاحبہ بمضمون پند ونصائح واطاعت کے روانہ فرمایا لیکن عالیجاہ نے باغوائے رفقائے بدسرشت کے اُسکے تعمیل نکی۔ بعد ازان حضور نے واسطے تادیب صاحبزادہ کے مسمی ریمو عرف موسی رحمو فرانسیس کو مع فوج باقاعدہ کے اور جمعیت انگریزی کو بسرکردگی میر عالم بہادر واسطے سے طلب فرماکر روانہ کیا اور سردار الملک گھانسی میان وغیرہ علاقہ داران پایگاہ کو بھی واسطے فہمایش صاحبزادہ کے بھیجا۔ الحاصل علاج فہمایش مفید نہ ہوا اور باغیان بدکیش نے مقابلہ اور مقاتلہ شروع کیا آخرالامر لشکرِ سرکاری کی تاب مقاومت نہ لاکر سب مفسدان بدبخت منتشر ہوگئے اور عالیجاہ بیدر سے اورنگ آباد کو بکمال خوف وہراس روانہ ہوئے جب موسی ریمو وغیرہ وارد اورنگ آباد ہوئے عالیجاہ نے واسطے عفو تقصیر کے حضور پُرنور سے معافی چاہی اور موسی ریمو سے عہد و میثاق لیکر عازم بارگاہ بندگانِ عالی ہوئے اثنائے راہ میں بعارضۂ تپ محرقہ دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے بعضوں کا قول ہے کہ اس حرکتِ بیجا کی ندامت سے زہر کھالیا۔ جب نعش اُنکی میر عالم بہادر اور موسی ریمو لیکر آئے بندگانِ عالی کو بہت غم والم ہوا اور حسب الحکم حضرت سید حسن برہنہ صاحب کی درگاہ میں مدفون ہوئے۔ اور جبکہ مشیر الملک اعظم الامرا پونہ میں پونہچے اتفاقات سے زمانہ ناپائدار کے وہان کے ارکان دولت میں اختلافات پیدا ہوئے اور بعد فوت سوائی مادھوراؤ کے جلوس باجی راؤ کا مسندِ پیشوائی پر پونہ کے ہوا۔ پس مشیر الملک اس وقت کو مغتنم سمجھکر بحسن تدبیر اہل کاروں سے موافقت حاصل کرکے گزاشت چوتھ صوبۂ محمدآباد بیدر کی لیکر ۱۲۱۱ سنہ بارہ سو گیارہ ہجری میں پونہ سے طرف حیدرآباد بیدر کے روانہ ہوئے۔ حضور پرنور اُنکی ملاقات سے بہت محظوظ ہوئے اور خطاب ارسطوجاہ وکیل مطلق مختار

دولتِ آصفیہ سے سرافراز فرمایا اور ۱۲۱۲ھ ہجری میں بندگانِ عالی بعارضۂ لقوہ و فالج بیمار ہوئے معالجہ عرصۂ دراز تک جاری رہا بفضلہ تعالیٰ افاقہ حاصل ہوا۔ اور اس سال میں سرکار انگریزی کا ارادہ واسطے استیصال ٹیپو سلطان کے مقرر ہوا میر ابوالقاسم میر عالم بہادر و ہادی الدولہ بہرام جنگ وغیرہ مع آٹھ ہزار سوار و چار پلٹن واسطے اعانت سرکار انگریزی کے حیدرآباد سے روانہ ہوئے واضح ہو کہ آصفجاہ ثانی بادشاہِ ہندوستان کی طرف سے ناظمِ صوبجات دکن مقرر تھے ظاہراً ٹیپو صاحب کی عدم اطاعت مضمون بغاوت تھی۔ اس قسم کی جنگ بار ہا فیما بین اہل اسلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانۂ خلافت سے جاری ہے اور باغیوں کا قتل کرنا آیۂ شریفہ سورۂ حجرات سے روشن ہے فقاتلوا التی تبغی حتی تفیئ الی امر اللہ یعنی فرقۂ باغیہ سے جنگ کرو تاکہ وہ حکمِ الٰہی کی اطاعت کرے۔ لیکن گروہِ باغی بسبب خطائے اجتہادی کے اپنے حق پر سمجھتے ہیں لہٰذا دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتے۔ پس ہر گاہ کہ ٹیپو صاحب کو بندگانِ عالی بار ہا نصائح واسطے اطاعت اور اتفاق کے فرماتے رہے مگر بمقتضائے کم عمری و صحبتِ ناتجربہ کاران اپنی شجاعت اور جمعیت پر اعتماد رکھکر خود بدولت و اقبال سے اور سرکار انگریزی اور مرہٹوں سے عداوت رکھی۔ جبکہ ان سب کا اتفاق ہو گیا اور وقت موعود پونہچ گیا آخر الامر واقعۂ ناگزیر شہادت ٹیپو سلطان کا ۱۲۱۳ھ ہجری میں ظہور پذیر ہوا تاریخ اس سانحہ عظیم کی کسی نے لکھی ہے ع "ٹیپو بوجہ دینِ محمد شہید شد" بعد انفراغ مہم مذکور لشکر سرکار عالی اور سرکار انگریزی کی مراجعت ہوئی۔ اور بوقت سفارت کرک پاترک حشمت جنگ رزیڈنٹ صاحب بہادر کی چھاونی فوج انگریزی کی قریب تالاب حسین ساگر کے مقرر ہوئی۔ اور بنیاد سکندرآباد کی عمارات کی اور کوٹھی رزیڈنسی کی عمارات کی شروع کی گئی اور الوال وغیرہ مقامات پر چھاونی فوج کنٹنجنٹ کی قائم ہوئی اور ۱۲۱۴ھ ہجری میں جشن صاحبزادۂ ولیعہد جناب نواب سکندر جاہ بہادر کا جہان پرور بیگم صاحبہ دختر نیک اختر سیف الملک مالی میان فرزند اعظم الامرا مشیر الملک سے بتکلف تمام و حسنِ مالا کلام انجام پذیر ہوا۔ اور بعد اس جشن کے شادی شہباز الملک کی دوسری صبیہ سے سیف الملک کی بکمال خوبی انجام پائی اور اس سال میں شادی منیر الملک کی صبیہ نواب میر ابوالقاسم میر عالم بہادر سے ہوئی اور ۵ محرم ۱۲۱۵ھ ہجری میں سردار الملک

گھانسی میاں ناحق مقتول ہوئے اور قاتلوں کا حال معلوم نہوا مادہ تاریخ یہ ہے ع داخل مجلس حسین شہید، بعدہ اس سال میں جشن شادی نواب شمس الامرا محمد فخرالدین خان بہادر کا صاحبزادی حضور بشیر النسا بیگم صاحبہ سے زینت بخش فرخندہ بنیاد حیدرآباد ہوا۔ اور شادی جمال النسا بیگم صاحبہ صاحبزادی جناب نواب سکندرجاہ بہادر کی رفیع الملک محمد تاج الدین خان بہادر ابن خاندان نواب صورت سے ہوئی اور شادی کمال النسا بیگم صاحبہ دوسری صاحبزادی جناب ممدوح کی میر معین الدین حسین خان امتیاز الدولہ خلف ممتاز الامرا جاگیردار قلعۂ کلیان سے جلوۂ ظہور میں آئی اور ۱۲۱۶ ہجری میں جناب ممدوح کے محل مبارک میں صاحبزادۂ والا قدر میر تفضل علیخان سیف الملک عرف میر بادشاہ کی بطن جہان پرور بیگم صاحبہ سے ولادت ہوئی اور ۱۲۱۶ ہجری میں نواب شمس الامرا کے محل میں فرزند ارجمند محمد فرید الدین خان کا بطن سے بشیر النسا بیگم صاحبہ کے متولد ہوا خود بدولت واقبال واسطے ملاحظۂ فرزند صاحبزادی کے نواب شمس الامرا کے گھر میں رونق بخش ہوئے اور ۱۲۱۸ ہجری میں مزاج عالی جناب آصفجاہ ثانی کا اکثر بیمار رہا آخر الامر بعارضۂ جسمانی دار فانی سے طرف عالم جاودانی کے بتاریخ سترھویں ربیع الثانی روانہ ہوئے اور صحن میں مکہ مسجد کے مدفون ہوئے دروازہ بالین مزار کی جالی پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

برروح پاک میر نظام علی مدام	خوانند با وضو ہمہ اشخاص فاتحہ
این مصرع عجیب دو تاریخ را بخوان	مستوجب بہشت و باخلاص فاتحہ

لقب جناب کا بعد وفات غفران مآب قرار پایا بوقت رحلت چھ صاحبزادگان عالیقدر موجود تھے۔ اول ولیعہد جناب نواب سکندرجاہ بہادر ثانی فریدوں جاہ۔ تیسرے جہاندار شاہ۔ چوتھے اکبر جاہ پانچویں سلیمان جاہ۔ چھٹے کیوان جاہ۔ مدت سلطنت جناب نواب غفران مآب کی بیالیس برس او سن شریف ستر برس چھ مہینے سترہ دن۔ واضح ہو کہ معنی لفظ بندگان عالی اور بندگان حضرت بعض لوگ قلب اضافت سمجھکر عالی بندگان کہتے ہیں لیکن قلب اضافت میں کسرۂ اضافت موقوف ہو جاتا ہے۔ مثل شاہجہان وجہان شاہ دپناہ عالم و عالم پناہ و مرد نیک و نیک مرد۔ پس اس مضمون کو غور کرنا چاہیے کہ آداب والقاب میں بادشاہ کے انشائے خلیفہ وغیرہ میں مندرج ہی موقف

عرض ناصیہ سایانِ بارگاہ میرسانند۔ بموقفِ عرض مقتبسان محفل نور آگین وملتمسان انجمن تزئین بندگا
حضرت قدر قدرت میرسانند فقط یعنی عرضیگزار کا مضمون یہ ہے کہ کمال عجز وکسر نفسی سے کہتا ہے کہ
میں بادشاہ سے عرض حال کرنیکی قابلیت نہیں رکھتا ہون خدمتگاروں اور ملازمین سے اپنا مدعا
عرض کرتا ہون تاکہ وہ لوگ بادشاہ سے عرض کریں۔ پس بندگانِ عالی سے مقصود بندگان جناب
عالی بادشاہ ہے اور بندگانِ حضرت کا مطلب بندگانِ حضور بادشاہ ہے۔ یہ لفظ کمال ادب کا ہے
اور حقیقت میں خود بادشاہ بالذات مخاطب ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ حافظ کا فرمودہ ہے۔

بملازمانِ سلطان کہ رساند این دعارا		کہ بشکرِ بادشاہی زنظر مران گدارا

صیغۂ نہی واحد سے ظاہر ہے کہ مخاطب فقط سلطان ہے

جناب نواب سکندر جاہ میر اکبر علیخان بہادر نظام الملک آصفجاہ ثالث علیہ الرحمۃ

۱۱۸۲ ہجری میں ولادت باسعادت جناب کی واقع ہوئی آغاز سن شعور سے ہمراہ رکاب حضرت
غفران مآب کے پیشوا اور ہمیش قدم رہتے تھے۔ قوت بازوئے شجاعت میں داستانِ رستم واسفندیار
دل سے بہادروں کے محو کردی۔ بعد رحلت جناب غفران مآب کے اگرچہ مسند نشینی قبول نفرماتے تھے
لیکن بہزار الحاح وزاری نائی اعظم الامرا ارسطوجاہ مدار المہام کے بسواری عماری دولتخانہ قدیم سے براہ
چارکمان رونق بخش دولتخانہ خاص ہوئے۔ اس وقت خواصے خاص میں راجہ راجندر رگھوتم راؤ پیشکار
سرکار افتخار یاب رہے اور ارسطوجاہ بسبب غم والم جناب غفران مآب کے حاضر دربار نہ تھے حضور
بندگان عالی اُنکے مکان میں تشریف فرما ہوئے اور دستار اپنے دست مبارک سے اُنکے سر پر باندھی
اور نذر جواہر گزرانیدہ اُنکی قبول فرماکر دولتخانہ خلوت مبارک میں اُنکو ہمراہ لے کر آئے اور مسند سلطنت
پر جلوس فرماکر جملہ ارکانِ دولت وامراواعزا کی نذریں قبول فرمائیں بعدہ رونق افزائے محل ہوئے
اور بعد ادائے تعزیت نذریں خدمت میں محلات جناب غفران مآب کے یعنی حضرت بخشی بیگم صاحبہ وحضرت
تہنیت النسا بیگم صاحبہ کے پیش کیں اور فریدون جاہ وغیرہ جمیع برادران جو کہ تین تین ہزار روپیہ
ماہوار پاتے تھے چار چار ہزار روپیہ تنخواہ ہر ایک کی مقرر فرمائی۔ ارسطوجاہ نے سرورنگر بس جو نو آباد تھا

ضیافت حضور پر نور کی مقرر کی اور جواہر عمدہ اور دوشالہ ہائے بیش قیمت و فیلان و اسپان انواع واقسام داخل سرکار کیے اور فرمان عالی شان شاہ عالم ثانی بادشاہ ہندوستان کا دہلی سے واسطے استقلال ریاست موروثی کے پونہچا بندگان عالی استقبال فرمان موصوف کے لیے بلدہ سے باغ لنگم پلی میں تشریف فرما ہوئے اور ہاتھ سے ایلچی کے لے کر دست مبارک سے بجائے جیغہ کے حسب دستور بزرگوں کے رکھا اور بتاریخ ۲۸ ماہ محرم روز چارشنبہ ۱۲۱۹ھ ہجری میں ارسطوجاہ نے بعارضۂ تپ محرقہ دنیائے فانی سے کوچ کیا۔ دو مہینے تک راجہ راجندر رگھوتم راؤ پیشکار سرکار اجرائے امورات ریاست کرتے رہے۔ بعدہٗ حضور بندگان عالی نے میر ابوالقاسم میر عالم بہادر کو بتاریخ ۵ ربیع الثانی سنہ الیہ خلعت مدارالمہامی سے سرافراز فرمایا اور بعد انتقال دختر کلان میر عالم بہادر کے نواب منیر الملک کی شادی اُنکی دوسری صاحبزادی سے بتاریخ ۲۵ ربیع الاول ۱۲۲۰ھ ہجری میں حسن انصرام پائی اور بتاریخ گیارہویں ماہ شوال کو تولد محمد رفیع الدین خان بہادر عمدۃ الملک فرزند نواب شمس الامرا کا نوربخش اہل جہان ہوا۔ بعد ازان راجہ مہیپت رام کہ پیشکار حضور بندگان عالی کا بوقت صاحبزادگی مقرر تھا اور اخیر عہد میں جناب غفران مآب کے واسطے انتظام صوبہ برار وغیرہ کے روانہ ہوا تھا بعد جلوس حضور کے بلدۂ حیدرآباد میں آیا اور مستقل مدارالمہام ہونیکی ہوس بیفائدہ کی میر عالم بہادر نے واسطے عہدۂ پیشکاری کی مشار الیہ کی فہمایش کی لیکن وہ اپنے خیال سے باز نہ آیا۔ آخر میر عالم بہادر نے باتفاق رائے رزیڈنٹ سدنم صاحب بہادر کے حضور سے عرض کر کے مہیپت رام کا اخراج کردیا اور بجائے اُسکے حسب الحکم حضور راجہ گوبندبخش برادر خرد راجہ چندولال کو لشکر ضلعداری کا سردار مقرر فرمایا اور راجہ چندولال بتاریخ ۲۲ صفر ۱۲۲۱ھ ہجری بعہدۂ پیشکاری سرافراز ہوئے اور میر عالم بہادر نے اس سال میں تین لاکھ روپیہ واسطے تعمیر تالاب کے صرف کر کے ایک لاکھ روپیہ نہر بنانے میں صرف کیا۔ اب تمام شہر ہمیشہ اُسکے پانی سے سیراب ہے۔ ہرگاہ کہ میر عالم بہادر صاحب علم وفضل تھے دین و دنیا کی بہتری کے کام اُن سے ظہور میں آئے ہیں چنانچہ مسافرخانجات پختہ اکثر قصبات و قریات میں میر صاحب موصوف نے بے شمار بنوائے ہیں کہ ابتک قائم اور موجود ہیں اور اکتیسوین تاریخ رمضان المبارک ۱۲۲۹ھ ہجری محمد سلطان الدین خان بہادر فرزند نواب شمس الامرا بہادر کی ولادت باسعادت ہوئی اور بتاریخ ۲۲ رمضان

سنہ ۱۲۲۳ ہجری محمد رشید الدین خان بہادر فرزند نواب شمس الامرا بہادر بوقت مسعود عالم وجود میں داخل ہوئے اور ۱۲۳۰ ہجری میں محمد فرید الدین خان بہادر فرزند کلان نواب شمس الامرا بہادر کے کم عمری میں انتقال کرگئے، ۱۲۳۲ ہجری میں باجے راؤ پیشوا رئیس ملک محی آباد پونہ کی اور سرکار انگریزی کی ناموافقت ہوئی۔ واضح ہو کہ پیشتر مقام پونہ ایک موضع تھا سلطان اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ خلد مکانی نے جب اورنگ آباد کو ایک شہر عظیم بنایا مقام پونہ پر بھی لشکر رہتا تھا وہاں بھی بہت آبادی ہوگئی۔ سرگاہ کہ نام اصلی بادشاہ کا محی الدین تھا نام اُس لشکرگاہ کا محی آباد مقرر فرمایا۔ لیکن جیسا کہ شاہجہان بادشاہ نے شہر جدید آباد کر کے نام اُس کا شاہجہان آباد رکھا اگرچہ دہلی قدیم کی آبادی علحدہ تھی لیکن اُس شہر جدید کو بھی دہلی کہتے ہیں۔ ایسا ہی پونہ جو قدیم نام تھا وہی نام مشہور رہا لفظ محی آباد مرہٹوں کی زبان سے کہاں ادا ہو سکتا تھا اور تعصب سے مرہٹوں نے نہ کہا اور عالمگیر بادشاہ نے قلعہ ستارہ اور شہر بیجاپور و بلدۂ حیدر آباد بزور شمشیر حکام سابق سے لیکر اپنے قبضہ تصرف میں لائے تھے۔ بعد وفات بادشاہ ممدوح کے سلطنت میں ضعف آیا۔ اور مرہٹوں کی حکومت بعضی ملکوں میں قائم ہوگئی اور لشکر بادشاہی سے جدال و قتال جاری رہا چنانچہ عہد نواب آصفجاہ ثانی تک بھی سلسلہ جنگ کا قائم تھا لیکن سرکار آصفیہ نے سرکار انگریزی سے شرائط صلح برابر قائم رکھیں اور اتحاد فیما بین آجتک باقی ہے اور مرہٹوں نے اپنے نشۂ دولت کے تکبر سے عہد ناموں کی تعمیل میں سرکشی کی لہذا سرکار انگریزی نے سرکار آصفیہ سے کمک اور اعانت طلب کی۔ سبب اس کا یہ تھا کہ اقوام نایکان و پنڈھارے و بھیل و قطاع الطریق باشندگان کوہستان ست پڑا وغیرہ اخیر عہد سے حضرت غفران مآب کے رہزنی کرتے تھے اور اتعلقات صوبہ اورنگ آباد و صوبہ برار وغیرہ ممالک محروسہ سرکار عالی اور عملداری سرکار انگریزی کے قصبات و دیہات میں علانیہ ڈاکہ زنی شروع کی تھی۔ سرکار آصفیہ سے حسب صلاح ارسطو جاہ کے راجہ مہیپت رام واسطے انکے انتظام کے سرکردہ مقرر کیا گیا۔ چودہ ہزار جوانان باقاعدہ علاقہ موسی ریمو فرانسیس کے اور جوانان عرب و رہیلہ و سواران جملہ چالیس ہزار تحت حکومت راجۂ مذکور مقرر ہوئے۔ سوائے انکے بہت جمعدار پیشہ اور اُمرائے عالی مراتب مثل سبحان خان و محمد صلابت خان نواب الیجبود

وغیرہ بھی شریک تنبیہ و تادیب مفسدانِ مذکور کے رہتے تھے اور دس ہزار لشکر سرکار انگریزی کا بھی
اُن بدمعاشوں سے بندوبست کے لیئے تحت حکومت کرنل مکلین صاحب وغیرہ کے تھا حب مالکم
صاحب وغیرہ صاحبان انگریزی نے بغور و تامل دریافت کیا کہ یہ فتنہ و فساد عظیم باجی راؤ والی ملک
پونہ وغیرہ کی طرف سے ہے اور عملداری مرہٹہ میں پنڈھارے وغیرہ مفسدوں کو پناہ ملتی ہے
باجے راؤ وغیرہ مرہٹوں کو سرکار انگریزی نے واسطے قتال و جدال مفسدان مسطور کے مجبور کیا
اور چار ہزار سوار باجے راؤ کے تحت حکومت سرکار انگریزی نے واسطے کمک کے طلب کیے۔
باجے راؤ نے قبول نہ کیا تا بحدیکہ فیمابین نوبت جنگ و جدال کی پونہچی آخر الامر مغلوب ہوکر مالکم
صاحب کے قبضے میں آگیا ایک لاکھ روپیہ ماہوار مقرر ہوگئے اور قصبہ بٹور قریب بنارس جائے
سکونت تجویز ہوئی اور تمام ملک سرکار پیشوا تحت حکومت پونا اور ملک رگھوجی بھونسلہ یعنی ناگپور وغیرہ
تحت حکومت سرکار انگریزی داخل ہوگیا۔ اور رقم چوتھ بابت زمینداری مرہٹوں کی ملک برار
وغیرہ سے موقوف ہوگئی۔ کسی ظریف نے تاریخ اِس واقعے کی بربنائے بے ثباتی دنیا کہی تھی۔
ہو ہو ہو تھو ۱۲۳۳ اور بتاریخ سلخ ذی الحجہ ۱۲۳۷ھ ہجری چند جاہل پٹھان مہدوی مسجد میں منڈی کے متصل
ڈیوڑھی میر عالم بہادر کے ناحق مذہب کی تکرار پر جھگڑ پڑے اور جناب مولوی عبدالکریم صاحب کو
بکمال ظلم و شرارت شہید کیا۔ لہذا بتاریخ تیسری محرم روز جمعہ آغاز ۱۲۳۸ھ ہجری میں اہل سنت و
جماعت مکہ مسجد میں جمع ہوئے اور بطلب قصاص خون شہید موصوف طرف چنچل گوڑہ کے جو
مسکن اُن مفسدوں کا تھا بعد نماز جمعہ روانہ ہوئے شام تک معرکہ عظیم جنگ و جدال فیمابین قائم
رہا طرفین کے سپاہی اور سردار بہت مقتول و مجروح ہوئے۔ چنانچہ دو سردار اس طرف کے
منصور خان اور نیاز بہادر خان شہید ہوئے اور طوطی خان اور صالح محمد خان زخمی ہوئے اور مفسدان
بدطینت میں سے سید نصرت وغیرہ مقتول ہوئے۔ پس حضور بندگان عالی نے جمعیت انگریزی
کو واسطے اخراج اُن مفسدین کے حکم فرمایا چنانچہ مارٹین صاحب بہادر رزیڈنٹ بذات خود مع بارنٹ
صاحب و صدرلین صاحب و فوج باقاعدہ سواران و پیادہ و دس ضرب توپ قلعہ کشا ہمراہ لیکر
چنچل گوڑہ کا محاصرہ کیا۔ پٹھان لوگ رعب و خوف سرکار سے گھبرا کر مع اسباب قلیل اور متعلقین

اپنے اوطان اور اطراف واکناف میں چلے گئے اور چنچل گوڑہ خالی ہوگیا اور سنہ ۱۲۳۹ ہجری میں راجہ چندولال نے محمد علیخان صاحب و محمد شاکر خان صاحب فرزندان محمد شاہباز خان برادرزادگان محمد جمال خان لوہانی کو جو تعلقدار اور عالی ہمت تھے مع طوطی خان وغیرہ علاقہ داران کو حضور پر نور سے عرض کرکے ریاست سے خارج کرادیا۔ اور ظاہر ان پر یہ الزام رکھا گیا کہ اکبر جاہ سے موافقت باطن میں رکھکر ارادہ فساد کا ریاست میں رکھتے ہیں چنانچہ ان دونوں صاحبوں نے مع کارخانہ برہانپور میں جاکر اقامت اختیار کی۔ آخر الامر علی محمد خان نے بتاریخ مبارک بارھوین ماہ ربیع الاول سنہ ۱۲۴۶ھ میں انتقال کیا حضرت شاہ بھکاری صاحب کا عرس اس تاریخ ہوتا ہے نماز جنازہ بعد مغرب چند ہزار آدمیوں نے ادا کی اور امامت نماز مولوی سید جلال الدین عرف اللہ والی صاحب نے کی۔ مؤلف عاصی بھی شریک جماعت مسطور تھا اور قریب گنبد حضرت ممدوح کے مدفون ہوئے اور سنہ ۱۲۴۲ ہجری میں حکیم الحکما محی الدولہ مولوی عزت یار خان صاحب کو چار افغان مہدوی نے چارکمان میں ہر سواری بہانہ سے ملاحظہ کرنے نبض کے شہید کردیا۔ نواب مبارز الدولہ بہادر صاحب زادہ عالیقدر کے زیر محل یعنی کوٹلۂ عالیجاہ کیطرف سے قاتلان مذکور نے بھاگنے کا ارادہ کیا تھا چنانچہ قاتلوں کو نواب ممدوح نے قتل کیا اور ایک چنپا دروازہ سے شہر کے باہر نکل گیا اور بتاریخ سترھویں ذی قعدہ روز شنبہ سنہ ۱۲۴۴ ہجری میں جناب نواب سکندر جاہ آصفجاہ ثالث بعارضۂ استسقا دنیائے ناپائدار سے طرف عالم دار القرار کے روانہ ہوئے اور جملہ صغیر و کبیر کو غمگین چھوڑ گئے حضرت مولوی میر شجاع الدین حسین صاحب و مولوی محمد حیدر صاحب لکھنوی و قاضی محمد ذو الفقار خان صاحب و جمیع علما و مشائخین و امرا و ارکان دولت شریک تجہیز و تکفین تھے اور صحن مکہ مسجد میں مدفون ہوئے۔ بعد رحلت جناب ممدوح کا لقب مغفرت منزل مقرر ہوا جناب ممدوح عالم منقول و معقول تھے اکثر مطالعہ کتب عربی جاری رہتا۔ کتاب تمامۂ والا میں اکثر خوشنویس بیش قرار مواجب پر حاضر رہتے اور عمدہ نایاب کتابوں کی نقل کرتے۔ عدل و انصاف کا لحاظ حسب شرع شریف بہت رکھتے شجاعت و زور آوری میں کوئی اپنا نظیر نہ رکھتے۔ گلزار آصفیہ میں مفصل حال جناب کا مندرج ہے۔ چھاؤنی سکندرآباد کی آبادی باسم سامی حضرت مغفرت منزل نواب سکندر جاہ بہادر کے آغاز ہوئی۔ جناب فیض مآب کے نو صاحبزادہ

عالیقدر تھے اول ولیعہد جناب ناصر الدولہ میر فرخندہ علیخان بہادر اور نواب صمصام الدولہ میر بشیر الدین علیخان بہادر اور نواب مبارز الدولہ میر گوہر علیخان بہادر اور نواب سیف الملک میر تفضل علیخان بہادر عرف میر بادشاہ اور نواب منور الدولہ میر منور علیخان بہادر اور نواب ذوالفقار الدولہ میر ذوالفقار علیخان بہادر اور نواب قطب الدولہ میر محمود علیخان بہادر اور نواب قمر الدولہ میر داد علیخان بہادر اور نواب مظفر الدولہ میر فتح علیخان بہادر۔ یہ تاریخات مقبرہ والا پر کندہ ہوئی ہیں۔

چون سکندر جاہ از آفاق رفت	ہر مکان شد از غمش بیت الحزن
برکشیدم آہ گفتم سال او	راہی فردوس شد شاہ دکن ۱۲۴۴ھ

ایضاً

بود شاہ دکن سکندر جاہ	در سلاطین ہند بے ہمتا
عادل و باذل و شجیع و جری	معدن خلق کان علم و حیا
چون بگلگشت باغ جنت رفت	داغ حسرت گذاشت بر دلہا
شدہ در ماتمش جہان تاریک	پر شد از غم زارض تا بسما
آمدش از سر الم تاریخ	آہ رفت آفتاب از دنیا ۱۲۴۴

جناب نواب ناصر الدولہ میر فرخندہ علیخان بہادر نظام الملک آصفجاہ رابع علیہ الرحمۃ

تولد جناب کا بمقام شہر محمد آباد بیدر بطن سے حضرت فضیلت النسا بیگم صاحبہ کے ۱۲۰۸ھ بارہ سو آٹھ ہجری میں واقع ہوا اور بعد رحلت جناب مغفرت منزل کے نواب شمس الامرا بہادر و نواب منیر الملک بہادر مدار المہام و راجہ چندو لال بہادر پیشکار سرکار و مارٹین صاحب بہادر رزیڈنٹ حاضر خدمت ہوئے اور بعد ادائے لوازم تہنیت کے نذرین تہنیت سلطنت کی پیش کیں۔ پس دولتخانہ قدیم سے زرد عماری میں سوار خواصے میں دیوان و پیشکار بروز یکشنبہ انیسویں ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ بارہ سو چوالیس ہجری میں رونق بخش دولتخانہ خاص ہوئے اور مسند سلطنت پر ملک دکن کی جلوس فرمایا مارٹین صاحب بہادر مع چند سرداران انگریزی بھی حاضر دربار تھے بعد برخاست تشریف فرمائے محل خاص ہوئے۔ اور

خدمت میں حضرت جہاں پرور بیگم صاحبہ اور حضرت چاندنی بیگم صاحبہ یعنی فضیلت النسا بیگم عرف بی بی صاحبہ کے بعد ادائے لوازم تعزیت کے نذر تہنیت جلوس کی پیش کی۔ بعد ازاں ضیافتیں حضور بندگان عالی کی نواب شمس الامرا و نواب منیر الملک و راجہ چندولال اور مارٹین صاحب رزیڈنٹ بتکلفات تمام بجا لائے اور جشن نوروز میں نواب شمس الامرا کو بخطاب امیر کبیر سرفرازی ہوئی۔ اور اُنکے فرزندوں میں سے محمد رفیع الدینخان بہادر کو عمدۃ الدولہ اور محمد سلطان الدین خان بہادر کو محتشم الدولہ اور محمد بدرالدین خان بہادر کو معظم الدولہ اور محمد رشید الدین خان بہادر کو اقتدار الدولہ مخاطب فرمایا اور نواب منیر الملک کو امیر الامرا خطاب ہوا اور اُنکے فرزندوں میں سے محمد علی صاحب کو شجاع الدولہ اور عالم علی صاحب کو سراج الدولہ اور عبداسد صاحب کو اشجع الدولہ اور صفدر صاحب کو اکرام الدولہ خطابات عنایت ہوئے اور راجہ چندولال کو مہاراجہ بہادر اور اُنکے فرزند راجہ بالا پرشاد کو راجہ دہراج اور نانک بخش کو راجہ بہادر اور غلام حیدر خان کو اقتدار جنگ اور حسن علی خان کوتوال بلدہ کو طالب الدولہ مخاطب فرمایا۔ اور نظام یار جنگ حسام الملک نے بخطاب حسام الامرا خانخانان اعزاز حاصل کیا اور اُنکے فرزند نے بخطاب فخر الملک افتخار پایا اور راجہ گوبند بخش ناظم صوبہ اورنگ آباد مقرر ہوئے اور میر کاظم علیخان بخطاب ممتاز الدولہ اور اُنکے فرزند میر مہدی خان بخطاب سنراوار جنگ سرافراز ہوئے اور میر عباس علیخان عرض بیگی بخطاب اعتصام الملک اور میر اسمعیلخان بخطاب رشید الملک و خدمت دار الانشائے موروثی سے سرافراز ہوئے اور میر محمد سعید خان بخطاب سعید الدولہ اور صارم جنگ بخطاب عزیز الدولہ مشرف ہوئے اور ۱۲۴۶ھ بارہ سو چھیالیس ہجری میں درمیان عربوں اور سکھوں کے جاوخانہ میں راجہ چندولال کے جنگ عظیم ہوئی دوسو سکھ مقتول ہوئے اور قوم سکھ اکثر مغلوب ہو کر برطرف ہوئی اور اپنے اوطان کو روانہ ہوئی اور اُن کا بہت مال کثیر عربوں کو بطور غنیمت مل گیا۔ چھ ہزار عرب ولایتی اور مولد ملازم سرکار عالی علاقہ دیوانی کا اندازہ ہو گیا۔ عبداللہ بن علی مخاطب مدبر جنگ و احمد علی عبادی مخاطب ببر جنگ وغیرہ اُنکے سردار و جمعدار تھے اور ۱۲۴۸ھ بارہ سو اڑتالیس ہجری میں نواب منیر الملک بعارضہ سینہ وبائی رحلت گزیں ہوئے اور ۱۲۴۹ھ بارہ سو انچاس ہجری میں فرمان جناب سلطان محمد اکبر ثانی

بادشاہ دہلی کا بنام نامی بندگانعالی شرف صدور لایا خود بدولت نے حسب دستور قدیم باغ لنگم پلی تک استقبال کیا اور سر وچشم پر رکھا اور ۱۲۵۷ھ بارہ سو ستاون ہجری میں نواب رشید الدین خان کے محل میں صاحبزادہ والا قدر محمد محی الدین خان بہادر خورشید جاہ پیدا ہوئے اور حضور پر نور واسطے ملاحظہ ہمشیرہ زادہ عزیز کے رونق افزائے محل نواب ممدوح ہوئے اور ۱۲۵۹ھ بارہ سو انسٹھ ہجری میں بسبب کثرت سخاوت راجہ چندولال کے مخارج مداخل سے زیادہ ہو گئے اور جملہ سپاہ اور تمامی ملازمین واقربار حضور کو تنخواہ ملنا دشوار ہوا حضور نے جنرل فریزر صاحب بہادر رزیڈنٹ کو طلب فرمایا اور تنہائی میں واسطے انتظام امور ریاست کے مشورہ کیا اور دسوین تاریخ شعبان کی راجہ چندولعل کو خدمت پیشکاری سے معزول فرمایا اور واسطے اخراجات ذات اور خیرات کے تیس ہزار روپیہ ماہوار اُنکے مقرر فرمائے اور اُنکے برادر زادہ راجہ رام بخش کو خدمت پیشکاری سے سرافراز فرمایا اور نواب سراج الملک کو فیمابین سرکار عالی اور سرکار انگریزی کے وکیل مقرر کیا۔ نواب سراج الملک نے رزیڈنٹ صاحب سے زیادہ موافقت حاصل کی اور حسب العرض رزیڈنٹ صاحب کے نواب گورنر جنرل بہادر نے واسطے سراج الملک کے مکرر سفارش کی لہذا بندگان عالی نے اُنکو خلعت مدار المہامی سے بتاریخ ۱۶ ذیقعدہ ۱۲۶۲ھ بارہ سو باسٹھ ہجری بعمر چہل سال سرفراز فرمایا۔ رزیڈنٹ صاحب مع چند سرداران انگریزی بھی بار سرفرازی دیوانی میں حاضر تھے۔ یہ تاریخ کسی نے لکھی ہے ع سراج ملک عدالت وزیر آصفجاہ ۱۲۶۲ھ اور ۱۲۶۴ھ بارہ سو چونسٹھ ہجری میں غرہ محرم سے شیعہ مذہب کے لوگ خلاف عادت الفاظ بے ادبی اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کی شان میں سر بازار کہنے لگے۔ بعض اہل سنت نے ممانعت کی تو جوانان کو کوتوالی نے اُن کو گرفتار کرلیا اور حسن علیخان مخاطب طالب الدولہ کوتوال بلدہ نے اہل سنت کو ناحق مقید کیا لہذا اہل سنت و جماعت اٹھارویں تاریخ محرم کو مکہ مسجد میں جمع ہوئے اور جناب حضرت شاہ سعد اللہ صاحب اور مولوی عبد الرحیم صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب اور سید دلاور علی صاحب قاضی بلدہ حیدر آباد اور مولوی ابراہیم صاحب اور نبیرہ بیگ [illegible] حضرت شاہ موسیٰ صاحب قادری وغیرہ علما و مشائخین شریک مجمع عام ہوئے چنانچہ لڑکا بستی [illegible] داروغہ مکہ مسجد کا وہاں لڑائی تکرار میں مارا گیا اور دو شخص اہل سنت کو علاقہ داران مرزا عباس [illegible]

نے تکرار میں مجروح کیا مکہ مسجد میں سب لوگوں نے اُن زخمیوں کو دیکھکر مرزا عباس کے مکان پر
حملہ کیا مرزائے مذکور وغیرہ بہت لوگ شہید ہوئے۔ آخر الامر نواب شمس الامرا امیر کبیر نے پیشگاہ
حضور بندگانِ عالی میں باریاب ہوکر اس امر کے انتظام کا حکم محکم نافذ فرمایا کہ آیندہ جو کوئی مرتکب
جرم عظیم سبّ صحابہ کا ہوگا گرفتار ہوکر فوراً سپرد دار القضا یا کیا جائے گا۔ اور طالب الدولہ خدمت کوتوالی
سے معزول کیا گیا بجائے اُسکے محمد وزیر کوتوالِ بلدہ مقرر ہوا۔ ہرگاہ کہ انتظام اُمور ریاست نواب
سراج الملک سے بدرستی تمام نہوتا تھا لہذا بندگانِ عالی ناخوش رہتے تھے پس حسب الحکم نواب گورنر
جنرل بہادر واسطے دریافت اُمورات مذکورہ کے کرنل لو صاحب بہادر وارد حیدرآباد ہوئے اور
حال سے بے انتظامی کے صدر میں بھی بخوبی اطلاع ہوگئی۔ بندگانِ عالی نے نواب سراج الملک
کو معزول کیا اور نواب شمس الامرا امیر کبیر کو تاریخ چوتھی ربیع الثانی ۱۲۶۵ھ بارہ سو پینسٹھ ہجری میں
خلعت مدار المہامی سے سرافراز فرمایا جملہ ارکانِ دولت اور رزیڈنٹ فریزر صاحب بہادر مع چودہ
سردارانِ انگریزی اُس دربار میں حاضر تھے۔ مشہور ہے کہ بالا پرشاد ربط پایا اور کسی شاعر نے تاریخ
کہی تھی ع سراج گل شد شمس برآمد ۱۲۶۵، نواب امیر کبیر نے فوج کنٹنجنٹ انگریزی کی تنخواہ ماہ بماہ برابر
دینی شروع کردی اور انتظام کلیات وجزئیات کا اور قطاع الطریق کا اور مفسدوں کا بآئین شائستہ
عمل میں لائے اور غلام حسنخان داماد نواب صلابت خان ناظم ایلچپور نے واسطے عطا ہونے سند
اپنے استقلال کے بمہر حضور پرنور درخواست کی تھی نواب صاحب نے خود اُنکے واسطے حکم نامہ تحریر
فرمایا۔ غلام حسنخان نے ایک کلام مجید خوشخط مطلّا بہت عمدہ نواب صاحب کیواسطے تحفہ بھیجا تھا۔
مسموع ہوا ہے کہ جبوقت قلعہ آسیر علاقہ داران دولت رائے سندھیا سے صاحبانِ انگریز نے
مفتوح کیا واسطے کمک کے لشکر سرکار عالی تحتِ حکومت نواب صلابت جنگ خان بہادر شریک تھا جب
قلعہ کے اندر دونوں لشکر گئے اور نقد وجنس قلعۂ مزبور کا ضبطی میں لائے وہ قرآن مجید شامل سب
اصحاب کے بے ادبی سے رکھا دیکھکر نواب صلابت خان کو بہت رنج ہوا جنرل صاحب جمعیت انگریزی
کو اطلاع کرکے وہ قرآن مجید لیکر آئے اُس میں ہمیشہ تلاوت کیا کرتے تھے پس غلام حسن خان نے جو
تحفہ نواب امیر کبیر کے پاس بھیجا تھا وہی قرآن مجید تھا۔ اہلِ نظر باخبر پر مخفی نرہے کہ سراج الملک نے

محل مبارک کی اصیلوں کو اور برہان الدین خان داروغہ شاگرد پیشہ خاص وغیرہ کو ہزاروں روپیہ کی طمع دیکر واسطے شکایت امیر کبیر کے پیشگاہ میں بندگان عالی کے مستعد اور آمادہ کیا لہذا حضور نے بتیس لاکھ روپیہ نواب امیر کبیر سے واسطے بندوبست نقصان ریاست کے طلب فرمایا نواب امیر کبیر نے عرض کی کہ بسبب نقاہت مزاج و کبر سن کے نمک خوار متحمل اس امر عظیم کا نہیں ہو سکتا ہے پس انتظام و انصرام امور سلطنت سے سبکدوش ہوئے۔ خود بدولت نے راجہ رام بخش کو دوبارہ خدمت پیشکاری سے بتاریخ پچیسویں شوال سنہ صدر سرفراز فرمایا راجہ رام بخش نے بھی موافق راجہ چندو لال کے دست جود و عطا دراز کیا باوجودیکہ تخفیف و جزرسی کا موقع تھا کنٹنجنٹ کی تنخواہ سرکار سے برابر نہ پونہچتی تھی بنہم اٹھارہ لاکھ روپیہ سالانہ کے نو ملازم رکھے گئے اور خونریزیاں اور خانہ جنگیاں اور رہزنی اور بے انتظامی بلدہ میں اور تعلقات میں شایع ہوگئی اور ۱۲۶۶ھ بارہ سو چھیاسٹھ ہجری میں غلام حسن خان ناظم ایلچپور سے چند لاکھ روپیہ نذرانہ راجہ صاحب نے طلب کیا خان موصوف نے جواب دیا کہ سند استقلال بمہر بندگان عالی عنایت ہوگی تو نذرانہ دیا جاویگا۔ راجہ صاحب نے بشن چند کو مع جمعیت واسطے ضبط کرنے ایلچپور کے روانہ کیا جب وہ لوگ مقام نھو گاوں پر پہنچے خان موصوف کیفیت سنتے ہی دو سو سوار اور بہت پیدل اور توپین لیکر پونہچے تخمیناً تین سو آدمی عرب روہیلے وغیرہ ہمراہیان بشن چند مقتول ہوئے اور باقی جو رہے سب نے افتان و خیزان راہ فرار اختیار کی۔ بعد ازان راجہ صاحب نے واسطے ضبطی ایلچپور کے سید سراج الدین حسین خانصاحب کو جو کہ نواب نامدار خان ناظم سابق ایلچپور کے وقت میں ملازم تھے مقرر کیا۔ اگرچہ صاحب موصوف وہاں کے حال سے بخوبی واقف تھے اور دیوانی نواب سراج الملک کے وقت سے منصف تعلقات صوبہ برار قرار پائے تھے۔ پس ایک ہزار جوان روہیلے اور عرب متعین تعلقات اور دو توپیں وغیرہ جمعیت نو ملازم تخمیناً چھ ہزار فراہم کرکے مقام اکوٹ سے واسطے ضبطی ایلچپور کے روانہ ہوئے۔ پس مقام سرجی اور انجن گاؤں پر طرفین کی سپاہ میں جنگ و جدال گرم ہوئی۔ لیکن غلام حسن خان کے ملازمان قدیم سر مو جادۂ اطاعت سے تجاوز نہ کرتے تھے اور رفاقت اور جانبازی میں کوتاہی نہ کی اور مثل مشہور ہے کہ فوج تنخواہی اطاعت نہیں کیا کرتی ہر ایک نے آزادہ بطور خود جنگ و جدال کی نتیجہ یہ ہوا کہ سات سو آدمی مقتول اور بیشمار مجروح ہوئے

آخرالامر بغیر حصول مطلب کے آکوٹ میں واپس چلے آئے۔ ایسے بہت واقعات بے انتظامی زمانِ پیشکاری راجہ صاحب موصوف میں متواتر ہوتے رہے اور فوج کنٹنجنٹ کی تنخواہ پونہچانیکی راجہ صاحب نے کچھ پروا نکی تا بحدیکہ ستر لاکھ روپیہ انکی تنخواہ کے واجب الادا ہو گئے اور تقاضائے شدید سرکار انگریزی کا بذریعہ نواب گورنر جنرل بہادر کے شروع ہوا پس نواب سراج الملک جمیع امورات کے ذمہ دار ہوکر بار دیگر ۱۲۶۷ھ بارہ سو سڑسٹھ ہجری میں خلعت مدار المہامی سے سرفراز ہوئے اور ۱۲۶۸ھ بارہ سو اڑسٹھ ہجری میں حسنعلی خان طالب الدولہ کو دوبارہ خدمت کوتوالی بلدہ عنایت ہوئی اور نواب اکبرجاہ نے نویں ربیع الثانی کو انتقال کیا اور پانچویں محرم ۱۲۶۹ھ بارہ سو انہتر ہجری میں نواب منور الدولہ روانہ دارالبقا ہوئے اور ماہ صفر میں ممتاز الدولہ عرف ہمنا صاحب نواب کلیانی دار فانی سے رخصت ہوئے اور ۱۳ ربیع الاول کو طالب الدولہ کوتوال کا انتقال ہوا اور پچیسوین تاریخ کو جنرل فریزر صاحب بہادر خدمت سفارت سے مستعفی ہوکر لندن کو روانہ ہوئے اور چھبیسویں تاریخ جمادی الاولی کو کرنل لو صاحب بہادر خدمت رزیڈنٹی پر مامور ہوکر پونہچے اور تقاضائے شدید واسطے ادائے رقم تنخواہ جمعیت کنٹنجنٹ کے متواتر جاری رہا پس تیرھویں تاریخ ماہ شعبان کو حضور بندگان عالی نے اکاون لاکھ روپیہ کا ملک صوبہ برار وغیرہ سرکار انگریزی کو بطور امانی حسب عہد نامہ تفویض فرمایا ازانجملہ چھتیس لاکھ روپیہ سال بسال تنخواہ کنٹنجنٹ کی اور باقی ادائے قرض سابق کے لیے دیا گیا اور بتاریخ اٹھارھوین شعبان روز جمعہ نواب سراج الملک جہان فانی سے رخصت ہوئے اور بتاریخ بائیسویں شعبان نواب سالار جنگ بہادر خلف نواب شجاع الدولہ ابن نواب منیر الملک خلعت مدار المہامی موروثی سے چوبیس برس کے سن میں سرفراز و ممتاز ہوئے اور راجہ نرہندر پرشاد فرزند راجہ بالا پرشاد ابن راجہ چندولال چوبیس برس کی عمر میں خدمت پیشکاری موروثی پر مامور ہوئے اور محمد یار خان محی الدولہ فرزند احمد یار خان صاحب خلف مولوی عزت یار خان شہید صدر الصدور مقرر ہوئے اور زور آور جنگ بہادر نبیرہ رفعت الملک مرحوم عہدۂ کوتوالی بلدۂ حیدرآباد سے مفتخر ہوئے۔ نواب سالار جنگ انتظام ریاست کا بآئین بہیں عمل میں لائے راجہ چندولال اور راجہ رام بخش اور نواب سراج الملک کے عہد میں اگرچہ بماہوار ہائے بیش قرار جمعدار پیشہ اور سپاہ اور جملہ منصبداران و معززین ملازم تھے لیکن تنخواہیں

مہینوں برسوں نہ ملتی تھیں کسی سال میں دو مہینے کسی سال میں تین مہینے ملے تو بہت مغتنم ہوتا تھا
نواب سالار جنگ نے اگرچہ تخفیف مشاہرات بالعموم کیے لیکن ماہ بماہ تنخواہ تقسیم ہونے کا انتظام کر دیا۔
یہ بات موجب نیکنامی ہوئی ایکبار نواب موصوف نے محکمہ صدر المہام مالگزاری کو درباب انتظام ملک
چند مضامین حالات زمان سابق کے لکھے تھے مؤلف عاصی نے بچشم خود یہ الفاظ دستخط خاص کے
لکھے ہوئے دفتر مالگزاری میں دیکھے تھے "منصبدار نام آن شخص بود کہ تنخواہ خود بجواب بمنید ید و ملک
برار و سیکاکول وراج بندری بسبب ناقباحت فہمی مدار المہامان سابق از قبضہ سرکار عالی بدر رفت" اکثر
ملک برار کی واپسی کا خیال اُنکے مدنظر رہتا تھا اگر اُنکی زندگی وفا کرتی تو البتہ اُنکو کامیابی حاصل
ہوتی۔ وقت غدر میں جو سرکار انگریزی کی تائید و اعانت اُنکے ہاتھ سے ہوئی تھی سرکار انگریزی کو اُسکا
بڑا لحاظ تھا اور ماہ ذی الحجہ سنہ صدر میں کرنل لو صاحب بہادر کا عہدہ رزیڈنسی سے تبدل ہوا اور
لبشی صاحب بہادر بجائے اُنکے مقرر ہوئے اور بتاریخ ۲۸ جمادی الاول ۱۲۷۰ھ بارہ سو ستر ہجری
جناب حضرت شاہ سعد اللہ صاحب علیہ الرحمۃ خلیفہ خاص حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی علیہ الرحمۃ
واصل رحمت الٰہی ہوئے۔ بندگان عالی بھی حضرت ممدوح سے بہت اعتقاد رکھتے تھے اور آرزو مند
ملاقات رہتے۔ لیکن حضرت موصوف نے ملاقات کا ارادہ نفرمایا۔ اکثر مولوی نیاز محمد صاحب اور مولوی
محمد حسین صاحب وغیرہ خلفا حضرت صاحب کے بندگان عالی کے مصاحب اور مقرب رہتے۔ بلکہ
مولوی محمد حسین صاحب استادوں میں جناب نواب افضل الدولہ صاحبزادہ ولیعہد کے شریک
تھے اور جناب ممدوح نے بعد مسلط ہونے سلطنت پر اُنکو ناظم تقسیم تنخواہ محلات و اقربائے خاص
مقرر فرمایا تھا حضرت صاحب نے خود ماہوار یومیہ سرکار کی طرف سے قبول نفرمایا۔ صدہا مرید خادم
و طالب علم خانقاہ والا میں مہمان رہتے تھے اور خزانہ غیب سے اُن سب کی سربراہی ہوتی تھی۔
اور ۱۲۷۲ھ بارہ سو بہتر ہجری میں نواب سر سالار جنگ نے مدرسہ دار العلوم مقرر فرمایا علوم عربی
و فارسی و انگریزی وغیرہ کی تعلیم کے لیے علمائے نامور اور معلمین ہر علم کے مقرر ہوئے ہر سال بوقت
امتحان مدرسہ خود رونق افزائے مدرسہ ہوتے یا آئینہ خانۂ والا میں بروز امتحان اپنے روبرو مجلس منعقد
فرماتے بعد امتحان جو طالب علم برابر جواب ادا کرتے اُنکو انعامات عطا ہوتے اور بعد تحصیل علوم سند

درجہ مولوی یا درجہ منشی وغیرہ کی سرکار سے عنایت ہوتی اور استحقاقِ ملازمت سرکار میں ثابت ہوتا۔ اور بتاریخ ۲۷ رمضان ۱۲۷۳ھ بارہ سو تہتر ہجری بندگان عالی بعارضۂ بیماری اسہال وغیرہ دارالفنا سے رہگرائے عالمِ بقا ہوئے اور مکہ مسجد میں برابر حضرت غفران مآب اور حضرت مغفرت منزل کے آسودہ ہوئے اور لقب بعد وفات غفران منزل مقرر ہوا چادر گھاٹ کا پل انکے وقت کی یادگار ہے اس پر یہ تاریخ کندہ ہوئی ہے عدد حرفِ عین کا اس میں تدخلہ ہے۔

ناصر الدولہ شاہ آصفجاہ	کہ عدیلش کہی ندید نگاہ	شد چو حکمش براجہ چندولال	زود سازند پل بشام پگاہ
	باسر عقل میجر اسٹورٹ	پل بناکرد مثل مہر و ماہ	

دو صاحبزادہ والاقدر جناب ممدوح کے تھے اول جناب افضل الدولہ میر تہنیت علیخان بہادر ثانی نواب روشن الدولہ میر جہانگیر علیخان بہادر یہ قطعہ تاریخ مقبرہ پر کندہ ہوا ہے۔

چو رفت نواب ناصر الدولہ سوئے جنت ز دار فانی	خداش بخشید و کرد بخشش بفضل و رحمت مقام والا
مہ صیام از شہور بود و بست و یکم ازان مہ	کہ طوش اید بقصر جنت بصد رعزت مقام والا
سروش غیبی بروز سالش بگوش جان خواند عزّو شن	بناصر الدولہ داد یزدان میان جنت مقام والا ۱۲۷۳

مؤلف عاصی نے بھی یہ قطعہ تاریخ اس واقعہ کا لکھا تھا۔

افسوس شاہ ناصرِ دولہ ازین جہان	سوئے جنان چو آن شہِ عالی جناب رفت
شد صدمۂ عظیم بملک دکن جلیل	تاریخ گفت این نہ مین آفتاب رفت ۱۲۷۳

جناب بادشاہ دکن دین پناہ نواب افضل الدولہ میر تہنیت علیخان بہادر نظام الملک آصفجاہ خامس علیہ الرحمۃ

جناب ممدوح کی ولادت بتاریخ سلخ ربیع الاول روز دوشنبہ ۱۲۴۳ھ بارہ سو تینتالیس ہجری پرانی حویلی میں بطن مبارک سے حضرت دلاور النساء بیگم صاحبہ کے واقع ہوئی اور بتاریخ چوبیسوین شہر رمضان المبارک ۱۲۷۳ھ بارہ سو تہتر ہجری میں حویلی قدیم سے دولتخانہ خاص میں تشریف فرما ہو کر رونق بخش مسند سلطنت ملک دکن ہوئے۔ نواب شمس الامرا امیر کبیر مع صاحبزادگان اور نواب سالار جنگ بہادر

مدارالمہام اور راجہ نرہندر بہادر پیشکار سرکار اور ارکانِ دولت اور جمیع امرا اور صاحب عالی شان ڈیوڈسن صاحب بہادر رزیڈنٹ سرکار انگریزی حاضر دربار ہوئے بعد قبول فرمانے نذریں جملہ ارکان دولت کے محل میں تشریف فرما ہوئے اور خدمت میں والدہ صاحبہ کی نذر پیش کی۔ اکتیس توپیں تہنیت کی لشکرگاہ سکندرآباد میں سر کی گئیں منشی تفضل حسین صاحب متخلص عطا نے یہ تاریخ جلوس لکھی ہے

بملکِ بقا ناصرالدولہ رفت	چو از مسندِ سلطنت ناگہان
بران افضل الدولہ خوش جا گرفت	بفضل آلہ و بتائید بخت

صنعت تخرجہ و تدخلہ اس میں ہے مسندِ سلطنت کے عدد سے ناصرالدولہ کے عدد کو نکالنا اور باقی کے ساتھ عدد افضل الدولہ کے شریک کرنا چاہیے۔ بعدہ اخیر ماہ رمضان سنہ مذکور کیفیت غدر کی اور بغاوت افواج ہندوستان کی سرکار انگریزی سے مشہور ہوئی۔ پس بعضے حیدرآباد کے کوتاہ عقلوں نے جمع ہوکر کوٹھی رزیڈنسی پر حملہ کرنا چاہا۔ مولوی علاؤالدین اہل قرابت حضرت مولوی شجاع الدین صاحب علیہ الرحمۃ بعضے بدمعاشوں کی صلاح سے اُن لوگوں میں شریک ہوگئے اور روہیلوں میں سے طرہ باز خان وغیرہ قریب کوٹھی کے جا پہنچے رزیڈنٹ صاحب نے توپیں مارنے کا حکم دیا اہل بلوہ سب فرار ہوگئے اور دربار میں عید الضحیٰ کے بندگانِ عالی نے نواب سالارجنگ کو خطاب شجاع الدولہ مختار الملک اور راجہ نرہندر بہادر کو خطاب راجہ راجان سرفراز فرمایا۔ اور ۱۵ ذی الحجہ سنہ صدر نواب سیف الملک میر تفضل علیخان عرف میر بادشاہ کی رحلت ہوئی۔ اور جبکہ ہندوستان کے غدر کا تصفیہ ہوگیا اور محمد بہادر شاہ بادشاہ دہلی معزول ہوئے پس نواب گورنر جنرل بہادر نے ۱۲۷۵ھ بارہ سو پچھتر ہجری میں مراسلہ موسومہ بندگانِ عالی واسطے موقوف ہونے سکہ بہادر شاہ کے بھیجا لہٰذا حکم جناب حضور افضل الدولہ بادشاہ دکن کے ایک طرف لفظ د سکہ نظام الملک آصفجاہ بہادر اور بحساب ابجد ہندسہ عدد بیانوے لفظ محمد کا صلی اللہ علیہ وسلم مع سنہ ہجری اور دوسری جانب ضرب فرخندہ بنیاد حیدرآباد و سنہ جلوس میمنت مانوس عبارت سکہ مبارک کی مقرر ہوئی اور یہ طرز سکہ حالی کی ساخت عہد سے جناب نواب سکندرجاہ کے مقرر ہوئی ہے۔ اگرچہ سکہ موسومہ بادشاہ دہلی مروج تھا۔ لیکن صرف حرف سین مفرد سر اسم علامت عہد نواب سکندرجاہ کی تھی اور جناب نواب ناصرالدولہ کے

وقت میں حرف نون مفرد علامت مقرر ہوئی اور جناب نواب افضل الدولہ کے عصر میں حرف الف مفرد علامت قرار پائی۔ علیٰ ہذا القیاس حضور بندگان عالی کے اسم مبارک کی علامت حرف میم مفرد مقرر اور قائم ہے بسبب صاحب سکہ ہونے کے مالک دکن کی مستقل سلطنت آزاد کو زیب وزینت زیادہ ہوئی واضح ہو کہ سکہ جدید ۱۲۷۱ھ بارہ سو اکہتر ہجری سے نواب مختار الملک نے جاری کیا ہے اور قدیم سکہ ہائے مختلف ضرب سگور و گداول و نراین پیٹھ و شمشیری و گوبند بخشی و چانڈوری وغیرہ کا رواج موقوف کیا گیا مؤلف عاصی نے بحکم دستخطی نواب مختار الملک اول کا درجواب محکمۂ صدر المہام مالگزاری کے بچشم خود دیکھا ہے کہ ۱۲۷۱ھ بارہ سو اکہتر سے سکۂ حالی جدید سمجھنا چاہیے اور سوائے بلدۂ حیدر آباد کے ممالک محروسہ میں کہیں دار الضرب باقی نہ رہی سکۂ حالی قدیم جو سنہ مذکور سے اول کا مسکوک ہے بہ نسبت جدید کے فی زمانا ایک آنہ تخمیناً بازار میں کم قیمت پاتا ہے۔ نواب موصوف کے وقت تک سکہ سگور کو چلنی کہتے تھے اُس سکہ سے تنخواہ ملازمین تقسیم ہوتی تھی فیصد دس روپیہ سکۂ حالی اُس سے زیادہ مقرر ہوا بعدہ اخیر عہد میں نواب موصوف کے حساب چلنی کا سرکار سے موقوف کیا گیا اور تنخواہات نقد جملہ ملازمین سکۂ حالی سے دستخط کردیئے اور ۱۲۷۶ھ بارہ سو چہتر ہجری میں حضرت مغفرت مکان کی بڑی صاحبزادی صاحبہ کی شادی نواب خورشید جاہ بہادر سے تکلف تمام ہوئی اور ۱۲۷۷ھ بارہ سو ستتر ہجری میں تعلقات صرف خاص و جاگیرات نواب مختار الملک وغیرہ جو صوبۂ برار میں تھے عمل کمشنری کے تفویض ہوئے۔ اُسکے معاوضہ میں تعلقات رائچورہ دہاراسیون اور شوراپور بیدر وغیرہ عمل کمشنری سے بذریعۂ رزیڈنٹ صاحب واپس ہو کر داخل سرکار عالی ہوئے اور تمغۂ ستارۂ ہند کا جو سرکار انگریزی سے آیا تھا حضور مغفرت مکان نے بسبب کندہ ہونے تصویر سکے اُس کے لینے میں پس و پیش کیا۔ رزیڈنٹ ڈیوڈسن صاحب بہادر نے عرض کی کہ لوگ جو کہتے ہیں کہ یہ تمغا دیکر سرکار انگریزی کا ارادہ آپکی ریاست میں مداخلت کا ہے محض غلط ہے صرف واسطے تعظیم اور فخر کے آپکو دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو کہ طرف سے نواب گورنر جنرل بہادر کی بندگانِ عالی کا القاب مراسلات میں یہ ہے دنوابصاحب مشفق مہربان قدردان مخلصان سلمہ اور بتاریخ تیسری صفر ۱۲۷۹ھ بارہ سو اناسی ہجری رزیڈنٹ ڈیوڈسن صاحب بہادر کا انتقال ہوا اور بجائے انکے یول صاحب بہادر رزیڈنٹ ۱۱ شعبان کو داخل کوٹھی چادر گھاٹ

ہوئے اور بتاریخ ۲۰ شوال سنہ صدر روز جمعہ نواب شمس الامرا امیر کبیر بعارضۂ استسقا عازم دار البقا
ہوئے۔ غلام محی الدین متین نے یہ قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

حکم حق صادر باستسقا چو شد	بست و یکم شوال جمعہ اے متین
عمر نیکو آسمان تاریخ گفت	بزم آرا شمس شد زیر زمین

۱۲۷۹ھ

سب صغیر و کبیر کو اس واقعہ کا رنج ہوا بعدہ بتاریخ ستائیسویں ماہ نومبر حضور مغفرت مکان نے نواب رفیع الدینخان بہادر عمدۃ الملک عرف منجھلے میاں کو یاد فرما کر خلعت ماتم پرسی مع خطابات موروثی شمس الامرا امیر کبیر سے سرفراز فرمایا اور بتاریخ بیسویں ربیع الاول ۱۲۸۰ھ بارہ سو اسی ہجری میں حضور نے نواب رشید الدین خان بہادر اقتدار الملک کو خلعت ماتمی اور خطاب وقار الامرا سے اعزاز بخشا اور بتاریخ ۱۴ محرم ۱۲۸۱ھ بارہ سو اکیاسی ہجری میں چند تعلقات گزاشت جو پیشگاہ میں حضور مغفرت مکان کے حسب الحکم عالی نواب رفیع الدین خان نے بھیجے تھے نواب رشید الدین خاں بہادر کو تعلقات مذکور عنایت ہوئے اور بتاریخ ۷ المحرم ۱۲۸۲ھ بارہ سو بیاسی ہجری محی الدین محمد یار خان صاحب رہگرائے عالم بقا ہوئے اور سلخ صفر سنہ صدر صاحبزادہ عالی قدر حفیظ الدین خان بہادر محل میں نواب خورشید جاہ بہادر کے بطن مبارک سے صاحبزادی حضور مغفرت مکان کے متولد ہوئے۔ مخفی نرہے کہ نواب مختار الملک نے عہد میں حضور مغفرت مکان کے جملہ تعلقات علاقۂ دیوانی کے چودہ اضلاع مقرر کیے تھے۔ اور ہر تعلقہ دار اول کی تنخواہ چھ سو یا آٹھ سو یا ہزار روپیہ دیجاتی تھی اور پانچ سمت ممالک محروسہ سرکار عالی کے مقرر کیے تھے۔ شرقی۔ غربی۔ جنوبی۔ شمالی۔ اور پانچویں سمت کو شمالی غربی کہتے تھے ہر ہر سمت میں ایک ایک صدر تعلقہ دار مشاہرہ دار بارہ بارہ سو روپیہ کے معین ہوئے تھے۔ اور بتاریخ آٹھویں ذیقعدہ ۱۲۸۳ھ بارہ سو تراسی ہجری میں دربار ہوا دو عدد تمغائے ستارہ ہند ایک واسطے نواب مختار الملک کے اور دوسرا واسطے رزیڈنٹ مسٹر یول صاحب بہادر کے جو نواب گورنر جنرل صاحب بہادر نے بھیجے تھے حضور مغفرت مکان نے دونوں کو اپنے دست مبارک سے عنایت فرمایا اور بتاریخ تیسری ذالحجہ ٹمپل صاحب چیف کمشنر ممالک متوسط ناگپور بعہدۂ رزیڈنسی داخل کوٹھی ہوئے اور یول صاحب بہادر نویں ذی الحجہ کو روانہ کلکتہ ہوئے اور ٹمپل صاحب رزیڈنٹ بعد ملاقات حضور اور ضیافت نواب

مختار الملک و نواب امیر کبیر کے واسطے دیکھنے نمایش گاہ ملک برار کے روانہ ہوئے اور دسویں تاریخ شہر رمضان کی ٹمپل صاحب کا تبدل ہوا اور عرصۂ قلیل میں اُنکی ترقی کثیر ہوئی اور بندر بمبی کے گورنر مقرر ہوئے اور بتاریخ دوسری ذی الحجہ روز جمعہ عبداللہ بن علی مدبر جنگ نے سفر آخرت اختیار کیا اور بتاریخ اٹھائیسویں ربیع الثانی ۱۲۸۵ھ بارہ سو پچاسی ہجری روز سہ شنبہ حیدرآباد میں آفتاب کا گہن کامل دیکھا گیا وقت دوپہر بارہ بجے بالکل اندھیرا ہو گیا یہاں تک کہ تارے صاف نظر آنے لگے اتنی تاریکی دس پل رہی پھر رفتہ رفتہ روشنی زیادہ ہونے لگی۔ اور ابتدائے ماہ ذیقعدہ سے مزاج عالی حضور مغفرت مکان کا بعارضۂ بخار وغیرہ علیل رہا آخر الامر بتاریخ تیرہویں ماہ مزبور روز جمعہ دار الفنا سے وداع ہو کر دار البقا کو پہنچے ہر صغیر و کبیر کا اس غم سے سینہ چاک ہوا۔ سخاوت اور رحم دلی میں بے نظیر تھے تیرہ سال کی مدت سلطنت میں تیرہ کروڑ روپیہ تخمیناً دفتر سیاہہ سرکاری سے درویشوں اور اہل اللہ کو دینا ثابت ہوا اور مخفی جود و عطا اس سے زیادہ تھی کہ اُس کا حساب کسی کو معلوم نہیں۔ شجاعت اور زور و طاقت میں اور گھوڑے کی سواری میں بھی کوئی ایسا بعد حضور مغفرت منزل کے دیکھنے یا سننے میں نہیں آیا۔ عمارات افضل محل و آفتاب محل وغیرہ اور مسجد افضل گنج اور پل جدید حضور مغفرت مکان کی یادگار ہیں تاریخ پل کی طبعزاد وجہ الدین خان معنی افضل دروازہ پر کندہ ہوئی ہے ع صراط مستقیم اور موسی۔ بعد رحلت حضور مغفرت مکان کے ایک فرزند جوان بخت وارث تاج و تخت بادشاہ ۱۲۷۶ھ ظل اللہ ہیں اور چھ صاحبزادیوں میں سے بڑی صاحبزادی صاحبہ کا انتقال ہوا۔ مدت عمر حضور مغفرت مکان کی بیالیس سال تھی مکہ مسجد میں مدفون ہوئے بعد رحلت جناب ممدوح کا لقب مغفرت مکان مقرر ہوا حکیم شفائی خان اور نادر علی معالج تھے کہتے ہیں کہ نادر علی نے کچھ تیز دوا جرأت سے دیکر خطا کی چنانچہ حبیب اللہ صاحب ذکا کی تاریخ سے ثابت ہے۔

اے حکیم جان ستان نادر علی	صحت از رائے تو دائم نارسا
کردۂ از فضل الدولہ چنان	کابن ملجم با علی مرتضےٰ
این برآمد مصرع تاریخ آن	چون طبیب ابلہ شود آید قضا

۱۲۸۵

لفظ این کے عدد کا تخرجہ کیا گیا ہے اور مقبرۂ عالیہ پہ مولوی علی عباس صاحب کی تاریخ عربی کندہ ہوئی ہے

ربی المالک باح الجنہ	ولممدوحے فاح الجنہ	قلت تاریخ وفاۃ المرحوم	افضل الدولہ راح الجنہ ۱۲۸۵

فارسی تاریخ وجہ الدین خان مغنی کی خوب ہے ہر مصرع سے عدد سال وفات نمایاں ہیں۔

سرائے تنگ بودہ این جہانِ بافنا زین رو ۔ چنان با اوج وزیب آمد مکانِ افضل الدولہ
رقم زد مصرع لایق بسالِ او چنین معنی ۔ با یوانِ بقا آسود جانِ افضل الدولہ

مؤلف عاصی نے تین قطعہ تاریخ اس واقعۂ ہوش رُبا کے لکھے ہیں۔ نذر ناظرین کیے جاتے ہیں

جناب افضل الدولہ ز دنیا ۔ روان شد آہ سوئے ملک عقبیٰ
پئے تاریخ غم ہست این دعا بس ۔ جعل الحق بالجنات مثویٰ ۱۲۸۵

ولہ

افضلِ دولہ شہِ ما آہ رفت ۔ خالقِ ما اجر سخائیش بدہ
مصرع تاریخ غمش شد دعا ۔ بَرَّدَ اللہُ فی مُضجعہ ۱۲۸۵

شاہِ دکن افضل الدولہ بفضل و سخا ۔ جانبِ ملکِ بقا کوچ ز دنیا نمود
از پئے سال و مہ صدمہ پُر غم خلیل ۔ گفت کہ ذیقعدہ مہ سیزدہم روز بود ۱۲۸۵

حضور مغفرت مکان اولیاء اللہ کی جناب میں بہت اعتقاد رکھتے تھے چنانچہ حضرت سید نور الدین شاہ صاحب قادری سے طریقہ قادریہ میں بیعت کی تھی اور حضرت مرشدنا و مولٰنا جناب مسکین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے طریقۂ نقشبندیہ میں بیعت کی تھی۔

جناب حضور پرنور بادشاہ ظل اللہ میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک آصفجاہ سادس خلد اللہ ملکہ و دام اقبالہ و طال بقاءہ

ولادت باسعادت حضور بندگانِ عالی کی چھٹی ماہ ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ بارہ سو تراسی ہجری میں واقع ہوئی۔ والدہ صاحبہ کا اسم سامی حضرت واحد النساء بیگم صاحبہ مدظلہا ہے بعد رحلت حضور مغفرت مکان کے بتاریخ پندرہ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ بارہ سو پچاسی ہجری نواب شمس الامراء اور نواب وقار الامراء اور نواب مختار الملک اور راجہ نرھند پیشکار سرکار اور رزیڈنٹ ساندرسن صاحب مع مددگاران حاضر دولت خانہ عالی ہو کر مراتب تعزیت روبرو حضور کے ادا کیے اور یہی مضمون تعزیت سب ارکانِ دولت نے خدمت میں حضرت

ولا ور النساء بیگم صاحبہ والدہ صاحبہ حضور مغفرت مکان کے اور حضرت احد النساء بیگم صاحبہ اور جملہ اہل محلات کی خدمت میں ادا کئے اور بتاریخ سولھویں روز دوشنبہ دربار عام جلوس مبارک حضور بندگان عالی کا تخت سلطنت دکن ہوا اور جمیع ارکان دولت اور رزیڈنٹ صاحب بہادر روبرو کرسیوں پر بیٹھے اور جملہ امرا و اعزا نے نذریں پیش کیں اور نوبت و نقارے شادیانے بجنے لگے تاریخ جلوس از مؤلف یہ ہے

رونق تخت سلاطین دکن بخشیدہ	میر محبوب علی خان بہادر بخدا
تاج و اورنگ باین شاہ مبارک باشد	خضر سان عمر و اقبال سکندر بادا
دایم از غیب بتائید مؤید ماند	حافظ و ناصر او باد خداوند سما
نام جد شہ و ہم بلدہ بود فرخندہ	زہمہ خلق ندا شد شہ فرخندہ بما

۱۲۸۵

نواب مختار الملک بدستور سابق انتظام امور مملکت کرتے رہے لیکن نواب شمس الامرا امیر کبیر رفیع الدینخان مرحوم بھی شریک مدار المہام مقرر ہوئے اور چار محکمات عالیہ زائد کیے گیے نواب بشیر الدولہ بہادر صدر المہام عدالت اور نواب مکرم الدولہ بہادر صدر المہام مالگذاری اور نواب شمشیر جنگ بہادر صدر المہام کوتوالی اور نواب شہاب جنگ بہادر صدر المہام متفرقات مقرر و مامور ہوئے اور ۱۲۸۷ھ بارہ سو ستاسی ہجری میں تقریب تسمیہ خوانی حضور بندگان عالی بتکلف تمام ادا ہوئی مولوی محمد زمان خان صاحب استاد درجۂ اول مقرر ہوئے اور تعلیم باحسن وجوہ جاری رہی اور اس سال بنیاد ریل کے راستہ کی واڑی سے حیدرآباد تک بصرف رقم سرکار عالی شروع ہوئی اور نواب مختار الملک واسطے ملاقات نواب گورنر جنرل بہادر اور شہزادہ پرنس آف ویلز بہادر کے طرف بمبی اور کلکتہ وغیرہ کے ۱۲۹۲ھ بارہ سو بیانوے ہجری میں روانہ ہوئے تھے قوم مہدویہ نے وقت فرصت غنیمت سمجھکر ساتویں شب کو ماہ ذی الحجہ سنہ مذکور کی ایک شخص کو بھیجکر مولوی محمد زمان خان صاحب کو شہید کیا مولوی صاحب نے ہدیہ مہدویہ بہت عمدہ کتاب تحریر فرماکر انکے مذہب کو رد کر دیا تھا اس سبب سے اس قوم کو سخت عداوت ہو گئی تھی۔ اگرچہ اس واقعے کی تاریخات اردو و فارسی بہت لوگوں نے لکھی تھیں بعضی کتاب موصوف کے ساتھ طبع ہوئی ہیں مؤلف عاصی نے بھی حسب حوصلہ خود عربی تاریخ لکھی ہے جسکو مولوی صاحب شہید کے برادر عزیز مولوی محمد مسیح الزمان خان صاحب نے بہت پسند کیا تھا۔ نذر ناظرین ہے۔

اِنَّ مولٰنا محمد الزمان ۔ کان فی فضل و ذو العلم الرشید ۔ منہ کان ہدایۃ للمومنین ۔ فی طریق الحق والدین السدید

من کتابہ الکمل لاشتباہ ۔ فی الامام المہدی الآتی المجید ۔ کان من فی ذی الحجہ یویا سابعا ۔ قد قتلہ الشقی کالیزید

مثل ما قتل الحسین و علی ۔ او کعثمان و فاروق وحید ۔ عند قراۃ مصحف فی مسجد ۔ سال دمہ نحو قرآن مجید

ان اہل الحق کانوا یخزنون ۔ کلہم یبکون بالحزن الشدید ۔ لیشہد القرآن فی یوم الحساب ۔ من شہادتہ و من ظلم العنید

قال تاریخ شہادتہ خلیل ۔ فہو اللہ علے ہذا شہید ۱۲۹۲ھ

نواب مختار الملک بمجرد سماعت اس واقعے کے اسرع اوقات میں داخل بلدۂ حیدرآباد ہوئے۔ اور حسن تدبیر سے ایسا بندوبست کیا کہ مثل سابق فریقین میں جنگ وجدال کی نوبت نہ پونہچی قاتل سے قصاص لیا گیا اور مفسدین دایم الحبس ہوئے۔ بعد ازاں نواب مختار الملک لندن کو روانہ ہوئے اور پیشگاہ سے ملکہ معظمۂ انگلستان کے اعزاز و خطاب و مہمانی حاصل کی بعد مراجعت سفر لندن کے دہلی کے دربار کی دعوت حضور بندگانِ عالی کو پونہچی چنانچہ ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۳؁ بارہ سو ترانوے ہجری میں حضور بندگان عالی کے ہمراہ رکاب نواب مختار الملک اور نواب وقار الامرا رشید الدین خان بہادر و نواب خورشید جاہ بہادر و نواب اقبال الدولہ بہادر رونق افزاے شاہجہان آباد دہلی ہوئے۔ دربار میں نواب گورنر جنرل و یسرائے بہادر کے حضور بندگانِ عالی اور رئیسانِ ہندوستان سب شریک تھے لقب قیصری عالیجناب ملکہ معظمہ کے واسطے مقرر اور مشتہر ہوا بعد ازاں حضور بندگان عالی وہاں سے مراجعت بتاریخ ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۹۳؁ بارہ سو ترانوے ہجری رونق بخش بلدۂ حیدرآباد ہوئے اور ربیع الاول ۱۲۹۴؁ بارہ سو چورانوے ہجری میں نواب مختار الملک نے نواب کرم الدولہ کی شادی اپنی دختر نیک اختر سے بتکلف تمام حسن انصرام سے کی اور بتاریخ ۱۲ ماہ موصوف نواب شمس الامرا محمد رفیع الدین خان بہادر عرف منجھلے میاں دار الفنا سے طرف دار البقا کے روانہ ہوئے اور بجاے اُنکے نواب محمد رشید الدین خان بہادر کو شمس الامرا امیر کبیر خطاب ہوا اور شریک مدار المہام مقرر ہوئے اور بتاریخ ۱۹ ماہ محرم ۱۲۹۹؁ بارہ سو ننانوے ہجری نواب رشید الدین خان بہادر نے سفر آخرت اختیار کیا پس نواب مختار الملک بلا شرکت غیرے انتظام سلطنت کرتے رہے اور یہ تجویز مقرر ہوئی تھی کہ جشن سالگرہ میں جناب ملکہ قیصرہ ہند کے حضور بندگان عالی لندن میں پونہچکر شریک ہوں لیکن یکایک نواب مختار الملک شبکو بعارضۂ ہیضہ بیمار ہوئے تمام

روز علاج جاری رہا شام کو بتاریخ سلخ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۰ ہجری رنگر ملائے ملک آخرت ہوئے۔ عزیز جنگ بہادر معتمد خانگی نواب اقبال الدولہ وقار الامرا بہادر نے یہ مصرع تاریخ لکھا ہے ع فایز دار البقا گردید سر سالار جنگ"، مؤلف عاصی نے یہ تاریخات لکھیں تھیں۔

چو شد سالار جنگ مختار ملک آن
دوم تاریخ آن مختار ہند است ۱۳۰۰
خلیل این مصرع تاریخ گفتہ
گویند این بدر جہان سالار جنگ افسوس رفت

ولہ

وزیر اعظم شاہ جہاندار
ز مختار جہان ہم گشت اظہار ۱۳۰۰
وزیر اعظم جسم جاہ جواد

ولہ

برفت آن عاقل عادل صد افسوس
فندہ سالار جنگ آن صاحب داد
از رحلت مختار ملک اہل جہان با آہ گفت

شدہ تاریخ آن نواب مختار
از این دار الفنای شست بنیاد ۱۳۰۰

ہر گاہ کہ حضور بندگان عالی کے ہمراہ نواب مختار الملک وجملہ امرا صوبہ اورنگ آباد کو روانہ ہوئے تھے اور جائزہ انصرام امور مدار المہامی کا راجہ راجایان راجہ نرہندر بہادر کو دیا تھا بعد مراجعت بھی بسبب عدم فرصت انتظام امور کلیات سے جائزۂ مدار المہامی کا راجہ موصوف سے لینے کا اتفاق نہوا تھا۔ لہذا بعد انتقال نواب مختار الملک کے راجہ موصوف لطور مستقل امور مدار المہامی کا انصرام کرتے رہے۔ پس حضور بندگان عالی سنہ ۱۳۰۱ تیرہ سو ایک ہجری میں واسطے ملاقات نواب گورنر جنرل لارڈ رپن صاحب بہادر ویسرائے کشور ہند کے مع جملہ امرا تشریف فرمائے کلکتہ ہوئے اور اُن کو دعوت تقریب جشن تخت نشینی با قتدار سلطنت کی دی۔ چنانچہ نواب گورنر جنرل بہادر اس جشن عظیم میں رونق افزا ہو کر زیادہ زیب و زینت کے باعث ہوئے۔ عزیز جنگ بہادر متخلص ولا معتمد خانگی نواب اقبال الدولہ وقار الامرا بہادر نے چار مصرع تاریخات لکھے ہیں ہر ایک مصرع سے ایک ایک سنہ مختلف ظاہر ہوتا ہے۔

میر محبوب علی خان شاہ والا منزلت
چار تا سالش نوسید بنجہ کلک ولا ۱۸۸۴ء ۱۲۹۳ف

حکمران شد شاہ دار الطاف خلاق زمن ۱۸۸۴ء
مملکت رانی ہمایوں بادلے شاہ دکن ۱۳۰۱ھ

جب حضور بندگان عالی کو اقتدارات کامل بادشاہی حاصل ہوئے بنظر استحقاق قدامت نواب مختار الملک کے اُنکے فرزند کبیر نواب میر لائق علیخان بہادر کو حضور نے بخطاب سالار جنگ مختار الملک عماد السلطنت مع خلعت مدار المہامی سرفراز فرمایا مولوی مہدی علی صاحب مخاطب محسن الملک اُنکی پیشی میں زیادہ حاضر رہتے تھے اُنکے عہد میں ممالک محروسۂ سرکار آصفیہ چار صوبوں پر منقسم ہوا

مشرقی غربی جنوبی شمالی اور نام صوبۂ شمالی غربی کا موقوف کیا گیا اور اکبر جنگ بہادر کوتوال بلدۂ حیدرآباد
مقرر ہوئے لیکن بسبب کم عمری کے اِس بار عظیم کے متحمل نہ ہوسکے اور اس منصب عالی کی قدر نہ سمجھی
اور اطاعت آقائے عنایت فرما کی جسقدر کہ ضرور تھی بجا نہ لائے آخر الامر مجبوری اس خدمت سے
استعفا پیش کیا اور عرصۂ قلیل میں دنیائے ناپائدار سے رخصت ہوئے۔ اُنکے فرزند نواب میر
یوسف علیخان بہادر کم سن چراغ خاندان ہیں دوسرے فرزند نواب مختار الملک اول کے نواب میر
سعادت علیخان بہادر مخاطب منیر الملک منصب معین مالگزاری سرفراز تھے وہ بھی زمان دراز تک
بیمار رہکر بعد برادر کے تخمیناً ایک سال کی مدت میں رہگرائے عالم آخرت ہوئے اور ۱۳۰۵ھ تیرہ سو پانچ
ہجری میں نواب بشیر الدولہ بہادر امیر اکبر اعظم الامرا آسمان جاہ خلعت مدار المہامی سے سرافراز ہوئے
اور اپنے عہد وزارت میں خیر خواہی خلایق اور خیر خواہی سرکار میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نفرمایا ازانجملہ
ادنی فیض عام یہ ہے کہ تالاب جدید بناکر نہر دروازہ علی آباد کی طرف سے شہر میں لائے اور خلایق
بلدۂ حیدرآباد کو آب شیرین خوشگوار سے سیراب کردیا۔ نواب ممدوح کے عہد مدار المہامی میں اکثر
مولوی مشتاق حسین صاحب مخاطب انتصار جنگ وقار الملک پیشی میں رہتے تھے۔ لیکن بعضے وجوہات
سے مولوی مشتاق حسین صاحب و مولوی مہدی علی صاحب تقرر وظیفہ کیے بعد دیگرے حیدرآباد سے
روانہ وطن مالوفہ ہوئے اور بتاریخ چھبیسوین شہر صفر ۱۳۱۶ھ ہجری نواب موصوف روانہ ملک بقا ہوئے
نواب محمد معین الدین خان بہادر صاحبزادہ صغیر سن ہیں اللہ تعالی سلامت رکھے قطعات تاریخ رحلت مولف

اہل دین کان سخا از دنیا	با عمل رفت بشیر الدولہ
بود بے مثل ازان شد تاریخ	بے بدل رفت بشیر الدولہ ۱۳۱۶

رفت نواب آسمان جاہ آہ از دنیای دون ہر بشر مغموم گشت بہر تاریخش خلیل	اعظم الامرا امیر اکبر اہل عقل و دین گفت اہل دین بشیر الدولہ شد زیر زمین ۱۳۱۶
اعظم الامرا امیر کبیر از القاب نیک با ہزاران افسوس و دریغ از بہر تاریخش خلیل	آسمان جاہ و بشیر الدولہ چون در خاک خفت صاحب جاہ آسمان جاہ در زمین خفتہ گفت ۱۳۱۶ھ
رفت آسمان جاہ ز دنیا چو ناگہان آن خیر خواہ خلق چو رحلت نمود سال	نالان ازان شدست زمین و ہم آسمان گفتا خلیل زیر زمین رفت کامران ۱۳۱۶

اور نواب اقبال الدولہ وقار الامرا بہادر ۱۳۱۱ھ تیرہ سو گیارہ ہجری مین منصب عالی مدار المہامی سے سرافراز ہوئے عزیز جنگ بہادر معتمد پائگاہ نواب ممدوح نے اس مصرع مین تاریخ لکھی ہے ع زیبد بوقار الامرا لبس وزارت،، نواب ممدوح بکمال جفاکشی شب و روز انتظام ملک مین مشغول ہیں اور حضور بندگانعالی بھی بنفس نفیس ہمیشہ متوجہ امور سلطنت رہتے ہیں۔ایک کرڑو روپیہ قرضہ بنگال بنک انگریزی کا ہوگیا تھا ازانجملہ پچیس لاکھ روپے سے زیادہ رقم ادا ہوئی ہے۔بعد نواب سعادت علیخان منیر الملک کے نواب وقار الامرا بہادر معین المہام علاقہ و مالگزاری مقرر ہوئے تھے اور راجہ کشن پرشاد بہادر پیشکار سرکار عالی معین المہام علاقہ فوج اور نواب فخر الملک بہادر معین المہام علاقہ عدالت و نواب شہاب جنگ بہادر معین المہام علاقہ کوتوالی مقرر تھے۔جبکہ نواب وقار الامرا بہادر بمنصب مدار المہامی سرافراز ہوئے عہدہ معین المہامی مالگزاری خالی رہا اور مجلس مالگزاری منعقد ہوئی۔عہد مبارک مین حضور بندگان عالی کے مدارس تعلیم جمیع علوم شہر حیدرآباد اور سب اضلاع میں روز بروز زیادہ ہوتے جاتے ہیں اور بذریعہ آہنی نل کے آب مصفا نہر کا ہر خاص و عام کو بآرام تمام بافراط میسر ہوتا ہے زمانہ سابق میں پانی نہر کا ہر ہر محلہ میں نہیں پونہچ سکتا تھا۔مسٹر پلوڈن صاحب بہادر عہد مدار المہامی سے نواب آسمان جاہ کے بعہدہ رزیڈنٹی ریاست حیدرآباد مامور ہیں۔واضح ہو کہ حضرت غفران مآب علیہ الرحمۃ کے عہد مبارک سے یہ دستور مقرر ہے کہ چند تعلقات بعوض تنخواہ سپاہ علاقہ پائگاہ و اخراجات ذات کے نواب تیغ جنگ مرحوم کے مقرر ہوئے تھے بعد انکے نواب شمس الامرا امیر کبیر محمد فخر الدین خان مرحوم خدمت موروثی علاقہ پائگاہ سے سرافراز ہوئے چنانچہ ابتک وہ تعلقات اور افواج انکے خاندان عالی شان میں بحال و برقرار ہیں علی ہذا القیاس دوسرے امیروں کو بھی تعلقات بعوض ماہوار جمعیت کے سوائے جاگیرات ذات کے سرکار عالی سے عطا ہوئے ہیں۔اور حضرت غفران مآب نے چند تعلقات واسطے اخراجات محلات و جمعیت و فیلخانہ و اصطبل و عمارات وغیرہ خاص اپنے تحت حکومت رکھے تھے اس علاقہ کا نام صرف خاص مقرر ہوا اخیر عہد تک حضور مغفرت مکان کے تعلقدار اور کارگذار متفرق و مختلف اس علاقہ میں تھے۔بعدہ نواب مختار الملک اول نے ملک صرف خاص کے دو ضلع مقرر کیے ایک ضلع اطراف بلدہ دوسرا ضلع پالم بعد ازان ضلع پالم کے تعلقات تعلقداران اضلاع قریب کے تحت میں داخل کر دیئے

اُن سب تعلقات کی رقم محاصل خزانہ صرف خاص میں سب تعلقدار ارسال کرتے ہیں بعضے تعلقات صرف خاص کے نواب آسمان جاہ بہادر اور نواب خورشید جاہ بہادر اور نواب وقارالامرا بہادر کے بھی تفویض ہیں۔ یہ تمام صرف خاص کے تعلقات اور لشکر وغیرہ وخزانۂ صرف خاص وقت سے نواب مختارالملک اول کے تحت حکومت نواب آصف نواز الملک سید عبدالرزاق خان بہادر معتمد صرف خاص دام اقبالہ وطال بقائہ کے ہے۔ حضور بندگانِ عالی کے جملہ فرمان واحکامات علاقۂ صرف خاص بلا توسط براہِ راست معتمد صاحب کے پاس شرف صدور پاتے ہیں اور محکمۂ عالیہ معتمدی سے تعمیل ہوتی رہتی ہے۔ نواب ممدوح ہمیشہ مورد عنایاتِ شاہی رہتے ہیں اور بکمال حسن اخلاق وحق شناسی وشرفا پروری وغربا نوازی موصوف ہیں انتظام علاقہ صرف خاص کا بدستور قدیم بلحاظ قدامت پروری بہت خوب رکھتے ہیں۔ اور حضور بندگانِ عالی بتاریخ نہم رجب روز پنجشنبہ ۱۳۱۳ھ اتیرہ سو تیرہ ہجری باعتقاد تمام جناب حضرت پیر مرشد مولانا محمد نعیم مسکین شاہ صاحب کی خدمت والا میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے فیضیاب اور مشرف ہوئے اور یہ چند گوہر بے بہاے اشعار آبدار بر آمدہ بحر طبع مبارک جواہر بار نذر بیش قیمت دست حق پرست پیر حضرت کے پیش کیے

مرشد مرے جناب ہیں مسکین شہ ولی	لاکھوں میں انتخاب ہیں مسکین شہ ولی
دین مبین کی رونق و تعظیم جو کیے	واللہ وہ جناب ہیں مسکین شہ ولی
نور محمدی میں فنا خود کو کر دیئے	کیا فرولا جواب ہیں مسکین شہ ولی
میں قطرہ ہوں سحاب ہیں وہ ذات مستطاب	میں ذرہ آفتاب ہیں مسکین شہ ولی
آصف کو رستہ بھی بخشش کامل کیا	خضر رہ صواب ہیں مسکین شہ ولی

قبل از بیعت بھی حضرت پیر مرشد کی خدمت بابرکت میں حضور بندگانِ عالی اکثر حاضر ہونے تھے اور لعد بیعت بھی حاضر ہوتے رہتے اور بروز وصال بھی مکہ مسجد میں شریک نماز جنازہ اور فاتحہ روز سوم مع ارکانِ دولت رہے اور بعضے اوقات مشاہیر اولیاء اللہ کی زیارت سے بھی بندگان عالی مستفیض ہوتے رہتے ہیں اور اہل اللہ کرام اور علماے عظام کی ملاقات کے واسطے کبھی انکے مکان پر اور مجالس وعظ میں بھی رونق افزا ہوتے ہیں۔ اللہ سبحانہ ایسے بادشاہ حامیِ اسلام صاحب عدل و

سخاوت کو مع شہزادۂ ولیعہد جناب میر عثمان علیخان بہادر دام اقبالہ وطال بقاءہ ہمیشہ سلامت باکرامت رکھے

نواب محمد ابوالخیر خان امام جنگ شمشیر بہادر

اولاد سے حضرت شیخ فریدالدین گنجشکر قدس اللہ سرہ کے ہیں حضرت ممدوح کا نسب حضرت عمر فاروق خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے ہمراہ رکاب جناب نواب مغفرت مآب نظام الملک آصفجاہ اول کے رونق افزائے ملک دکن ہوئے اور آٹھ ہزار سوار کے ساتھ بابو نایک کا مقابلہ کیا اور بوجہ اس فتح عظیم کے مورد تحسین و آفرین ہوئے اور خطاب و جاگیر سے بھی سرفراز رہے۔ لیکن جس وقت نواب ناصر جنگ شہید نے اطاعت سے نواب آصفجاہ کی انحراف کیا تھا نواب ابوالخیر خان شریک حال نواب شہید کے ہوئے تھے لہذا بعد رحلت نواب آصفجاہ کے نواب شہید نے جاگیرات ضبط کرلیں اور تنخواہ سپاہ کی بھی نہ دی نواب ابوالخیر خان نے اپنا اثاث البیت فروخت کرکے تنخواہ سپاہ کا تصفیہ کیا اور خانہ نشین رہے۔ واضح ہو کہ نواب آصفجاہ کمال عنایت نواب ابوالخیر خان کے حال پر رکھتے تھے اور سنہ ۱۱۵۹ گیارہ سو انسٹھ ہجری میں مسند نظامت صوبہ داری برہان پور سے مع فوجداری بگلانہ بتغیر خواجم قلیخان کے سرفراز فرمایا تھا بعدہ نواب شہید نے سنہ ۱۱۶۲ گیارہ سو باسٹھ ہجری میں فوجداری بگلانہ قاضی محمد دایم صاحب کو دی اور صوبہ داری برہان پور پر خواجم قلیخان کو مقرر کیا اور قایم جنگ ذوالفقار الدولہ خطاب دیا اور نواب ابوالخیر خان کو شمشیر بہادر مخاطب فرمایا اور ماہ رمضان سنہ صدر میں نواب شہید نے انتظام صوبہ خجستہ بنیاد اورنگ آباد کا نواب ابوالخیر خان کے تفویض فرمایا اور تخمیناً دو لاکھ سوار و پیادہ ہمراہ لے کر واسطے تنبیہ ہدایت محی الدین خان مظفر جنگ کے متوجہ ہوئے اور ماہ ربیع الآخر سنہ ۱۱۶۳ گیارہ سو تریسٹھ ہجری میں بعد جنگ عظیم مظفر جنگ کو دستگیر کرکے مقید فرمایا اور سید لشکر خان کو ناظم صوبہ خجستہ بنیاد بتغیر نواب ابوالخیر خان مقرر کیا۔ نواب ابوالخیر خان برہان پور میں ہوکر اپنے اہل و عیال میں رہے نواب صلابت جنگ جب بجائے نواب شہید کے مسلط ہوئے خواجم قلیخان کو برہان پور کی صوبہ داری سے معزول کرکے نواب ابوالخیر خان کو ناظم صوبہ برہان پور مقرر فرمایا اور بخطاب امام جنگ سرفرازی ہوئی اور چھ ہزار سوار بھی نوملازم رکھنے کے واسطے امام جنگ کو

نواب صلابت جنگ نے حکم دیا لہذا لشکر ہمراہ لے کر نواب صلابت جنگ کی ملازمت سے مشرف ہوئے اور نواب ممدوح کے ہمراہ ۱۱۶۴ھ گیارہ سو چونسٹھ ہجری میں شہر احمد نگر اور مقام پونہ پر بھی مرہٹوں سے جنگ وجدال میں شریک رہے بعد وقوع صلح مرہٹوں کے نواب صلابت جنگ داخل حیدرآباد ہوئے اور نواب ابوالخیر خان برہان پور میں پہنچے اور بتاریخ ۱۶ ربیع الاول سنہ مذکور رہگرائے عالم بقا ہوئے متصل شہر برہان پور قریب رود اوتاولی مقبرۂ نواب ابوالخیر خان مرحوم کا واقع ہے نواب موصوف کے دو فرزند تھے اول نواب محمد ابوالفتح خان تیغ جنگ کہ تذکرہ انکا حضور غفران مآب کے احوال میں لکھا گیا ہے اور دوسرا ابوالبرکات محمد بہار الدین خان امام جنگ کہ میدان جنگ میں روبرو حضور غفران مآب کے مقتول ہوئے وہ بھی برہان پور میں مدفون ہیں نواب خورشید جاہ بہادر چند بار بوقت سفر ہندوستان کے برہان پور میں قاضی محمد سراج الرحمن صاحب کے مکان میں رونق افزا ہوئے ہیں اور نواب آسمان جاہ مرحوم بھی اپنی مدار المہامی کے عہد میں رونق بخش برہان پور مکان میں قاضی صاحب موصوف کے تشریف فرما ہوئے تھے اور زیارت سے بزرگوں کی بھی مشرف ہوئے تھے اور نواب شمس الملک بھی علی ہذا القیاس رونق افروز برہان پور ہوئے ہیں مونتخانہ نواب ابوالخیر خان واقع محلہ لوارہ بسبب اقتضائے زمانہ دراز کے باقی نہ رہا لیکن نقارخانہ باقی ہے

تذکرہ بعض وقایع شہر برہان پور

جبکہ سنہ ۱۱۷۳ھ گیارہ سو تہتر ہجری میں بمقتضائے وقت نواب صلابت جنگ نے مرہٹوں کو ساٹھ لاکھ روپیہ کا ملک صلحا دیا اُس ضمن میں شہر برہان پور و قلعۂ آسیر وغیرہ بھی مرہٹوں کے تفویض ہوا۔ چنانچہ کیفیت اسکی تفصیل احوال میں نواب صلابت جنگ کے مذکور ہوئی۔ پس چند سال برہان پور تحت حکومت راجہ راؤ پنڈت پردہان پیشوا والی پونہ کے رہا بعد ازان عملداری راجہ مہادجی سیندھیا کی اور راجہ دولت راؤ عالی جاہ والی گوالیار کی برہان پور میں رہی۔ لیکن اکثر صوبہ داران خود غرض جو وہاں سے مقرر ہوکر برہان پور میں آتے تھے اپنے ذاتی فوائد کا زیادہ خیال رکھتے تھے انتظام و انصاف کا لحاظ کم کرتے اور بسبب بعد مسافت گوالیار کے وہاں تک شکایت کی رسائی بھی دشوار تھی ابتدائے

عملداری مرہٹی سے اکثر معاش یومیہ داران وانعامداران واخراجات مساجد ومقابر اولیا اللہ بسبب تعصب
مذہبی کے موقوف کردیئے اہل اسلام میں تمام شرفا وعلما ومشائخین تنگ حال ہوکر بقوت محتاج ہوگئے
جو لوگ کہ تکلیف سفر کی اختیار کرکے حضور غفران مآب نواب میر نظام علیخان بہادر سے عرض حال کیا
اُنکو معاوضہ صوبہ برار میں عنایت ہوا۔ یہاں خوب غور کرنیکی جائے ہے ناظرین بنظر انصاف ملاحظہ
فرمائیں کہ سرکار عالی میں نظام الملک آصفجاہ کی زمان قدیم سے آجتک یہ دستور رہا ہے کہ اہل اسلام اور
اقوام ہنود سب ملازم ہیں فوج میں اور محکمات کے عملوں میں بھی مسلمان اور ہندو بلا رعایت مذہبی برابر
نوکر ہیں۔ دفاتر حساب میں تو متصدی سب ہندو مقرر ہیں مسلمان محاسب تو سو میں دو ایک ہوگا تعلقداران
اور اہل کاروں اور امیروں میں بھی ہندو اور پارسی اور عیسوی ہر قسم کے لوگ موجود ہیں سب خلقت خدا
کو برابر سمجھتے ہیں یہانتک کہ راجہ چندولال اور راجہ رام بخش اور راجہ نرہندر مدار المہام اور مختار کل اپنے
اپنے وقت میں رہے ہیں جو چاہتے تھے کرتے تھے کچھ بازپرس اُنسے نہ ہوتی تھی اکثر برہمنوں اور
زمینداروں کو راجہ چندولال وغیرہ نے تنخواہ کثیر وجاگیرات وغیرہ مقرر کردیں آجتک سب بحال وبرقرار
ہیں طرفہ تر یہ ہے کہ راجہ چندولال وغیرہ نے بتخانوں کے واسطے اخراجات ہزاروں روپیہ محاصل کی
جاگیرات دی ہیں چنانچہ بتخانہ تلجاپور کا اور رانی کے سانور گانو کا بتخانہ اور چھوٹے بڑے بہت بتخانوں کے
نام سے جاگیرات اور معاش مبلغ خطیر ابتک بحال وبرقرار ہے۔ اکبر بادشاہ کے عہد سے اس وقت تک
سلاطین اسلام کا یہی طریقہ جاری ہے۔ اسواسطے مدح وثنا سرکار آصفیہ کی اور کیفیت اُسکے خاندان
کی درج کی گئی اور عملداری بھی سرکار آصفیہ کی برہانپور میں مدت مدید تک رہی چنانچہ نواب آصف جاہ
اول کا وہاں انتقال ہوا اور نواب میر نظام علیخان بہادر کی رونق افزائی کا حال بھی مذکور ہوچکا اور
عمارات قلعہ ارک یعنی تخت گاہ سلاطین فاروقیہ کی مرہٹوں کے عمل میں یہ خرابی ہوئی کہ حکام نے
منہدم کرکے چونہ وخشت وسنگ فروخت کردیا اور حویلی صوبہ دار صاحب کشن راؤجی کے مکانات
واقع شاہ بازار۔ قلعہ کے مصالح سے بنائی گئی۔ تابجدیکہ مسجد میں قلعۂ مذکور کی جو سنگ مرمر نصب
کیا ہوا تھا سب نکالکر لے گئے اب قلعہ کے مکانات بادشاہی میں سے صرف حمام کا مکان اُنکے
دست تعدی سے مامون رہا لیکن اُس میں سے بھی تختہ ہائے سنگ مرمر اکثر چوری گئے۔ اور

عمارات مکان آہو باغ معروف آہو خانہ شاہزادہ دانیال فرزند اکبر بادشاہ کا ساختہ پرداختہ بھی تا حال سرحد زین پور میں قائم ہے اور شہر پناہ کی شکست وریخت پر بھی کسی نے خیال نہ کیا یہانتک کہ بعضی بعضی طرف سے اُفتادہ ہوگئی سوائے اسکے جس سال میں کہ ماہِ محرم میں دسہرہ یا ہولی باختلاف فصول آنے کا موقع ہوتا تھا تو مسلمانوں کی جماعتوں اور میل نکلنے کا وقت اور ہندو لوگوں کے بتوں کے نکالنے کا وقت ایک ہوتا تھا پس بازاروں میں فیمابین مسلمانان واقوام ہنود کے تکرار اور کشت وخون کی حالت ہوتی رہتی تھی لیکن حکام وقت بلا دریافت طرفداری اور رعایت وحمایت قوم ہنود کی کرتے تھے اور ۱۲۰۵ھ بارہ سو پانچ ہجری میں ملک دکن اور ہندوستان میں قحط عظیم واقع ہوا تھا کہ معاذ اللہ ایک روپیہ اور دو روپیہ کو ایک سیر غلہ بمشکل میسر ہوتا تھا برہان پور میں بھی چند روز ایسا ہی حال رہا اور نادر واقعات سے یہ ہے کہ دریائے تپتی کو طغیانی موسم بارش میں دس پندرہ برس کے بعد کسی سال زیادہ ہو جاتی ہے کہ شہر برہان پور کے اندر ندی کا پانی آجاتا ہے اور راج گھاٹ کا دروازہ سالم غرق ہو جاتا ہے مگر ۱۲۳۷ھ بارہ سو سینتیس ہجری میں طغیانی تپتی کی بسبب شدت بارش کے یکایک حد سے زیادہ ہوگئی کہ نمونہ طوفان حضرت نوح علیہ السلام کا نظر آتا تھا چنانچہ دروازۂ راج گھاٹ کی طرف سے پانی ندی کا قریب مسجد قدیم محلہ چکلہ اور مسجد متصل مکانات قاضی صاحب برہان پور کے نزدیک پونہچ گیا اور خرادی بازار کی طرف ایک گز نیچے راستے سے دہلی دروازہ کے ندی کا پانی پونہچا تھا اگر ایک دو گز اور زیادہ پانی بلند ہو جاتا تو تمام شہر غرقِ آب ہوتا اور جملہ مکانات منہدم ہو جاتے لیکن محض فضلِ الٰہی شاملِ حال بندگانِ ضعیف کے ہوا کہ شدتِ بارش اور طغیانی سیلاب میں کمی شروع ہوئی اگرچہ دیوارین اور مکانات بہت منہدم ہوئے لیکن آدمیوں کو صدمہ بہت کم پونہچا ع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت ،، اُس طغیانی کا اثر شہر سورت تک پونہچا تھا وہاں بھی جوش وخروش سے طغیانی دریائے تپتی کی بہت مکانات کو صدمہ پونہچا تھا بلکہ جسوقت یہاں سیلاب کا زور ہوتا ہے بندر سورت میں بھی بہت زور و شور ہوتا ہے۔ برادر عزیز قاضی محمد حبیب الرحمٰن صاحب کہتے تھے کہ فی زمانا جسوقت برہان پور میں طغیانی شدید ہوتی ہے ہم لوگ علاقۂ مینونسپل سے حکام سورت کو بذریعۂ تار برقی اطلاع کرتے ہیں

تو وہاں کے لوگ جلد انتظام کر لیتے ہیں ایک سال وقتِ شب طغیانی کی اطلاع نہو سکی اُس سال اہلِ سورت کا بہت نقصان ہوگیا اور ۱۲۳۳ء بارہ سو تینتیس ہجری میں یا ایک دو سال پس و پیش ماہ محرم میں ہولی ہنود کی اتفاقاً باختلافِ فصول ہوئی تھی اہل اسلام اور ہنود میں منافشہ اور فساد زیادہ ہوا چنانچہ مسجد جامع میں بعضے از قوم اہلِ ہنود نے آکر چند مسلمانوں کو شہید کیا بعضے ہندو بھی اِس معرکہ میں مقتول ہوئے اور ۱۲۶۴ء بارہ سو چونسٹھ ہجری میں بعضے ہنود نے تبخانہ جدید درمیان چوک کے بنانا چاہا اگرچہ اہلِ اسلام کے مانع ہونے سے قوم ہنود نے تبخانہ بنانا موقوف کیا لیکن اُنکے دلوں میں رنج پیدا ہوا بعدہ ایام دسہرہ میں ہنود نے مہاجنان پیٹھ سے بالاجی بت کی سواری مسجد جامع کے روبرو لانے کا اور باجا بجاتے لیجانے کا ارادہ کیا اہل اسلام نے کہا کہ سب شہروں میں ہندو دکن کے دستور مقرر ہے کہ مسجد کے روبرو شادی وغیرہ ہر قسم کا باجا بند کیا جاتا ہے کہ وقت نماز سماعت قرارت میں نمازیوں کی خلل نہ واقع ہو۔ صوبہ دار نے بھی واسطے فہمایش اور تصفیہ اس تکرار کے اپنے مددگار ہری جہاوا اور پیشکار راوجی وغیرہ کو قاضی صاحب بلدہ کے مکان پر بھیجا۔ آخر الامر سب کا اتفاق ہوا کہ مسجد جامع کے روبرو سے نہ لیجاویں بعدازاں دوسری مساجد کے واسطے بھی گفتگو ہوتی رہی۔ باجا بجانیکی موقوفی کے واسطے تو سب ہندو لوگوں نے قبول کیا لیکن محلہ سندھی پورہ وغیرہ میں روبرو سے مساجد اثنائے راہ کے لیجانے پر اصرار کیا اور کہنے لگے کہ شارع عام سے آدمی اور جانور اور نیک و بد سب چلے جاتے ہیں مضایقہ نہیں اس گفتگو میں موتی خان صاحب جمعدار رسالہ کنٹنجنٹ حیدرآباد بصلاح کم فہمان ناتجربہ کار کہنے لگے کہ حسینی علم کے روبرو سے بھی ہم کسی بت کو نجانے دیں گے ہندو لوگ اِس بات پر راضی نہ ہوئے حضرت مولٰنا مولوی جمیل محمد صاحب قاضی بلدہ برہان پور اور حضرت قاضی غلام محمد صاحب والد ماجد نے مولف عاصی کے جمعدار کو فہمایش کی لیکن جمعدار سپاہی مزاج تھے اُنکے خیال میں نہ آیا بعدہ بوقتِ شب اندیسی صاحب کپتان رسالہ اور پلٹن کنٹنجنٹ گوالیار کے جو چھاونی زین آباد کی سرا میں اور آہو باغ میں رہتے تھے رسالہ اور پلٹن لے کر آئے اور جمعدار سے کہا کہ ہم جنگ و جدال نہو نے دینگے درمیان میں قوم ہنود اور مسلمانوں کے حائل ہونگے تم ارادہ فساد نہ کرو لیکن جمعدار نے کپتان صاحب کے کہنے کا بھی کچھ خیال نہ کیا کپتان صاحب ناراض ہو کر سب

جمعیت اپنی لیکر چلے گئے دوسرے روز حسب ایمائی صوبہ دار حضرت قاضی غلام محمد صاحب مع مددگار صوبہ دار وپیشکار مکان پر جمعدار کے گئے اور صلحنامہ پیشکار و مددگار صوبہ دار نے لکھکر دیا کہ (مساجد کے روبرو سے اور حسینی علم کے روبرو سے آمد ورفت بالاجی کی کبھی نہو گی) اور بی بی کی مسجد کے روبرو سے فی الفور بت کو لیکر چلے گئے اور وہ دونوں برہمن بھی براہِ فریب جمعدار کے مکان سے چلے گئے اگرچہ بہت مسلمان بطور تماشہ بینی کے جمعدار کے مکان پر آئے تھے لیکن ایام دسہرہ میں ممانعت ہتھیار رکھنے کی اہل اسلام کو ہوئی تھی۔ پس ہزاروں مفسد ہندو بندوقیں اور ہتھیار لیکر اطراف مکان جمعدار کے اور حسینی علم کے جمع ہوگئے اور اہل اسلام حالت بیخبری میں مضمونِ صلح اور بیفکری سمجھکر جمعدار کے مکان سے اور حسینی علم کے مکان سے باہر نکلے اُن ظالموں نے ناحق بے گناہوں کو یکایک قتل کرنا شروع کیا۔ برابری کے سپاہیوں سے جنگ کرنا کہ جو سلاح سے آراستہ ہوں نزدیک بہادرانِ عاقل کے کمال مردمی ہے اور جن لوگوں کے پاس ہتھیار تو درکنار ایک چوب دستی بھی نہ ہو اُن کو مانند بکروں کے ذبح کرنا بالکل نامردمی ہے پس صد ہزار افسوس ہے کہ تخمیناً سو آدمی اہل اسلام مجروح ہوئے اور تخمیناً پچاس ساٹھ آدمی مظلوم شہید ہوئے ہنود نے جمعدار کے مکان کو بھی آگ لگا دی تا کہ اندر کے لوگ وہاں جلکر مرجائیں لیکن جناب حکیم میر علی نقی صاحب نے اُس وقت بہت سعی فرماکر سب لوگوں کو آگ بجھانے پر آمادہ کیا اور اُس بلا سے نجات ہوئی۔ مگر ایسے وقت میں بعنایت الہیٰ توفیق پاکر کفار بدکردار کو تاج خان جمعدار کپھری والا نے براہ مردانگی و حسنِ تدبیر خبر دی کہ روہیلے جو کچہری صوبہ داری میں ملازم ہیں تمھارے مارنیکے واسطے چلے آرہے ہیں یہ بات سنتے ہی وہ سب ظالم بھاگے اہل اسلام نے اِس ظلم کا استغاثہ رزیڈنٹ صاحب بہادر ریاستہائے ملک مالوہ سے کیا چنانچہ چھاؤنی شہر اندور سے صاحب بہادر موصوف مع چند سردارانِ انگریزی شہر برہانپور میں وارد ہوئے اور تحقیقات اور دریافت مجرمین جاری کی مگر اُن ظالموں میں سے کوئی گرفتار نہوا آخرش بانی فساد موتی خان جمعدار اور پوجاری بالاجی کو قرار دیکر شہر گوالیار میں مقید رکھا حالتِ قید میں وہاں موتی خان جمعدار کا انتقال ہوا لیکن اگر کپتان صاحب بے پروائی کر کے موقع فساد سے علحدہ نہوتے تو اتنا قتل عظیم نہوتا یا اہل اسلام کارکنان صوبہ دار کو مفسدوں کی جائے خالی ہونے تک اپنے نزدیک بٹھا رکھتے تو کشت و خون کی

چہرۂ مبارک دیکھا اپنا سر زمین پر رکھکر موافق کتے کے روبرو بیٹھی بعد ایک ساعت کے اپنی جگہ کیطرف دوڑی اور تین بچے اپنے لاکر زیر قدم حضرت کے ڈال دیئے۔ جب وقت نماز کا پونہچا بسبب پانی نہونیکے وہاں سے اُٹھنا چاہا وہ شیرنی اثنائے راہ میں حائل ہوئی حضرت نے متبسم ہوکر فرمایا کہ پانیکی جائے بتلادے وہ شمال کی طرف چلی حضرت بھی مع ہمراہیان اُسکے ساتھ ایک نالہ پر پونہچے اور وضو کیا اُس وقت حضرت نے خیال فرمایا کہ یہ نالہ موسم گرما میں خشک ہوجاتا ہوگا ایک طرف اُسکے عصای مبارک سے اشارہ فرمایا فی الحال چشمۂ جاری ہوا دوسرے وقت نماز کے اُس چشمہ سے وضو کرکے فرمایا کہ یہ چشمہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ لوگ اُس چشمہ کو سیوری کہتے ہیں یعنی عبادت کی برکت ہے سیوا زبانِ ہندی میں اطاعت کو کہتے ہیں۔ پس حضرت نے وہاں رہنے کا ارادہ مقرر کیا اور مدتِ دراز اطراف میں قلعۂ آسیر کے سیر کرتے تھے سوائے گھاس اور جھاڑیوں کے پتوں کے کچھ نہ کھاتے تھے اور اکثر روزہ دار رہتے تھے اور بطریق اربعین یعنی چلہ کشی کے کبھی ایک سال کبھی چھ ماہ کم وبیش گوشہ نشین رہتے تھے۔ جنگل کے جانور ہرن وغیرہ بہت آپکے پاس جمع ہوتے تھے اور ہم زبان رہتے تھے اکثر خادمان خاص یہ حال دیکھتے تھے اور واسطے مریدوں کے بحکم الٰہی کئی ایک ہرن وغیرہ جانور جنگل سے خانقاہ میں آتے تھے اُنکو ذبح کرتے گوشت پکاکر کھالیتے اور استخوان ایک طرف خانقاہ میں رکھدیتے جب حضرت واسطے نماز کے حجرہ سے نکلتے اُس استخوان پر اشارہ کرتے وہ جانور بقدرت الٰہی زندہ ہوکر چلا جاتا۔

نقل ہے کہ ایک جوگی سدناتھ نام جو اپنے علم میں کمال رکھتا تھا اور فاضلوں سے زمانہ کے علم حقایق میں کلام کرتا تھا قریب قلعۂ آسیر کے کوڑہ پہاڑ پر جو مشہور ہے اپنا مسکن بنایا تھا اکثر جوگیوں کو گجرات و مالوہ کے تربیت کرتا اور رقم کثیر ماہوار یا سالیانہ اُنکو دیتا۔ کبھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا سوائے عبادتِ الٰہی کے کوئی بات نہ دیکھتا ایک روز اُس جوگی نے عرض کیا کہ تنہائی میں اپنا حال کچھ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میں بہت ضعیف ہوگیا ہوں سو برس سے زیادہ عمر ہے وقت موت قریب آگیا ہی ایک نایاب چیز میرے پاس ہے کہ بکمال محنت ومشقت سیاح جوگیوں سے میں نے حاصل کی ہے اور اپنے لوگوں میں سے کسیکو اُس امانت رکھنے کے لایق نہیں پاتا ہوں باعتماد تمام حضرت کی خدمت میں یہ اکسیر سدبیدمنی پیش کرتا ہوں جو چیز تانبے وغیرہ سے کہ آگ کی گرمی سے نرم ہوتی ہے

اسکے لگانیسے خالص سونا ہو جاتی ہے اور وہ اکسیر کچھ کم نہیں ہوتی آپ اسکو فقرا اور مساکین کے اخراجات
میں صرف کرتے رہیں حضرت نے وہ اکسیر کاغذ کے تختہ پر ڈالکر سب ہوا میں اُڑا دی۔ جوگی یہ حال دیکھکر
متحیر ہوا اور بیہوش ہوکر گرا جب ہوش میں آیا حضرت نے فرمایا خاطر جمع رکھ اس صحرا میں سے پتھر لا
وہ ایک بڑا پتھر دونوں ہاتھوں میں اُٹھا لایا حضرت کی ایک نظر مبارک سے وہ پتھر سونا خالص بنگیا پھر
حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جسکو خدائے رب العزت نے یہ قدرت دی ہو پھر وہ اپنے مالک کو چھوڑ کر
کیمیائے فانی پر کیوں اعتماد اور تکیہ کرے گا۔ جوگی نے یہ حال دیکھکر بکمال اعتقاد حسن کیا۔

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند	آیا بود کہ گوشۂ چشمی بما کنند

فی الحال دولتِ اسلام سے مشرف ہوکر دولتِ ابدی و کیمیای سرمدی حاصل کی اور حین حیات حضرت
کے بعد دو تین سال کے عالمِ فانی سے روانہ ہوا اُسکی قبر حضرت کے مرقدِ مبارک کے قریب ہے۔
نقل ہے کہ حضرت شاہ عالم علیہ الرحمۃ سلطان محمود والی گجرات سے ناخوش ہوکر احمد آباد سے متوجہ
برہان پور کے ہوئے اور حضرت شاہ نعمان رحمۃ اللہ کے نام خط بدین مضمون روانہ کیا کہ آپ صاحب
ولایت خاندیس کے ہیں لہذا یہ درخواست واسطے اجازت برہان پور کی سکونت کے ہے اگر منظور ہو تو بہتر
ہے۔ حضرت شاہ نعمان نے اس مضمون سے مطلع ہوکر فرمایا کہ محمود اپنے عمل سے پشیمان ہوا اور شاہ عالم
نے اپنے وطنِ مالوف کو مراجعت کی۔ خلفا و مریدین حضرت شاہ نعمان کے بہت تھے از انجملہ سات خلفا
صاحب کمال مشہور ہیں شاہ نظام الدین ابن شاہ نعمان رحمۃ اللہ سید پیارا کہ قریب گنبد حضرت شاہ
بھکاری کے مدفون ہیں شیخ اسحاق محفوظ شیخ منجھو داماد حضرت شاہ منصور رحمۃ اللہ کے شیخ بڈہ انکا قبہ
تحت قلعہ آسیر ہے شیخ احمد محمد بیک جدی شیدی اجو ہر چشتی قبر اُنکی شہر مسر میں واقع ہے شاہ نعمان
رحمۃ اللہ ۸۸۱ھ آٹھ سو اکیاسی ہجری میں راہی روضۂ رضوان ہوئے مزار قریہ باشہر برہانپور نزدیک
قلعہ آسیر کے زیارت گاہ خلایق ہے اور خزینۃ الاصفیا میں بحوالہ معارج الولایت ہے کہ شاہ نعمان
چشتی مرید و خلیفہ شاہ بھکاری صاحب کے ہیں اور وفات اُنکی ۱۰۱۶ھ ایکہزار سولہ ہجری میں واقع
ہوئی لیکن ملفوظات جلالی سے یہ مضمون بالکل خلاف ہے اور تاریخ الاولیا میں مرآۃ الصفا سے جو
منقول ہوا ہے ملفوظات کے مطابق ہے پس دو گواہوں کے بیان سے جو ثابت ہو جائے وہی

بات قابل اعتبار ہوتی ہے تسوائے اسکے شیخ ابو محمد بن خضر جو کہ ۹۹۲ھ نوسو بانوے ہجری میں فوت ہوئے ہیں شیخ جلال الدین بن شاہ نظام الدین بن شاہ نعمان کے مرید ہیں پس جو سال وفات شاہ نعمان خزینۃ الاصفیا میں مرقوم ہے ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔

حضرت شاہ نظام الدین علیہ الرحمتہ

حضرت شاہ نعمان رحمۃ اللہ کے فرزند رشید ہیں فیوضات طریقت و دولتِ خلافت اپنے والد ماجد سے حاصل کی تھی ہمیشہ ریاضت و عبادتِ الٰہی میں رہتے تھے ایک وقت واسطے زیارت حضرت سید علاء الدین ضیا اور حضرت برہان الدین اولیا کے مقام روضہ منورہ میں پونہچے وہاں صوفیوں کی مجلس سماع میں شاہ صاحب پر حالتِ وجد غالب ہوئی دروازہ پر روضۂ حضرت شاہ برہان الدین اولیا کے حاضر ہو کر یہ شعر پڑھا ؎ امروز چون جمال تو بے پردہ ظاہرست ✢ درحیرتم کہ وعدۂ فردا برائے چیست ✢ وقت شب جملہ خادمین حسب معمول روضۂ شریفہ کو مقفل کر کے چلے گئے تھے شاہ صاحب نے حضرت ممدوح سے بکثرت شوق اُسوقت واسطے کشادہ ہونے دروازہ کے عرض کی قفل فی الفور زمین پر گرا اور دروازہ کھل گیا پس اُس وقت خاص میں زیارت سے مزار مبارک کی مشرف ہوئے شیخ بدن وغیرہ مجاورین و خدام درگاہ والا کے سب بجان و دل معتقد شاہ صاحب کے ہوگئے شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ کرامت حضرت برہان الدین اولیا کی ہے کہ قفل خود بخود کھل گیا پھر وہاں سے بعد چند روز کے روانہ ہو کر اپنے وطن مالوف میں داخل ہوئے اور ۸۸۰ھ آٹھ سو اسی ہجری میں دار فانی سے رخصت ہو کر عالم باقی میں پونہچے۔

حضرت شیخ یوسف المعروف شاہ جوسی چشتی علیہ الرحمتہ

انکے والد ماجد حضرت شیخ محیط الدین نے انکو خلافت سے سرفراز فرمایا کہ شاہ جیطو بھی اُن کو کہتے تھے ابن شیخ الدین المعروف شاہ شیخو ابن شمس الدین ابن نصیر الدین ابن بدر الدین سلیمان ابن حضرت شیخ فرالدین گنجشکر قدس اللہ اسرارہم۔ شیخ یوسف نے بیشتر مقام اجودھن میں ریاضت و عبادتِ الٰہی

میں مشغول رہکر مرتبۂ ولایت حاصل کیا بعدازاں بموجب الہام ربانی کے حج بیت اللہ وزیارات حرمین شریفین سے مع اپنے تین بھائیوں کے مشرف ہوئے بعد فراغ سفر حج وزیارات کے رونق بخش قلعۂ آسیر ہوئے عینا عادل شاہ بادشاہ برہان پور کا حاضر خدمت ہوکر شرف بعیت وارادت سے حضرت کی مشرف ہوا بعدہ حضرت وہاں سے مقام اجودھن کو جاکر اپنے عیال واطفال کو برہان پور میں ہمراہ لائے اور برہان پور میں سکونت اختیار کی اور ۸۵۰ھ آٹھ سو پچاس ہجری میں روانہ فردوس برین ہوئے۔

تاریخ الاولیا میں مرقوم ہے کہ مزار آپکا برہان پور میں ہے ظاہر حالات عبارات ملفوظات وخزینۃ الاصفیا وتاریخ الاولیا سے واضح ہوتا ہے کہ شیخ یوسف والد ماجد حضرت شاہ بھکاری صاحب کے ہیں اگرچہ اس مضمون کی تصحیح اُن کتابوں میں نہیں ہوئی اور احوال میں شاہ بھکاری صاحب کے مندرج ہے کہ مرقد اُنکے والد کا تحت قلعۂ آسیر ہے لیکن بسبب قریب ہونے آسیر اور برہان پور کے یہ چنداں اختلاف نہیں ہے

حضرت شاہ بھکاری چشتی رحمتہ اللہ علیہ

ان کا نام مبارک شیخ نظام الدین ہے حضرت شیخ فریدالدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ خرقۂ ارادت حضرت شیخ شمس الدین ابن شیخ خواجو ابن شیخ منور سے حاصل کیا۔ شیخ شمس الدین آٹھویں پشت میں اولاد سے حضرت گنجشکر کی ہیں۔ شاہ بھکاری صاحب بعد بعیت کے شہر اجودھن کیطرف روانہ ہوئے اور زیارت سے حضرت گنجشکر کی مشرف ہوئے اور ایک مدت تک خدمت میں حضرت شیخ محمد صاحب سجادہ روضۂ متبرکہ کے حاضر رہکر بکمال ریاضت فیوضات باطنی حاصل کیے اور خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت شیخ نصراللہ اولاد سے حضرت گنجشکر کی تھے اُنکے دو فرزند اول شیخ بدہ کہ قبر انکی تحت قلعہ آسیر بالی گڑھ پر واقع ہے دوسرے شیخ یوسف معروف شیخ جوسی کہ اُنکا مرقد مبارک تلہٹی میں قلعہ مذکور کی قریب چاہ گلشن کے واقع ہے شیخ یوسف کے فرزند شیخ نظام الدین ملقب شاہ بھکاری ہوئے۔ منقول ہے کہ شاہ بھکاری صاحب شروع جوانی میں ہمراہ چند بزرگ زادوں کے بارادہ بعیت خدمت میں حضرت شاہ نعمان کے پونہچے حضرت نے بہت اعزاز واکرام فرمایا۔ پھر بعد مراقبہ ارشاد ہوا کہ تمھارے ہمراہیوں کی بعیت میں نے قبول کی لیکن حصہ تمھاری بعیت کا شیخ شمس الدین ساکن قلعۂ

مانڈو کے پاس مقرر ہے اور تکمیل جمیع مراتب خدمت میں شیخ محمد صاحب سجادہ کے شہر اجودھن میں
ہوگی شاہ بہکاری صاحب وہاں سے روانہ ہو کر قلعہ مانڈو پر خانقاہ شیخ شمس الدین میں پونہچے شیخ
روشنضمیر نے بنظر کشف ملاحظہ کر کے خادم کو فرمایا کہ خانقاہ میں شاہ بہکاری آیا ہے اُسکو روبرو حاضر کرو
خادم نے دو تین بار پکارا کوئی جواب نہ دیا۔ شیخ نے خادم کو فرمایا کہ نظام الدین ابن یوسف آسیری جو
گدائی کے واسطے آیا ہے اُسکو بلا جب شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے بیعت سے مشرف اور خرقہ ارادت
سے سرافراز ہوئے اُس روز سے جو کوئی پوچھتا کہ نام تمہارا کیا ہے بہکاری فرماتے تھے اس عجز و انکسار
کے باعث سے اللہ تعالی نے لفظ شاہی اُنکے نام کا تاج بناکر شاہ بہکاری کے لقب سے شہرہ آفاق
کر دیا۔ وہاں سے رخصت حاصل کر کے شہر اجودھن پونہچکر خدمت میں حضرت شیخ محمد صاحب سجادہ
درگاہ حضرت گنجشکر کے حاضر ہوئے اور مدت دراز میں فیوضات حاصل کر کے خرقہء خلافت سے سرافراز
ہوئے۔ پھر وہاں سے رخصت ہو کر قلعہء آسیر میں پونہچے اور حضرت شاہ نعمان کی ملاقات سے خوشنودی
حاصل کی بعد ازان دو بار سفر حرمین شریفین کی سعادت سے مستفیض ہوئے ایک وقت دریا کے
راستے سے دوبارہ راہ صحرا سے روانہ ہوئے اور حج و زیارات کے شرف سے دولت ابدی جمع کی۔
ہمیشہ صایم الدہر و قایم اللیل رہتے تھے اکثر اوقات شور با ترکاری درخت نائی کے پتوں کا جو نہایت
تلخ اور تند بو ہوتا ہے وقت افطار اُنکی غذا ہوتی تھی۔ ایک وقت اُنکی ہمشیرہ نے از روئے محبت بلا
اجازت قدرے روغن اُس میں شریک کیا اگرچہ مزہ معلوم ہوا لیکن خاموش رہے صبح کو بہن سے فرمایا
کہ آج مجھے نماز تہجد میں کچھ لذت حاصل نہوئی اور صفائی دل میں کدورت آگئی ایسی مہربانی سے معاف
رکھو۔ آئینہ صاف آپنے بہن کو دکھلایا بعدہ اُس پر روغن ملکر بتلایا کہ اس طرح صفائی دلکی بھی روغن سے
زائل ہوجاتی ہے اور انوار تجلیات اُس میں نمایاں نہیں ہوتے بغیر ترک لذات کے جلائے باطن
ممکن نہیں۔ ایک روز شاہ نعمان نے شاہ بہکاری سے کہا کہ ہمیشہ سفر کرنے میں تمکو کیا فائدہ حاصل
ہوتا ہے آپنے فرمایا کہ شہر سے صحرا کو جانے میں نفس کا تکبر دور ہوتا ہے اور وہ اپنے کو غریب سمجھتا ہے
اُس حال میں سوچ کی قوت باطنی زیادہ ہوتی ہے لیکن سفر ہر شخص ضعیف کے مناسب نہیں ہے حضرت
شاہ نعمان نے فرمایا کہ اب تم کو شہر میں رہنا ضرور ہے اور گوشہ نشینی مناسب ہے لہذا حضرت شاہ

بھکاری نے حسب صلاح ورضا حضرت شاہ بہاجن کے مکان اپنے واسطے اور خانقاہ درویشوں کے لیے
بنائی شاہ بھکاری صاحب کے ایک فرزند مسمیٰ شیخ ابوالفتح اور ایک دختر مسماۃ شاہ ہدایت اللہ بی بی
عابدہ زاہدہ رابعہ ثانیہ تھیں **نقل** ہے کہ ایک شب بوقت نماز تہجد شاہ بھکاری صاحب کی بہن نے بچشم
اشکبار انکی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ اے بھائی میرا ایک ہی بیٹا تھا اُسنے اب انتقال کیا آپ
جیسا بھائی ولی کامل رکھکر میں کیسے مایوس ہونگی آپ جناب رب العزت سے دعا کیجے تو محیی ومیت اُسکی
صنعت ہی اُمید ہے کہ میرا بیٹا زندہ ہوجائے شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے ابوالفتح کو تمھارے بیٹے
کے عوض میں دیدیا بہن یہ قبول نکرتی تھیں اور اپنے فرزند کے زندہ ہونیکی درخواست کرتی تھیں شاہ صاحب
نے جناب باری میں دعا و بعجز وانکسار کی بعد بشارت اجابت کے بہن سے فرمایا کہ تمھارے فرزند نے
وفات سے نجات پائی۔ جب ہمشیرہ نے اپنے گھر میں آکر اپنے فرزند کو صحیح وسلامت دیکھا کمال خوشنودی
انکو حاصل ہوئی لیکن چونکہ کلمہ عوض کا زبان مبارک سے نکلا تھا تیسرے روز صاحبزادہ شیخ ابوالفتح نے
جان بحق تسلیم کی اور واصل رحمت الہٰی ہوئے۔ یہ حکایت باکرامت شہر برہان پور میں متواتر مشہور معروف
ہے **نقل** ہے کہ بوقت افطار روزہ کے شاہ بھکاری صاحب اقسام طعام ظرف چوبیں میں رکھکر اپنا
ہاتھ بلند کرتے اور شاہ نعمان صاحب کو براہ کرامت پونہچاتے پس شاہ نعمان صاحب اپنے ہمنشینوں سے
فرماتے کہ تناول کرو یہ تبرک حضرت گنجشکر کے گھر کا ہے اور شاہ نعمان صاحب بھی اسی طور سے بوقت
افطار طعام پونہچاتے شاہ بھکاری صاحب اپنے مہمانوں سے فرماتے کہ یہ تبرک حضرت خواجہ مودود
چشتی کے گھر کا تناول کرو سب لوگ تیمنًا تبرکًا کھاتے تھے شاہ نعمان صاحب نے وقت رحلت سید پیارا
اور شیخ منجھو کو فرمایا کہ تمھارے مقامات سلوک کی تکمیل باقی رہگئی ہے میرے بعد شاہ بھکاری صاحب
کی خدمت میں بحسن عقیدت رہکر مقاصد اپنے درجہ کمال کو پونہچانا۔ شیخ منجھو نے عرض کیا کہ وہ مجھسے
واقف نہیں ہیں شاہ نعمان صاحب نے فرمایا کہ اُن سے سفارش کیجائیگی۔ بعدہ جب وہ دونوں صاحب
خدمت میں شاہ بھکاری صاحب کے حاضر ہوئے شاہ صاحب نے چند قدم اُنکا استقبال کیا اور شیخ
منجھو سے فرمایا کہ ایسے وقت نازک میں سفارش کیواسطے شاہ نعمان صاحب کو تمنے کیوں تکلیف دی
کہ فقیر کے پاس تشریف لانیکی ضرورت ہوئی پس عرصۂ قلیل میں شاہ بھکاری صاحب نے اُن دونوں

صاحبوں کو مرتبۂ کمال پر پہونچا کر فرمانِ خلافت واجازت سے سرافراز فرمایا اکثر اوقات شہر برہان پور سے اُن دونوں صاحبوں کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر فی الفور بطریق طی ارض قلعۂ آسیر میں مزار پر شاہ نعمان صاحب کے شاہ بھکاری صاحب جایا کرتے تھے اور کشف قبور کے عالم میں شاہ نعمان صاحب سے ہمکلام ہوا کرتے تھے چنانچہ شیخ منجھو کو اکثر خطرہ رہتا تھا کہ شاہ نعمان صاحب سے عالم برزخ کا حال استفسار کیا جائے لیکن اُس حالت میں عرض نہ کر سکتے تھے شاہ بھکاری صاحب نے شاہ نعمان صاحب سے اُنکے رفع اشتباہ کے واسطے سوال کیا شاہ نعمان صاحب نے جواب دیا کہ ملایک خوبصورت نیک سیرت شیرین کلام وقت نزع میرے پاس آئے تھے اور سوال و جواب منکر و نکیر کا اور سب واقعات مطابق قرآن مجید و احادیث شریف کے برحق نظر آئے اور مرتبہ عین الیقین و حق الیقین حاصل ہوا زیادہ اس سے معاملات قرب و لقای الہیٰ کا بیان اکثر ذی حیات کی فہم میں آنیکے قابل نہیں ہے۔ ع ذوقِ آن می نشناسی بخدا تانہ چشی،، **نقل** ہے کہ میران عینا عادلخان فاروقی بادشاہ برہان پور شاہ بھکاری صاحب کا بہت معتقد تھا ہمیشہ اُنکی خدمت میں حاضر ہوتا اور نماز پنجوقتہ جماعت اہل اللہ کے ساتھ ادا کرتا تھا اور برکت سے اُنکی صحبت کی مرد اہل اللہ ہو گیا تھا اکثر یہ شعر خاقانی کا حال ذوق وشوق میں پڑھتا ۵ پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی ✦ کہ سلطانی ست درویشی و درویشی ست سلطانی ✦ اتفاقاً عادل خان بیمار ہوا اور حضرت کی خدمت سے محروم رہنے کا اُسکو بہت قلق ہوا اُس نے عرض کیا کہ اگرچہ حضرت کسی دولتمند کے گھر پر رونق افزا نہیں ہوتے لیکن خاکسار مشاقِ دیدار ہے شاید بہ برکات تشریف فرمائی اِس مرض سے بھی نجات حاصل ہو حضرت نے بسبب کمالِ اعتقاد اُسکی یہ التماس قبول فرما کر واسطے ادائے سنت خیر البشر سید العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیمار پرسی کے لیے اُسکے مکان پر رونق بخش ہوئے جب حضرت نے بنظر کشف ملاحظہ فرمایا کہ حیات مستعار اُسکی باقی نہیں ہے بکمال تاسف آبدیدہ ہو کر اُسکو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا روز مصیبت مجکو نہ دکھلائے اور بکمال شفقت و عنایت اُسکو نصیحت فرما کر تسلی و تشفی اُسکی کی اور خانقاہ میں تشریف فرما ہو کر دوسرے روز نصیحت اور وصیت اپنی رخصت کی جہان فانی سے سب خادمین و مریدین کو فرمائی۔ حضرت کی ہمشیرۂ کلان مسماۃ اسما بوا صالحہ عابدہ تھیں حضرت کی دختر شہر خوار بی بی ہدایت اللہ کو گود میں لیکر آئیں اور بچشم گریان و

دل بریان عرض کیا کہ اس کم عمر لڑکی کو کیسے تفویض کرتے ہو حضرت نے فرمایا کہ بس اللہ کافی ہے۔ اور بظاہر انتظام جمیع امور کا ہم نے تمہارے سپرد کیا ہے ہمشیرہ نے عرض کیا کہ شیروں کا مکان روباہ سے کیسا قائم رہے گا مردوں کا کام مردوں سے ہوتا ہے حضرت نے فرمایا کہ تم بھی بعنایات الٰہی مردوں کے مقام پر پونہچی ہو اور دست مبارک ہمشیرہ کے منہ کو لگایا فی الحال ریش و بروت مردانہ اُن عابدِ زمانہ کے چہرہ پر نمایاں ہوگئیں اور تمام انتظام خانقاہ والاجاہ کا حضرت کی بہن رح سے متعلق رہا اور شاہ بہکاری صاحب بتاریخ بارہویں شہر ربیع الاول سنہ ۹۰۷ھ نوسو سات ہجری بروز پنجشنبہ بعمر ستر سال کے وصال رب العالمین سے مشرف ہو کر دنیائے فانی سے روانہ ہوئے۔ خلفا اور مریدین اُنکے بیشمار تھے اُنہیں سے چند خلفا مشہور ہیں شاہ منصور مجذوب و شاہ حمید الدین و شیخ برکت اللہ و قاضی داؤد و پیر کاکاو شیخ شکر اللہ و شیخ سدہارے و میران سید پیارے و شاہ منجھو اور یہ سب صاحب ارشاد و مراتب ولایت میں کامل و مکمل تھے یہانتک مضمون ملفوظات وغیرہ کا ختم ہوا۔ اب عبارت خزینۃ الاصفیا کی بعینہ نقل کیجاتی ہے۔ و صاحب معارج الولایت میفرماید کہ چون والدہ ماجدہ شاہ بھکاری بوی متحمل شد تا دوازدہ سال وضع حمل بعمل نیامد و ہر چند معالجہا نمود و سعی کرد سود نداشت آخر بعد دوازدہ سال شیخ متولد شد بعد از چہل روز روزے حضرت بی بی بجانب فرزند دلبند دید و تبسم شدہ گفت ای فرزند من برائے تو تا دوازدہ سال ادویہ تلخ خوردم و لغایت محنت بسر بردم شاہ بہکاری چشم باز کرد و فرمود راست میگوئی اما آن ہمہ ادویہ من خوردہ ام و تا دوازدہ سال در شکم تو معتکف ماندم والدہ از استماع این گفتار طفل چہل روزہ نہایت متحیر و متعجب گشت و ہمان تحیر بہان بحق تسلیم نمود بی بی اللہ دی کہ ہمشیرہ کلان حضرت شاہ بود متکفل امور پرورش وی گشت چون بسن شعور رسید در مدرسہ اجودھن تحصیل علوم نمود شبی در خواب دید کہ حضرت گنجشکر بر سر وی کلاہی نہاد و فرمود کہ ای نور العین حق جل علی ترا خرقہ فقر عطا کرد و حکم فرمود کہ بطواف حرمین شریفین مشرف شوی چون بیدار شد کیفیت حال بخدمت والد بزرگوار شاہ یوسف عرض کرد و حسب ترخیص والد بہمراہی شیخ بھیکن و شیخ سونا و نیز شیخ حمید الدین و شیخ محمود فرزندان شیخ حسین روانہ سمت بیت اللہ شد و ہمان ایام شاہ یوسف از اجودھن بایماے غیب در قلعہ آسیر آمدہ ساکن گردید و عینا عادل شاہ غایت اعتقاد بخدمتش بہمرسانید چون عمر شاہ یوسف بآخر رسید عینا عادل شاہ را وصیت فرمود کہ فرزندم شاہ

بہکاری براہ خشکی بکعبہ رفتہ و حج بجا آوردہ باین صوب خواہد آمد باید کہ بخدمت او سرگرم باشی و ہر مرادے
کہ داری ترا ازو حاصل خواہد شد و شیخ حسین را مثال خلافت عطا فرمودہ برحمت حق پیوست چون حضرت
شاہ از مکہ شریف معاودت فرمودہ بموضع بنکری متصل رود اوتاولی رسید عینا عادل شاہ باستقبال آمدہ
و بخدمت حاضر گشت و ماے چند و زر نقد حاضر کرد قبول نفرمود و گویند کہ حضرت شاہ پنج مرتبہ حج بجا آورد
و بوقت آمدن و رفتن پشت بجانب کعبہ نکرد و پاپوش چرم نپوشید و ظرفی پر از گندم سیاہ و سفید
ہمراہ داشتے چون خواب غلبہ کردے دست دران ظرف انداختے تا گندم بگزیدے و غلبہ خواب از
در دم ترفع شدے و حضرت شاہ صائم الدہر و قائم اللیل بود بعد شش ماہ چون افطار کردے نان جو بدست
خود پختے و خود تناول فرمودہ بیاران تقسیم فرمودے چنانچہ سہ صد کس را رسیدے و وقتے یارے از یاران
شاہ درخواست کرد کہ نان بہاکری من خواہم پخت فرمود نتوانی پخت چون بسیار الحاح کرد اجازت فرمود
وی آمادہ پختن نان بہاکری شد و خواست کہ آتش افروزد آتش در ریش افتاد تمام سوخت چون آنچنین
دید فرمود کہ نگفتہ بودم کہ بہاکری نتوانی پخت بہاکری پختن کار بہکاری ست و شیخ حمید الدین چشتی در ملفوظ
آنحضرت تحریر فرمودہ است کہ روزے حضرت شاہ نظر بجانب آسمان کردہ لوح محفوظ بر ایشان نمودار شد
و اسم دعاگو را در لوح محفوظ نوشتہ یافت پس برخاست و دعاگو را بجائے خود بنشاند و مثال و عصا و سجادہ
عطا فرمود و دستار خاص از سر خویش بجا آوردہ بر سر دعاگو نہاد و جبہ مبارک خود پوشانید و در معارج
الولایت ست کہ چون شاہ بہکاری در برہان پور متوطن شد آب از برائے وضوئے آنجناب از رود تپتی می آوردند
و شیخ محمود نام درویشی برین خدمت مقرر بود روزے حضرت شاہ شیخ محمود را یاد کردہ گفتند کہ برائے آوردن
آب بجانب رود تپتی رفتہ است باستماع اینمعنی بسیار تاسف کردہ فرمود کہ چرا برائے کوزۂ آب چندان محنت
از بندگان خدا باید داد پس برخاست و بجائیکہ حالا رود اتاولی جاریست عصای مبارک بر زمین زد آب بکثرت
از انجا بیرون آمد و بوقت مراجعت آنحضرت تعاقب نمود حضرت شاہ چون بعقب نگاہ کرد دید کہ آب مثل
کوہ دویدہ می آید فرمود کہ ای آب اوتاولی یعنی زودی مکن و باہستگی چنان روان شو کہ ماندن ما قریب تو باشد
فی الحال آب در زمین غائب شد و مثل چشمہ جاری شدن گرفت و باسم اوتاولی موسوم گشت و بر گرد آن رود
عینا عادل شاہ والی برہان پور خانقاہے عظیم برائے شاہ تعمیر ساخت چنانچہ مزار پر انوار شاہ ہم درانجا ست

وفات حضرت شاہ بقول صاحب تذکرہ چشتیہ در سال ہنصد و ہشتاد و پنج ہجری بیست ،، مؤلف عاصی کہتا ہے کہ سنہ وفات مندرجہ خزینۃ الاصفیا زمانِ سلطنت عینا عادل شاہ کے مطابق نہیں ہے چنانچہ بحوالہ تاریخ فرشتہ مذکور ہوا لہذا سال مندرجہ ملفوظات صحیح ہے اور تاریخ خورشید جاہی میں مرقوم ہے کہ ہر سال عرس میں بکثرت خلقت جمع ہوتی ہے اور نماز مغرب کی کنارہ نہر تپتی کے بہت اژدہام سے ہوا کرتی ہے۔ صاحبِ کتاب اپنے باپ سے نقل کرتا ہے کہ ایکبار ایسا اتفاق ہوا کہ کنارہ نہر تپتی کے نماز مغرب کی ریگستان میں اژدہام کثیر سے ہو رہی تھی ناگہاں طغیانی ہوئی چنانچہ تمام مردم تماشائی ساحل کے ہر چند کہ کمال بلندی اور ارتفاع پر تھے سراسیمہ ہو کر بھاگے اور منتظر تھے کہ نمازی ابھی شاید مضطر ہو کر فرار اختیار کریں گے مگر وہ گروہ پُر شکوہ اصلا مضطرب نہوا جیسا کہ تشہد اخیر میں بیٹھے تھے بیٹھے رہے بلکہ دعائے ماثورہ پڑھی اور باستقلال دیر تک بیٹھے رہے فرمانِ الٰہی سے پانی کمرگاہ سے نمازیوں کی بہتا رہا اور جب وہ سب نماز سے فارغ ہو کر اُٹھے کنارہ پر ساحل کے آئے فارغ ہو کر سلامت نکلے پھر ندی نے ایسی طغیانی کی کہ برابر دونوں پاٹ مل گئے۔ یہ بات کمال تعجب خلائق اور موجبِ انفعال کفار اور سبب سرخروئی اہل اسلام کی ہوئی سبحان اللہ۔ فضائل نماز اور عبادات الٰہی کے اس سے زیادہ ہیں۔ مؤلف عاصی عرض کرتا ہے کہ خورشید جاہی میں نہر تپتی محض ناواقفی سے تحریر ہوئی ہے گنبد مبارک کنارہ رود اُتاؤلی پر بجائے بلند زیارت گاہ خلائق ہے۔ دریائے تپتی وہاں سے بفاصلہ دو میل واقع ہے لیکن یہ مضمون صحیح ہے بزرگانِ برہان پور کی زبانی بھی مسموع ہوا ہے

حضرت شاہ بہار الدین باجن چشتی رحمۃ اللہ علیہ

منجملہ اکابر کاملین و مشاہیر اولیائے متقدمین شہر برہان پور کے ہیں ولادت آپکی سنہ ۷۹۰ سات سو نوے ہجری میں واقع ہوئی نام الاجد کا حاجی معز الدین ہے حضرت مولانا احمد مدنی کی اولاد میں سے ہیں کہ وہ اولاد سے زید ابن خطاب برادر حضرت امیر المومنین عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ تھے خرقہ خلافت حضرت شیخ رحمۃ اللہ ابن شیخ عزیز اللہ المتوکل علی اللہ مندوی سے ابن شیخ یحییٰ بن شیخ لطیف الدین دریا نوش سے اور وہ رکن الدین کان شکر سے اور وہ خواجہ محمد زاہد چشتی سے اور وہ خواجہ قطب الدین مودود چشتی سے

قدس اللہ اسرارہم حاصل کیے مولانا احمد عارف حقایق و اسرار ولایت و عابد و زاہد و متوکل تھے علم حدیث
میں جو عقدہ مشکل حل نہوتا واقعہ میں حضرت سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے حل کر لیتے تھے نصف
شب میں اگر روضۂ منورہ کو پونہچتے دروازے کشادہ اور روشن ہو جاتے۔ ایک وقت عالم سیاحی میں
اُنکے ہمراہ شیخ عبدالملک جد چہارم شاہ باجن کے تھے ملک عراق عرب و عراق عجم و خراسان و ماوراء النہر
کی سیر کی بعدہ دارالاسلام دہلی میں رونق افزا ہوئے وہاں کا حاکم وقت اُنکو صاحب ولایت سمجھکر کمال
تواضع پیش آیا اور نہایت آرزو سے شیخ عبدالملک کو اپنا داماد بنایا مدت دراز تک اُس ملک کے لوگوں
کی رہنمائی کرتے رہے۔ بعد چند روز کے بالہام غیبی مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے وہاں اُنکا مزار ہے۔
پس شیخ عبدالملک کے فرزند شیخ شہاب الدین اُنکے فرزند شیخ علاء الدین اُنکے فرزند حاجی معز الدین
والد ماجد حضرت شاہ باجن علیہم الرحمۃ کے عالم وجود میں ظاہر ہوئے۔ جناب حاجی معز الدین خلیفہ
کامل حضرت سید جلال بخاری علیہ الرحمۃ کے تھے سات بار حج و زیارات حرمین شریفین سے مشرف ہوئے
راہ خطرناک میں کافروں نے اُنکو بعمر ایک سو پینتالیس برس کے شہید کیا حضرت شاہ باجن نے عمر چہارہ
سال سے ریاضت اور درویشی کا طریقہ اختیار کیا اوّل حضرت شیخ عزیز اللہ متوکل علی اللہ سے بیعت کی
چنانچہ اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے بعدہ اُنکے فرزند حضرت مخدوم شیخ رحمۃ اللہ
سے بیعت کی اور جمیع مراتب سلوک ولایت میں کامل ہوئے۔ تجلی اسرار الٰہی مرشد کے ذریعے سے اُنکے
قلب پر روشن ہوئی حسب الحکم مرشد کے راہ خشکی سے حرمین شریفین کو روانہ ہوئے اور خراسان میں حضرت
خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم واقعہ میں دیکھا کہ مرشد موصوف کو ارشاد حضرت م کا ہوا کہ اپنے مرید سے
کہو کہ حج قبول ہوا اب برہان پور ملک خاندیس میں جاکر رہو اور ہدایت شرع محمدی کی قائم کرو۔ شاہ
باجن وہاں سے مرشد موصوف کی ملاقات کے واسطے روانہ ہوئے جب مرشد کے مکان پر اکیس سال
کے بعد پونہچے تو مرشد دار الفنا سے سفر کرکے واصل رحمت الٰہی ہو گئے تھے۔ شیخ احمد عطاء اللہ بن شیخ
سعد اللہ بھتیجے مرشد شاہ باجن کے حسب وصیت مرشد کے خرقۂ خاصہ شاہ باجن کو دیا چند سال وہاں
رہکر بموجب اشارت باطن کے طرف دکن کے متوجہ ہوئے اور دولت آباد میں پونہچکر زیارت سے مرقد
انور حضرت برہان الدین اولیا کے مستفیض ہوئے پھر وہاں سے طرف شہر بیدر کے کوچ کیا وہاں شیخ

منجملہ خلیفہ منصور الزمان حضرت مسعود بک کی خدمت میں رہے اور خرقہ مسعودی لینے سے سعادت حاصل کی پھر وہاں سے ملک گجرات میں چند روز تشریف فرما رہے بعدہ متوجہ برہان پور کے ہوئے اول چند روز مسجد واقع خانا پور قریب شہر برہان پور میں قیام فرمایا جب حاکم شہر کو حال سے شاہ باجن کے اطلاع ہوئی شہر میں بکمال منت و اعزاز و احترام اُنکو لے کر آیا اور مسجد و خانقاہ اُنکے واسطے بنا دی اور خانا پور وغیرہ مواضع جاگیر مصارف خانقاہ کے واسطے بادشاہ کی طرف سے مقرر ہوئے فیض و برکت سے اُس ذات مبارک کی خلایق بے شمار و اہل اسلام کو ہدایت ظاہری و باطنی نصیب ہوئی تصنیفات سے جناب موصوف کی کتاب خزانہ رحمت اللہ جو ملفوظات و ارشادات سے آپکے مرشد کامل کے ہے اور مضامین سلوک و طریقت سے بزبان فارسی آراستہ ہے بہت عمدہ کتاب ہے مؤلف کمترین بھی اُسکے مطالعہ سے مشرف ہوا ہے اُس زمانے میں جو ملک ہند کی طرز زبان تھی اُس طور پر کلمات شعر بمضمون تصوف کبھی کبھی موزوں فرماتے تھے بفحوائے ؎ "خوشتر آن باشد کہ سرّ دلبران ❊ گفتہ آید درحدیث دیگران" ❊ ازانجملہ یہ ہے پردہ پوربی ہیں "دیوں باجن باجے رے" "اسرار چھاجے" "مندل من ہیں دھلکے" "رباب رنگ میں جھکے" "صوفی اُنپر نھلکے" عمر شریف آپکی ایکسو بائیس برس کی ہوئی تھی برہان پور کے شاہ بازار میں خاص اپنی خانقاہ میں مدفون ہوئے۔ قبر مبارک پر حاکم وقت نے گنبد بنا دیا ہے تاریخ وفات چہار دہم ذیقعدہ ۹۱۲ھ نوسو بارہ ہجری ہے "شاہ باجن نزد شاہ بے چگون محبوب شد" ❊ سال تاریخ وصالش در حروف خوب شد" لفظ شد " دہ تاریخ میں بمعنی رفت ہے جیساکہ ع یونس اندر دہان ماہی شد یہ تاریخ بھی ایک عدد کے تدخلہ سے کسی شاعر نے خوب لکھی ہے۔

شاہ باجن در زمانش قطب بود	رخت خود را چون بسوئے حق ربود
از سرِ ۱ افسوس شد تاریخ آن	شاہ باجن عاشق اللہ بود ۹۱۲ھ

حضرت شیخ عزیز اللہ متوکل علیہ الرحمۃ

شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ شیخ عزیز اللہ متوکل پسر شیخ باجن است کہ پیر شیخ علی متقی ست بغایت فقر و توکل داشت چون شب شدے ہرچہ در خانہ داشتے آنچہ از قدر حاجت

زیادہ بودے برہمسایہ قسمت کردے تاآنکہ آب وضو نیز ہمان مقدار گذاشتے کہ برائے طہارت نماز تہجد ضروری بودے و اغنیاء المجلس خود راہ ندادے روزے یکے از اغنیاے عصراز بعضے اولادوے التماس زیارت کرد فرمود اگر بیاید در صف نعال با فقراے دیگر بیچا نشیند بالغی نیست وقت نماز شام بود کہ آن تونگر بخانہ شیخ آمد دید کہ خانہ تاریکی افتادہ است چیزے دہقانہ نبود کہ روغن چراغ بخرند باپسر شیخ گفت کہ سبوہائے روغن چراغ بفرستم خرچ کنند و اگر تمام شود اعلام فرمایند تا دیگر فرستادہ شود روز دیگر چوں شیخ مشاہدہ کرد کہ چراغ بسیار گردخانہ افروختہ اند فرمود این ہمہ چراغ از کجاست حقیقت حال راباوی عرض داشتند راضی نشد و آن تونگر را منع کرد کہ دیگر روغن چراغ نفرستند وانچہ حاضر بود ہمہ را بر فقراو مساکین قسمت کرد مسکن ایشان در برہان پور و در احمد آباد نیز بعضے از اولاد ایشان توطن داشتند۔

حضرت شاہ عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ

فرزند ارجمند جناب حضرت شاہ بہاء الدین باجن قدس اللہ سرہ کے ہیں خرقۂ خلافت اور فرمان اجازت والد بزرگوار سے حاصل کر کے سجادہ نشین صاحب مسند جاہ و تمکین ہوئے کثرت ریاضت سے نہایت ضعف و نقاہت طبیعت بابرکت میں غالب تھی لیکن مجلس سماع و حالت وجد میں طاقت جوش و خروش بے انتہا ہوجاتی تھی ایک روز ملک شبیر خلیفہ صاحب کمال نے عرض کی کہ باوجود ایسے ضعف کے وقت سماع توت جوانی حضرت سے کیسے ظاہر ہوتی ہے ارشاد ہوا کہ سات برس کی عمر میں میں بیماری چیچک سے بہت ناتوان ہوگیا تھا خدمت میں حضرت والد ماجد کی خادموں نے عرض کی کہ اُمید زیست کی باقی نہیں حضرت نے فرمایا بہرطور حاضر کرو جب میں حضوری میں پہنچا حضرت نے دلق شریف حضرت شاہ رحمت اللہ کا اور خرقہ مبارک حضرت شاہ مسعود بک کا مجکو اوڑھا دیا اور خود مراقبہ و مناجات میں مشغول ہوئے اللہ تعالیٰ نے صحت کاملہ عنایت فرمائی یہ قوت حالت وجد میں جو تو اُس برکات ارواح طیبات کا ہے۔ حضرت شاہ باجن نے بروز رحلت جبہ حضرت مسعود بک کا شیخ عبدالحکیم کو عنایت فرمایا اور یہ بشارت دی کہ جو کچھ فیض اور فضیلت پیران کبار کی طرف سے مجکو پہنچا ہے آج وہ سب شیخ عبدالحکیم کو حوالہ کیا گیا۔ جسوقت زمان رحلت حضرت شاہ عبدالحکیم کا قریب آیا خادم خاص کو فرمایا کہ فلان روز میرا انتقال ہوگا

جو کوئی اپنا مطلب مقصد حاصل کرنا چاہتا ہو عرض کرے بعدہ بروز وعدہ یعنی ستائیسویں تاریخ شہر رمضان المبارک ۹۹۲ھ نوسو بانوے ہجری بعمر نود سال تخمیناً عالم فانی سے رخصت ہو کر وصال مالکِ حقیقی سے مشرف ہوئے انکا مزار قریب گنبد حضرت شاہ باجن قدس اللہ سرہ کے زیارت گاہِ خلائق ہے شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ نے اخبار الاخیار میں اور میر غلام علی آزاد نے سبحۃ المرجان میں لکھا ہے کہ شیخ علی متقی علیہ الرحمۃ نے اول حضرت شاہ باجن کی خدمت میں حاضر ہو کر سات آٹھ برس کی عمر میں بیعت کی تھی بعد بلوغ خدمت میں حضرت شیخ عبدالحکیم ابن حضرت شاہ باجن کے مقامات سلوک طے کر کے خرقۂ خلافت مشایخ چشتیہ سے سرفراز ہوئے۔

حضرت شاہ شہباز علیہ الرحمۃ

اسم شریف انکا ملک شرف الدین ابن ملک عبدالقدوس الٰہی تھا عالم منقول و معقول عارف علوم حقایق و سلوک طریقت تھے ملک عبدالقدوس صاحبِ دولت و حکومت تھے شہر احمد آباد میں رہتے تھے بسبب رنجش کے حاکم وقت سے بلدہ برہان پور میں عینا عادل شاہ کے زمانے میں تشریف فرما ہوئے بادشاہ نے باعزاز و اکرام قریب قلعۂ آسیر انکے رہنے کا مقام مقرر کیا۔ ملک عبدالقدوس نے جب انتقال کیا شاہ شہباز بعمر چاردہ سال تھے تحصیل علم و عبادت میں مدتِ دراز مشغول رہے۔ اتفاقاً ایک وقت کسی مجذوب نے بعد گفتگوی مجذوبانہ آنجناب سے فرمایا کہ تم کسی صاحبدل سے کیوں نہیں ملتے کہ وہ تم کو کچھ دے بعدہ شب کو خواب میں دیکھا کہ کوئی صاحبدل مکان کے صحن میں کھڑے ہیں اور یہ آیہ شریفہ باواز بلند پڑھتے ہیں یا ایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ یعنی اے ایمان لانے والو خوف کرو اللہ تعالیٰ سے اور مقرر کرو طرف اسکے وسیلہ اپنا۔ اسوقت سے شعلہ عشق الٰہی انکے دل و جان میں روشن ہوا بلدۂ احمد آباد میں جا کر حضرت شاہ علی خطیب خلیفہ حضرت قطب عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت سے انکی مشرف ہو کر زیادہ ایکسال سے ریاضت و عبادت میں مشغول رہے اور بعد حصول فیوضات باطنی منصب خلافت سے سرفراز ہو کر شہر برہان پور میں جانے کی رخصت حاصل کی جب قریب برہان پور کے پہنچے ایک باغ میں چند ساعت قیام فرمایا بحالتِ قیلولہ خواب میں دیکھا کہ ایک

بزرگ نورانی نے خطاب شہباز کی اُنکو بشارت دی شکر الہی بجالائے اُس روز سے شاہ شہباز لقب
اُنکا مشہور آفاق ہوا پس بمقتضائے اللہ وتر یحب الوتر اکثر تنہا صحرا میں راتوں کو پھرتے اور ندی کے
کنارے قریب موضع تہاڑ کے عبادت میں مشغول رہتے وہاں کے باشندے چوروں کی تکلیف دینے
سے بہت تنگ ہوگئے تھے ایک چور کسی غار میں رہتا تھا اُس مقام کے رہنے والوں کو بہت ایذا پہنچاتا
تھا ایک رات شاہ صاحب کے حجرہ کے پاس پہنچا دیکھا کہ صحرائی درندے جانور اُنکے حجرے کے
اطراف میں بیٹھے ہیں اُس چور کو دیکھتے ہی سب درندے جانوروں نے اُسکے گرد حلقہ کرلیا۔ چور کے
تمام اعضا ہیبت سے لرزنے لگے۔ جب شاہ صاحب واسطے تجدید وضو کے حجرہ سے باہر نکلے اُس
چور نے عاجزی سے روکر اپنا حال عرض کیا حضرت نے اُس کو وعظ ونصیحت فرمائی نور ایمان اُسکے
دل میں چمکا اسلام سے مشرف ہوا حضرت نے کمال الدین اُسکا نام رکھا اُسنے حضرت کے خادموں میں شریک
ہوکر راہِ خیر وصلاح اختیار کی **نقل** ہے کہ اتفاقاً حضرت کے مکان پر ایک روز جماعتِ صوفیانِ اہل اللہ
چلی آئی اُس وقت کوئی چیز اسبابِ ضیافت سے مہمانوں کے لیے حاضر نہ تھی شاہ صاحب حجرہ میں جاکر
درگاہ قاضی الحاجات میں مشغولِ مناجات ہوکر سربسجدہ ہوئے فی الفور حلوائے بہشتی مع نان گرم آسمان
کی طرف سے نازل ہوا سب مہمانوں نے بقدرِ اشتہا سیری تمام کھایا اور قدرے آرام پاکر روانہ ہوئے
ایک شب خواب میں مرشدِ کامل مکمل شاہ علی خطیب قدس اللہ سرہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں طال
شوقی الی لقائک وزادھبی الی وصالک بار دیگر برہان پور سے احمد آباد کو روانہ ہوئے اور ملازمت
سے پیر روشنضمیر کی مشرف ہوئے ارشاد ہوا کہ تمنے تحصیل علوم ظاہری مرتبۂ کمال کو پہنچائی۔ علم
باطن کا حاصل کرنا بھی لازم و واجب ہے۔ ایک مدت تک مضامین اسرار حقیقت ومعرفت سے مرصاد
العباد و فصوص الحکم ولمعات ولوائح کے مستفیض ہوتے رہے اور بکمال ریاضت مرشد کی خدمت
میں اذکار واشغال ومراقبات کی تربیت سے مشرف ہوئے بعدہٗ مرشد نے رخصت کرکے برہان پور
جانیکی اجازت دی۔ ایک روز سفر میں آپنے زیر درخت قیلولہ فرمایا تھا ایک قبر کا حال منکشف ہوا کہ
میت پر عذاب ہوتا ہے شیخ نے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں استغاثہ کیا عذاب
موقوف ہوگیا اور میت کی مغفرت ہوئی **نقل** ہے کہ شاہ شہباز مدت دراز تک بسبب تواضع کو نفسی کے

کسیکو مرید نہ کرتے تھے ایک شب متبرک میں بعد تہجد خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوئی ہے خلائق اولین و آخرین میدان حشر میں جمع ہیں وہاں ایک کوہ آسمان شکوہ پر حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں اور شاہ علی شیخ کے مرشد کے ہاتھ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمر بند ہے شاہ علی نے شیخ سے کہا کہ تم میرا کمربند نہ چھوڑو پھر حسب ارشاد مرشد کے اپنی پشت کی طرف دیکھا کہ لوگ بیشمار موجود ہیں شاہ علی نے فرمایا کہ خلق اللہ کی ہدایت کرتے رہو کہ یہ لوگ تمھارے وسیلہ سے بہشت میں داخل ہونگے۔ شیخ اسوقت سے خلایق کی رہنمائی میں سعی کرتے رہے اور لوگوں کو مرید کرنا شروع کیا بہت لوگ انکی بیعت سے مشرف ہوئے **نقل** ہے کہ عینا عادل خان بادشاہ خاندیس مرض شدید میں مبتلا ہوا کہ سب اطبا معالجہ سے عاجز ہوئے بادشاہ نے وزیر کو خدمت شیخ میں بغرض تشریف فرما ہونیکے بھیجا شیخ نے بیمار پرسی سنت سمجھکر بادشاہ کے مکان پر اپنے ذات سے رونق بخشی۔ جسوقت شیخ نے دست مبارک بادشاہ کے جسم پر رکھا فی الفور اسکو صحت حاصل ہوئی۔ بعد چند روز کے بادشاہ نے واسطے اولاد ہونیکے عرض کیا شیخ نے دو نارنج اپنے روبرو سے اٹھاکر بطریق بشارت بادشاہ کو دیئے اللہ تعالی نے دو فرزند نیک بخت اسکو عنایت فرمائے **نقل** ہے کہ حضرت دوپہر کو قیلولہ میں تھے شیخ جلال متوکل حضرت کے خلیفہ کے دل میں خیال آیا کہ درویشی کے کیا معنے اور کیا مقصد ہے حضرت نے بیدار ہوکر فرمایا کہ درویشی بازیگری ہے شیخ جلال کا شبہ اور زیادہ ہوا کہ درویشان اہل اللہ صادق ہیں۔ اور بازیگر سب کاذب ہیں۔ حضرت نے فرمایا اپنی آنکھیں بند کرلو پھر بعد لمحہ کے کھول دو شیخ جلال نے جب آنکھیں کھولیں تو ایک شہر عظیم کا بازار دیکھا اور وہاں کی آبادی اور عجائبات دیکھنے سے متحیر ہوگئے حضرت نے انکے ہاتھ میں کچھ نقد دیکر شیرینی منگاکر تناول فرمائی بعدہ فرمایا کہ پھر آنکھیں بند کرلو اور کھول دو شیخ جلال نے جب آنکھیں کھولیں سابق کے حال پر اپنے کو اور شیخ کو دیکھا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اکثر لوگوں کا اعتقاد ایسے خوارق عادات پر منحصر ہے اوراس میں مشابہت بازیگروں کی ہے مگر درویشی حقیقی وہ ہے کہ سوائے اللہ تعالی کے کسی چیز کا خیال نکرے اور بحر توحید میں غواصی کرکے اپنی ہستی کو محو کرے تا مرتبہ فنا فی اللہ اور دولت بقا باللہ سے سرفراز ہو۔ درمیان اس حال کے اگر خوارق عادات بغیر ارادہ وطلب خواہش سکے ظاہر ہوجائیں تو سالک معذور ہے اپنے اقتدار وکرامت کا پوشیدہ

رکھنا ولی پر واجب ہے مگر جو بات کہ حکم الٰہی سے ظاہر ہو جائے وہ مضمون علیحدہ ہے طلب کرامت
حظ نفس ہے اور کام درویش کا نفس کشی ہے نقل ہے کہ ایک عورت صالحہ مرید حضرت کی خانقاہ والا
میں بہت ریاضت ذکر و شغل وغیرہ میں مشغول رہتی حضرت نے بموجب الہام حق تعالیٰ کے اسکو بشارت
دی کہ بسبب کثرت عبادت وکمال خلوص کے تجلی خاص سے تو مشرف ہوگی حالت وجد میں وہ صالحہ
بہت گریہ وزاری کرنے سے بیہوش ہوگئی جب ہوش میں آئی کسی نے اسکے حال سے دریافت کیا
کہ محل خوشنودی میں رونے اور بے ہوش ہونے کا کیا موقع تھا۔ جواب دیا کہ جاروب کش باندی سے
اسکا مالک اگر وصال کا وعدہ کرے تو خوشحالی سے اسکی جان کیوں نہ نکلجائے بعدہ دوسری شبکو
نماز تہجد میں جسوقت مشغول ہوئی تجلیات اسرار الٰہی سے اسکا دل اسقدر منور ہوا کہ روح کی گنجایش
باقی نرہی اور نقد جان عزیز کو اپنے جان آفرین پر نثار کردی ؎ این جان عاریت کہ بحافظ سپرد دوست
روزی رخش بہ بینم و تسلیم وی کنم ،، علی ہذا القیاس شاہ شہباز صاحب سے بہت لوگوں نے فیوضات
باطنی حاصل کیے اور انتہائے مراتب ولایت کو پہنچے۔ مضامین حقایق و معارف میں ارشادات انکے
بہت ہیں اور اکثر اوقات ارواح طیبات سے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت علی مرتضی کرم اللہ
وجہہ کے حصول فیوضات و علوم حقیقت و معرفت سے عالم رویا میں مشرف ہوتے رہے ہیں آخر الامر بتاریخ
دسوین ماہ ربیع الآخر ۹۳۴ھ نوسو چونتیس ہجری عالم فانی سے فردوس جاودانی کی طرف روانہ ہوئے

حضرت شیخ نعمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

فرزند حضرت اسحاق محفوظ بن حضرت شاہ نعمان چشتی کے ہیں جسوقت حضرت شاہ فضیل اللہ ملقب
نائب رسول اللہ جونپور سے قلعہ آسیر میں رونق بخش ہوئے تھے شیخ نعمت اللہ نے انکی ضیافت
کی اور علم باطن انسے حاصل کیا اور انکے خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے اور شیخ نعمت اللہ کی ترغیب
سے شیخ ابو جیو بھی حضرت ممدوح کی بیعت سے مشرف ہوئے شیخ نعمت اللہ بتاریخ ۱۳ ربیع الاول رہگرائے عالم باقی
ہوئے انکا مزار آسیر میں قریب برہان پور کے ہے۔

حضرت شاہ منصور مجذوب علیہ الرحمۃ

خلیفہ عالیقدر حضرت شاہ بھکاری صاحب کے ہیں اور فرزند ملک جلال وزیر عینا عادل خان بادشاہ خاندیس کے ہیں ملک جلال قصبہ تھالینر ہیں مدفون ہیں عالم شباب میں شاہ منصور عاقل و دولتمند تھے بعد ترک تعلقات دنیاوی حضرت ممدوح کی خدمت میں حاضر ہو کر اذکار و اشغال عبادات میں روز و شب مشغول رہے۔ ایک روز شاہ بھکاری صاحب وضو کرتے تھے اور شاہ منصور وضو کرا رہے تھے جب وضو تمام ہوا شاہ منصور نے بحسن اعتقاد وہ طشت اٹھا کر سب آب وضو کو ایک دم پی لیا اُس وقت سے اُنپر بے قراری اور حالات جذب غالب ہوئے حضرت موصوف نے دو خادم صاحب فہم اُنکے ساتھ متعین کر دیئے کہ اُنکی طہارت و ستر عورت و اوقات نماز کا خیال رکھیں کبھی نماز جماعت میں امام کے ساتھ سجدہ کرتے امام نماز تمام کر لیتا اور وہ سجدہ سے سر نہ اُٹھاتے۔ انواع و اقسام کے طعام و میوہ جات اگر اُنکے روبرو رہتے تو ذرہ اُس طرف التفات نکرتے اور لباس کا بھی کچھ خیال نرکھتے۔ نقل ہے کہ ایک مسافر سیاح بلدہ برہان پور میں آیا اور خانقاہ میں شیخ ابراہیم کلہ دار کی رہا حالات عجائبات ملکوں کے بیان کرتا تھا از انجملہ یہ بیان کیا کہ دو تین سال تک میں حرم محترم کعبہ مکرمہ میں رہا دیکھتا تھا کہ ہر شب جمعہ کو قریب شام ایک فقیر سر برہنہ لنگی بند حاضر ہو کر طواف کعبہ کرتا ہے پھر اُس شخص کو ہر چند میں تلاش کرتا نپاتا یہ حال دیکھنے سے میں روز بروز زیادہ متحیر ہوتا تھا۔ اتفاقاً ایک مرد اولیاء اللہ میں سے نماز کے واسطے وہاں آئے تھے اُنسے لوگوں نے عرض کی کہ یہ سر برہنہ لنگی پوش شب جمعہ اکثر طواف کے واسطے آیا کرتے ہیں پھر کہیں کسی مسجد میں نماز جماعت میں نظر نہیں آتے اُن بزرگ نے فرمایا اُنکا نام شاہ منصور ہے شہر برہان پور ملک ہند میں رہتے ہیں سب سے مجکو اُنکی ملاقات کا اشتیاق ہے آپ میری اُنکی خانقاہ تک رہنمائی فرمایئے۔ شیخ ابراہیم نے اُس شخص کو بہت نصیحت کی کہ خدمت میں بزرگوں کی کمال ادب سے پیش آنا چاہیے خصوصاً مجذوبوں کا خوف زیادہ رکھنا چاہیے جو کوئی اُنکا افشائے راز کرتا ہے پُرغضب ہو کر خاک سیاہ کر دیتے ہیں۔ لیکن اُس شخص نے نصیحت شیخ سے تغافل اور بے پروائی کی اور شاہ منصور کے مکان کا راستہ لیا شیخ نے خادموں سے فرمایا کہ ایک شخص کی تجہیز و تکفین کا سامان لاؤ اور قبر کھود و۔ القصہ جب وہ مسافر خانقاہ میں شاہ منصور کی پہونچا اُنکو دیکھکر سلام کیا اور روبرو کھڑا رہا اور خادموں کے سامنے شاہ منصور کی خدمت میں عرض کیا

کہ بارہا میں نے دیکھا ہے کہ آپ ہر شب جمعہ طواف کعبہ کے واسطے مکہ معظمہ میں پوہنچتے ہیں شاہ منصور تیز نظر سے اسکی طرف دیکھنے لگے اور فرمایا کہ باد فروشی چھوڑ دے اور مجھسے مسخر گی نکر لیکن اسکے دماغ میں باد غرور بھری تھی پھر گستاخی سے اُسنے عرض کی کہ آپ ثانی منصور حلاج ہیں اس بے ادبی کی گفتگو سے نہایت غصہ میں آکر شاہ منصور نے فرمایا کہ اُس منصور نے اپنا سر دیا اور دار پر چڑھا اور یہ منصور دوسروں کا سر کاٹتا ہے اور دار پر چڑھاتا ہے اور مولی کے دو ٹکڑے اُسکو کرکے دیئے اور کہا کہ یہاں سے جا اُسنے کہا کہ مَیں کہاں جاؤں فرمایا کہ جس جائے سے کہ تو آیا تھا وہاں جا یہ مسافر حیران ہوکر لرزتا ہوا شیخ ابراہیم کے مکان میں واپس آیا اور سب حال بیان کیا کہ آپکی نصیحت پر میں نے عمل نہ کیا اور کلام نامناسب میری زبان سے نکلا اور موجب وبالِ جان ہوا۔ بعد ایک ساعت کے درد شکم سے بیقرار ہوکر بتضرع وزاری شیخ ابراہیم سے اپنی نجات اور صحت پانیکی التجا کی لیکن جبکہ قضائی آسمانی جاری ہو چکی تھی اُس ندامت کی گفتگو میں اور شدت درد کی تکلیف میں دنیائے فانی سے مسافر دارالبقا کا ہوا سب حاضرینِ مجلس متحیر ہوئے۔ شیخ ابراہیم نے فرمایا کہ اسکی روح کو بے ایمان جانے کا موقع آیا تھا مگر بسبب میری دعا اور عاجزی کے اُسکا ایمان سلامت رہا پس اُسکی تجہیز وتکفین کرکے اُس قبر میں مدفون کردیا۔ **نقل** ہے کہ ہمایوں بادشاہ بوقت مراجعت ملک گجرات سے شہر برہان پور کی طرف سے متوجہ شہر دہلی ہوئے اکثر تذکرہ کمالات شاہ منصور کا اُنکی سماعت میں آیا تھا لہذا شاہ منصور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام ومصافحہ سے مشرف ہوکر روبرو بیٹھے بعدہ چند خوان میوہ جات وغیرہ پیش کیے شاہ منصور اُنکی تعظیم کے لیے نہ اُٹھے۔ لیکن بعضے سخنان دلاویز تسلی بخش قدرے فرماکر تیر ترکش خاصہ سے طلب کیے بادشاہ نے بتعظیم تمام تیر پیش کیا۔ شاہ منصور نے تیر کے چار پروں میں سے تین پر نکالکر ایک پر کا تیر بادشاہ کو دیا بادشاہ نے بتعظیم وخوشحالی وہ تیر دست مبارک سے لیا بعدہ شاہ منصور نے ابریقِ خاصہ آبدار کے ہاتھ سے لیکر قدرے پانی زمین پر ڈالدیا اور قدرے پانی اُسمیں باقی رہا پھر آبدار کے حوالہ کیا۔ بادشاہ نے ان واقعات عزیب سے تعجب کنان اپنے لشکر گاہ میں مراجعت فرمائی بعضے بزرگوں نے اِن واقعات کی یہ تعبیر بیان کی کہ اللہ تعالی بادشاہ کو ایک فرزند صاحب اقبال عنایت کرے گا کہ تمام اقلیم کا بادشاہ ہوگا اور پانی کم کردینے کی یہ وجہ ہے کہ عمر بادشاہ کی کم باقی

رہی ہے۔ شاہ منصور کی عمر ایک سو برس کی تھی بتاریخ چھبیسویں ربیع الثانی ۹۵۸ھ نوسو اٹھاون ہجری میں دار البقا کو روانہ ہوئے شاہ منصور کی تصنیفات سے یہ غزل تیمناً تبرکاً مندرج کی گئی۔

بدنیا گر شوی دشمن ترا حق یار خواہد شد	بایں یاری مکن گر تو خدا بیزار خواہد شد
تو روز و شب بمال و جاہ مغروری از و غافل	کہ جاہت چاہ خواہد گشت و مالت مار خواہد شد
سجود آری بہ پیش خلق و در باطن پرستی بت	مصلی روز محشر در برت زنار خواہد شد
بشہوت در رخ خوبان ببین و زاشک غسلی کن	تو این گلہا کہ می بینی بچشمت خار خواہد شد
بدنیار و درم مفروش نقد وقت را منصور	ز دنیا مار دوزخ اکثرت دینار خواہد شد

حضرت شیخ احمد چشتی علیہ الرحمۃ

اپنے والد ماجد شیخ حاجی ابن شیخ شمس الدین سے خرقہ بیعت و خلافت کا حاصل کیا اولاد سے حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر قدس اللہ سرہ العزیز کے دسویں واسطے میں تھے مولد و منشا شیخ موصوف کا شہر مندو صوبہ مالوہ تھا ایک روز کسی بزرگ کے عرس میں سماع کی مجلس تھی شیخ احمد پر حالت وجد غالب ہوئی ایک شخص نے بطریق تمسخر دو تین بار کلام نامناسب کہا شیخ نے اپنا ہاتھ اُسکے منہ کی طرف جھٹکا انگلیوں میں سے آگ نکلی اور ڈاڑھی بے ادب کی جلنے لگی۔ شیخ اُس مجلس سے باہر نکلکر روضہ میں والد اور جد کے پہنچے اور وہاں کے چراغدان کو سرنگون کرکے روانہ برہان پور کے ہوئے۔ میران مبارک خان بادشاہ نے وظیفہ مدد معاش اُنکے لیے مقرر کیا شیخ نے قبول نہ کیا اور زمرہ سپاہ میں ملازمت اختیار کی اور ہمیشہ لباس سپہ گری میں رہتے تھے۔ جسوقت میران مبارک شاہ نے گجرات پر لشکر کشی کی تھی اور مقابلہ فیمابین ہوا بادشاہ نے ارکان دولت سے کہا کہ آج سے کل مغرب کی نماز تک اگر جنگ واقع ہوئی تو فتح تم کو نصیب ہوگی بعضے لوگ جو اسباب دنیوی کا خیال رکھتے تھے اُنھوں نے بادشاہ سے عرض کی کہ شیخ کی بشارت پر اگر عمل ہوا تو ارکان دولت کی رائے کے خلاف ہوگا انتظام ظاہری کو صفائی باطن سے کچھ تعلق نہیں بادشاہ نے شیخ کو بتعظیم تمام جواب دیا شیخ وہاں سے برہان پور چلے آئے مبارک شاہ نے وزیر اعظم کو لکھا کہ شیخ کو برہان پور سے باہر نہ جانے دینا شیخ اُس وقت سے ترک روزگار کرکے

اور بتاریخ تیرھوین شہر رمضان روز پنجشنبہ ۹۶۵ھ نوسو پینسٹھ ہجری جنت الماوی کی طرف روانہ ہوئے
خلفا اور مریدین شیخ موصوف کے بہت تھے ازانجملہ شاہ جلال ابن شاہ نظام الدین کو خرقہ خلافت عنایت کیا تھا

حضرت شاہ جلال ابن شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہما

خرقہ خلافت سے حضرت شیخ احمد بن شیخ حاجی چشتی کے مشرف ہوئے تھے بعد انکی وفات کے قائم مقام
وسجادہ نشین ہوئے مراتب فضائل علوم دین وحقائق وتصوف کے جامع تھے۔ ایک وقت کوئی حاجی مسافر
مکہ معظمہ حاضر خدمت ہوا شاہ جلال کو قوی ہیکل صاحب عظمت دیکھکر اسنے بطور تمسخر کے کچھ گفتگو کی۔
شاہ جلال نے فرمایا کہ (موتوا قبل ان تموتوا) ارشاد ہوا ہے آماس مردوں کا جائے عجب نہیں یہ بیت
حسب حال اپنے پڑھی ؎ مرد جاہل جاہ دنیا القب دولت نہد * ہچو آماسی کہ بیند طفل داند فربہیست
اس مسافر نے کہا کہ مردے کے بدن سے خون نہیں نکلتا ہے شیخ جلال نے چھری سے درمیان کہنی کے
اور بند دست کے قطع کیا کہ چھری دوسری طرف نکل آئی اور قطرہ خون نمودار نہوا۔ مسافر یہ حال دیکھکر
متحیر ہوا اور گستاخی سے نادم ہوکر شیخ موصوف کا مرید ہوا۔ نقل ہے کہ جب میران محمد خان برادر کلان
مبارک خان فاروقی بادشاہ خاندیس فوت ہوا امرای دولت نے احمد خان فرزند محمد خان کو بعمر ہفت سال
جانشین کردیا اور اپنی مصلحت سے مہمات سلطنت کو انجام دینا شروع کیا۔ مبارک خان قصبہ بیاول
کے قلعہ میں مقید تھا وہاں سے نکالکر اسکو قلعہ آسیر میں مقید کردیا بعد ازاں مبارک خان کو نابینا کردینے کا
ارادہ تھا لہذا عبد اللہ قدسی کو مع جماعت جوانان عرب قلعہ میں بھیجکر مبارک خان کو شہر برہان پور میں
طلب کیا اتفاقاً وقت شام قریب ہونیکے سبب سے خانقاہ میں حضرت شیخ جلال کی قیام کیا مبارک خان
نے حسب موقع حضرت کی خدمت میں اپنا عرض حال کیا اور التماس دعا کے واسطے بھی کی حضرت اسکے
عجز وانکسار وحال اسپر رحم فرما ہوئے اور سر مراقبہ ہوکر درگاہ کبریاے الٰہی سے اسکے لیے التجا کی۔ بعدہ
فرمایا کہ مبارک خان خاطر جمع رکھو سلطنت اس ملک کی جناب باری سے تمھارے قبضہ اقتدار میں تفویض
ہوئی اسنے عرض کی ظاہرا مجکو اپنی زندگی محال معلوم ہوتی ہے اگر جان بخشی ہی ہوجائے تو بس ہے
حضرت نے فرمایا کہ ہمارے تمھارے اختیار میں کوئی کام نہیں ہے سب کام اللہ تعالی کے قبضہ قدرت

ہیں ہیں اُس طرف سے جو کچھ مجکو معلوم ہوا تم کو مَیں نے اُسکی اطلاع کی علی الصباح عبد اللہ قدسی نے
بحالت قید مبارک خان کو قلعہ ارک میں شہر برہان پور کے لیجاکر رکھا کہ بوقت مناسب حسب مصلحت عمل
کیا جائیگا۔ بعد ازان شب کو عبد اللہ قدسی نے یکایک مبارک خان کے پاس حاضر ہوکر عرض کی کہ ایک بزرگ
صوفیوں میں سے تین بار مجھ پر ظاہر ہوئے اور آپکے قدم سے زنجیر قطع کرنیکا بار بار حکم کرتے ہیں اور اسکی
تصدیق کی غرض سے قرآن مجید ہاتھ میں لیکر قسم کھائی اور زنجیر اپنی تلوار سے قطع کردی۔ مبارک خان نے
فی الفور محل شاہی میں جاکر محمد خان سے فرزند صغیر کو گرفتار کرلیا پس تمام اراکین سلطنت فرمان بردار ہوگئے
اور بتیس سال سلطنت کرکے سفر ملک بقا اختیار کیا میران مبارک شاہ نیک نیت صاحب سخاوت تھا۔
حضرت شیخ جلال کی خدمت میں کمال اعتقاد مریدانہ رکھتا تھا۔ حضرت نے بادشاہ سے بروز عرس حضرت
شاہ نعمان کے غرہ ربیع الاول کو فرمایا کہ عالم فانی سے ہمارا سفر اس مہینے کے غرہ کو مقرر ہے جو کوئی
مشکل علم معرفت کی تمکو درپیش ہو مجھ سے حل کرلو بادشاہ نے غرہ ماہ ربیع الآخر سمجھا اور اس ارشاد سے
بہت غمگین ہوا بعدہ خدمت والا سے مرخص ہوکر متوجہ قلعہ کا ہوا۔ حضرت اُس روز سے بیمار ہوئے ہر چند
حکمائے حاذق کو بادشاہ نے معالجہ کے لیے بھیجا لیکن تشخیص مرض سے عاجز رہے بادشاہ نے سید محمد امام
اور سید کمال الدین کو خدمت عالی میں بھیجا حضرت نے فرمایا کہ ہمارا خیال تھا کہ بروز عرس حضرت شاہ
نعمان کے غرہ ربیع الاول کو وصال ہونا بہتر ہے لیکن بادشاہ نے غرہ ربیع الآخر سمجھا بپاس خاطر اُس
صادق الاخلاص کے ایک مہینا ہمنے بحکم الٰہی زیادہ کرلیا۔ کمال الدین کو تعجب ہوا حضرت نے اُنکے
خیال پر مطلع ہوکر فرمایا کہ تم سید جلال الدین مخدوم جہانیان کی اولاد سے ہوکر اس کلام سے تعجب کرتے
ہو یعنی تمام شہر میں مشہور ہوا کہ مخدوم صاحب کا وصال روز عید اضحیٰ کو ہوگا ایک شخص نے سُنکر کہا کہ
عید کے روز لوگ عید گاہ کو جائیں گے یا مخدوم صاحب کے عرس میں شریک ہونگے۔ غرض بروز عید اضحیٰ
حضرت نے انتقال فرمایا جب تختہ پر غسل کے لیے لائے آپنے چشم مبارک کھولکر فرمایا کہ فلان شخص سایہ
درخت میں فلان محلہ میں بیٹھا ہے اُسکو روبرو حاضر کرو چنانچہ وہ حاضر کیا گیا مخدوم صاحب نے اُس سے
فرمایا کہ تمھاری خاطر سے میں آج نہیں مرتا تم آج عید اضحیٰ کی نماز پڑھو کل میرے عرس میں شریک ہونا فقط
جب کمال الدین نے یہ واقعہ سُنا نادم ہوکر بکمال اعتقاد حضرت شیخ جلال سے بیعت کی اور بعد مریدی کے

ایک ہفتہ حاضر رہکر فیوضاتِ باطنی اور خلافت سے سرافراز ہوئے اور حضرت شیخ جلال نے بعد ادائے نماز صبح کے جملہ خلفا کو اپنا لباسِ خاص بطریق تبرک عنایت کیا اور وعظ و نصائح کے کلمات فرمائے اور سبکو رخصت کر کے چادر روئے مبارک پر اوڑھی اور جان بحق تسلیم کی تاریخ وفات غرہ ربیع الثانی ۹۵۱ھ نوسو اکیاون ہجری تھی شیخ جمال محمد انکے بعد خلیفہ جانشین ہوئے اور کامل ترین خلفا سے انکے شیخ ابو جیو خضر ہیں اور شیخ ابو محمد اور ملا عاشقی اور شیخ معظم اور شیخ خدابردی اور سید علاو کمال الدین بخاری جملہ انکے خلفا تھے

حضرت شیخ ابراہیم کلہوار سندہی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبِ کرامات و تصرفات تھے کشف اسرار حقایق و دقایق و معرفت میں عالی مرتبہ رکھتے تھے اور اکثر اولیا عصر سے فیوضات باطنی حاصل کیے تھے اور حضرت شاہ منصور مجذوب کے معاصر تھے حضرت شیخ ابراہیم کے واسطے ہمیشہ خزانۂ غیب سے ہر روز انواع و اقسام کی نعمتیں پونہچتی تھیں سب محتاجوں اور عاجزوں پر صرف کر دیتے تھے۔ ایک وقت لوگوں نے عرض کی کہ بزرگانِ زمانِ سابق پتھر کو نظر کیمیا اثر سے زر بنا دیتے تھے شیخ نے تبسم کیا اور ایک پتھر کی طرف اشارہ کیا فی الفور اسکا رنگ سونے کا ہو گیا شیخ نے فرمایا اے پتھر میں سنتے تجکو سمجھ ہو کر نہ کہا تھا خوش طبعی سے کہا تھا شیخ ۹۵۶ھ نوسو چھپن ہجری میں بعمر چھیانوے سال کے واصل حق ہوئے مزار انکا شہر برہان پور میں ہے

حضرت شیخ جلال قادری رحمۃ اللہ علیہ

شہر دہلی کے باشندے تھے ملک گجرات میں وارد ہو کر تحصیل علم میں مشغول ہوئے بعد ازان عشق حقیقی کی کشش نے خدمت میں حضرت شیخ بہاء الدین انصار سمنانی کے بمقام شہر مندو پونہچایا بیعت سے مشرف ہونیکے بعد مدت تک ریاضت سلوک میں مشغول رہے پھر ہمراہ مرشد کے دولت آباد میں پونہچے شیخ نے سفر حرمین شریفین کی اجازت بسرفرازی خلافت عطا کی اور بعد مراجعت واسطے ہدایت خلائق کے شہر تانبور میں رہنے کا ارشاد کیا اتفاقا راستہ میں بیمار ہو کر قافلہ سے علیحدہ جنگل میں رہگئے ایک سوار وہاں غیب سے پونہچکر پرسان حال ہوا اور کہا آنکھیں بند کرلو پھر اونٹ پر بٹھا دیا اور عرصۂ قلیل میں اتار کر کہا کہ آنکھیں کھولو

فی الحال قریب مکہ معظمہ کے پونہچگئے بہت خوش ہوکرارکان حج وعمرہ ادا کیے۔ جب وہاں سے واپس ہوئے برہان پور میں پونہچکر خانقاہ بنائی اور بہت لوگوں کوراہ ہدایت پر مستقیم کیا۔ ایک روز انکے مرشد نے خواب میں فرمایا کہ خرقہ مبارک حضرت غوث اعظم محی الدین سید عبدالقادر جیلانی کا جو تمھارے پاس امانت ہے تین دن کے اندر شیخ محمد ملتانی کو جو ہمارے خلفائے خاص سے ہیں پونہچا دو حسب الحکم فی الفور تین دن کی مدت میں خرقہ شریف انکو پونہچا دیا پھر برہان پور میں رونق بخش ہوئے۔ ایک شب شیخ جلال متوکل نے خواب میں دیکھا کہ چند گروہ فرشتوں کے آسمان سے نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ واسطے استقبال روح مقدس شیخ جلال کے آئے ہیں صاحب خواب کو بسبب ہمنام ہونیکے اشتباہ اپنی ذات کا ہوا۔ بعد نماز صبح ملک شمس الدین کے مکان پر گئے تاکہ اس کیفیت سے اپنا کریں اُنھوں نے کہا کہ مجکو بھی یہ واقعہ معلوم ہوگیا آج شیخ جلال قادری رحمہ اللہ کی رحلت کا روز ہے اِس گفتگو میں تھے کہ خبر وصال شیخ جلال قادری کی پونہچی تاریخ وفات انکی ۲۳ ربیع الثانی ۹۴۵؁ نوسو پچیس ہجری تھی انکا مزار شہر برہانپور میں ہے

حضرت شیخ جلال متوکل علیہ الرحمتہ

خرقہ خلافت حضرت شاہ شہباز قدس سرہ سے حاصل کیا کاملان اہل تصوف سے تھے بہت طالبان بفیض نظر کو انتہائے مقاصد تک پونہچا دیا جسوقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے بسبب حرارت آتش عشق کے شعلے آگ کے اُنکے مونہ سے نکلتے تھے اہل محلہ کو گمان ہوتا تھا کہ شاید مکان کو صدمہ آتش پہنچا ہے جب حقیقت حال معلوم ہوتی حیران ہوتے ۹۳۸؁ نوسو اڑتیس ہجری میں عالم فانی سے روانہ ہوئے مرقد انکا شہر برہان پور میں ہے

حضرت سیّد محمد قادری رحمتہ اللہ علیہ

خدمت میں اپنے والد بزرگوار کی خرقہ خلافت سے سرافراز ہوئے اولاد میں جناب حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی کی سادات صحیح النسب سے تھے اکثر بزرگان اہل اللہ سے فیوضات باطنی حاصل کیے تھے ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے جو کوئی اُنکا مرید ہوتا مراتب محبت وقرب الٰہی کو پہنچتا۔ عہد سلطنت میں

میران مبارک شاہ کے شہر برہان پور میں تشریف فرما ہوئے پیشتر اطراف قلعہ آسیر کوہستان میں رہتے تھے راجہ علیخان نے اپنے عہد حکومت میں قریب عادل پورہ کے اُنکے واسطے مکان خانقاہ بنادیا صاحب کرم اور فیاض ظاہری و باطنی تھے جو کوئی صبح سے نصف شب تک فقیر یا غنی حاضر خدمت ہوتا تحائف نقد و جنس سے محروم نہ جاتا اگر صدہا ہزار ہا اشخاص آتے تو خادم مطابق حکم حجرہ میں سے حسب حوصلہ ہر ایک کے اشیائے بیش قیمت لاکر دیتا حضرت کے مرید حسام الدین بن نصر اللہ نے نقل کیا ہے کہ ایک روز آصفخان وزیر بادشاہ کا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تھا حضرت نے بعد گفتگو بوقت رخصت مجکو اشارہ کیا کہ اس طاقچہ میں جو کچھ ہے لاؤ پانچ اشرفیاں وہاں موجود تھیں میں نے لادیں حضرت نے آصفخان کو عنایت فرمائیں اُسوقت ایک فقیر نے بھی عرض کی پھر حضرت نے مجکو فرمایا کہ جو کچھ اس طاق میں ہے لاؤ میں نے عرض کی کہ اب وہاں کچھ نہیں ہے فرمایا پھر دیکھو جب میں نے وہاں جاکر دیکھا چند پیسے مجھے ملے میں نے لاکر دیئے حضرت نے فقیر کو عنایت فرمائے فقیر نے رنجیدہ ہوکر عرض کی کہ آپ سید آلِ رسول ہیں درویش اور دولتمند کو ایک نظر سے نہیں دیکھتے حضرت نے فرمایا کہ یہ خیال ہرگز نکرو کہ میں اپنے اختیار سے کسیکو نہیں دیتا ہوں بلکہ جو کچھ حصہ ہر ایک کا خزانہ غیب سے مشیت الٰہی میں مقرر ہے اس غریب کے ذریعے سے اُسکو پہنچتا ہے پھر وہ پانچ اشرفیاں آصفخان سے حضرت نے واپس لیکر درویش کو دیں اور وہ پیسے آصفخان کو دیئے اور دونوں کو رخصت کیا۔ درویش نے بعد نماز ظہر حاضر ہوکر عرض کی کہ اشرفیاں بخوشی تمام میں نے لیکر اپنے کپڑے میں مضبوط باندھیں جب میں نے اپنے گھر پہنچکر گرہ کھولی دیکھا کہ وہی پیسے اسمیں تھے اور آصفخان کا حال دریافت کیا تو اُنکے پاس وہی اشرفیاں موجود تھیں حضرت کے کلام کا اب مجکو یقین کامل ہوا خزانہ الٰہی اگرچہ آپکے قبضۂ اقتدار میں ہے لیکن سوائے حکم مالک الملک کے آپ کسیکو نہیں دیتے ہیں میری گستاخی معاف فرمایئے بعدہ حضرت بتاریخ غرہ رجب ۹۴۹ھ نوسو انچاس ہجری بطرف روضۂ رضوان کے خراماں ہوئے اور باغچہ میں اپنی خانقاہ کے قریب مدفون ہوئے۔

حضرت شیخ علی متقی رحمتہ اللہ علیہ

اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ انکے والد کا نام حضرت عبدالملک بن قاضیخان ہے

جون پور سے برہان پور میں رونق افروز ہوئے اور شیخ علی متقی کا تولد برہان پور میں واقع ہوا سات آٹھ
برس کی عمر میں اُنکے والد ماجد نے حضرت شاہ بہاء الدین باجن کیخدمت والا میں حاضر کیا اور بیعت مریدی
سے مشرف کرایا بعدہ عرصہ قلیل میں طرف عالمِ آخرت کے روانہ ہوئے۔ شیخ بعد والد کے ابتدائے جوانی
میں نزدیک بادشاہ مندو ملک مالوہ کے تشریف فرما رہے بعد ازاں ترک دنیا کی توفیق غیبی ہوئی اور خدمت
میں حضرت شیخ عبد الحکیم ابن حضرت شاہ باجن مرحوم کے حاضر ہوکر بکمال ریاضت جملہ مقامات سلوک چشتیہ
طے کیے اور خرقہ خلافت سے سرافراز ہوئے پھر برہان پور سے طرف ملتان کے روانہ ہوئے اور حضرت شیخ
حسام الدین علیہ الرحمۃ کے دو سال مصاحب رہے اور طریقہ تقوی و عزیمت کا حاصل کیا اُسوقت جذب
عشق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیتاب ہوکر عزم سفر حرمین شریفین کا مقرر فرمایا اور وہاں پہنچکر اولیائے
کاملین و علمای راسخین کی خدمت میں تکمیل علوم ظاہر و باطن سے سرافراز ہوئے چنانچہ حضرت شیخ
ابو الحسن و حضرت شیخ محمد ابن محمد سخاوی و حضرت شیخ ابو مدین مغربی قدس اللہ اسرارہم سے خرقہ ہای خلافت
طریقہ عالیہ قادریہ و شاذلیہ مدنیہ سے شرفِ امتیاز و اعزاز دارین حاصل کیا اور مکہ معظمہ میں سکونت ضنیا
کرکے ہدایت و فیض رسانی عالم میں مشغول ہوئے اور رسائل کثیر و کتب صغیر و کبیر علم حدیث و تصوف وغیرہ
میں بزبان عربی و فارسی زائد ایک سو کتاب سے تالیف و تصنیف فرمائیں ازانجملہ کتاب جمع الجوامع و
جامع صغیر وغیرہ جو شیخ جلال الدین سیوطی نے بترتیب حروف تہجی موافق مشارق الانوار کے تالیف کی
تھیں وہ کتاب جامع وحاوی احادیث شریف کی ازقسم قولی و فعلی تھی لیکن ہر ابواب کی احادیث کا اسمیں ملنا
دشوار ہوتا تھا لہذا شیخ علی متقی نے ترتیب و تہذیب ابواب موافق کتب حدیث فقہ کے مقرر کردی کہ ہر
شخص کو بکمال آسانی ہر ایک حدیث مطلوبہ بلا تامل ملسکتی ہے اور نام اُسکا کنز العمال رکھا گیا بادگر اُسمیں
سے احادیث مکرر علیحدہ کرکے انتخاب فرمایا اُسکو منہج العمال مختصر کنز العمال موسوم کیا شیخ ابو الحسن فرماتے
کہ جلال الدین سیوطی کا احسان سب اہلِ عالم پر ہے اور شیخ علی متقی کا احسان سیوطی پر ہے ہر ایک امر میں
اتباع سنت کا بدرجۂ کمال خیال رکھتے اور بظاہر تالیف و تصنیف میں کتب احادیث کی اور تصحیح و مقابلہ
میں ہم آنکی مشغول رہتے اور فہم دقائق مضامین کا اور استنباط معانی و نکات کا اس مرتبۂ عالی پر رکھتے تھے
کہ تمام علمائے ملک حجاز وغیرہ اُنکے کمال علم و فضل و ولایت و کرامت پر اتفاق رکھتے تھے اور شیخ شہاب الدین

ابن حجر مکی مصنف صواعق محرقہ و زواجر عن اقتراف الکبائر وغیرہ ابتدا سے حال میں شیخ علی متقی کے استاد علم حدیث وغیرہ میں تھے لیکن آخر شیخ ابن حجر بھی شیخ علی متقی کے مرید ہو کر خرقۂ خلافت سے مشرف ہوئے اور ہر گاہ کہ بعض احادیث کے معانی میں شیخ ابن حجر کو تردد واقع ہوتا شیخ علی متقی سے استفسار کرتے کہ اس حدیث کو جمع الجوامع کنز العمال کے کون سے باب میں آپنے درج کیا ہے پس اس قرائن سے ابن حجر دریافت اور قیاس مسائل کرتے یہانتک کہ اُنکا رفع شبہہ ہو جاتا روز وفات جو مختصر حال اپنا لکھا تھا اسکی عبارت یہ ہے "بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ہذا ما اوصی بہ المفتقر الی اللہ علی بن حسام الدین الشہیر بالمتقی فی یوم خروجہ من الدنیا و دخولہ فی الآخرۃ ان ہذا الفقیر لما کان صغیر جعلنی والدی رضی اللہ عنہ مرید الشیخ الاجل باجن قدس اللہ سرہ وکان طریقہ رحمہ اللہ طریق السماع والصفاء والوجد والہیمان فلما وصلت الی سن التمیز بین الحق والباطل اخترتہ ورضیت بہ شیخا عملا بما قالوا ان المرید الصبی اذا جعل مرید الشیخ فہو بالخیار بعد البلوغ ان شاء جعلہ شیخا وان شاء اتخذ لنفسہ شیخا آخر فوافقتہ لوالدی فیما اختار لی فلما مات والدی والشیخ رضی اللہ عنہما لبست خرقۃ مشائخ چشت من الشیخ عبد الحکیم ابن الشیخ باجن قدس سرہ ثم اردت صحبۃ شیخ یرشدنی ویدلنی علی ما اہمنی من طریق الحق فقصدت بلاد ملتان وصحبت الشیخ العارف باللہ حسام الدین المتقی علیہ الرحمۃ والغفران مدۃ ثم سافرت الی الحرمین الشریفین وصحبت الشیخ العارف باللہ ابا الحسن البکری قدس اللہ سرہ واخذت الخرقۃ القادریۃ والشاذلیۃ والمدینیۃ ولبست ہذہ الخرق الثلاث من الشیخ محمد ابن محمد السخاوی قدس اللہ سرہ" انتہی ۔ جسوقت حضرت شیخ علی متقی ملتان سے بارادہ روانگی حرمین شریفین ملک گجرات میں تشریف فرما ہوئے عہد سلطنت سلطان بہادر کا تھا ہر چند بادشاہ نے حاضرِ خدمت ہونا چاہا حضرت نے منظور نفرمایا آخر قاضی عبداللہ سندھی نے حضرت سے عرض کی کہ ایکبار بھی بادشاہ کو حاضر ہونیکی اجازت ہو جائے تو بہتر ہے ۔ ارشاد ہوا کہ امر معروف اور نہی منکر ضرور ہے وضع لباس وغیرہ امور خلاف شرع ہو تو منع کرنا لازم ہے سب لوگوں نے عرض کی کہ حضرت اختیار رکھتے ہیں جو کچھ کلام نصیحت مرکوز خاطر ہے بلا تامل ارشاد ہو پس جب بادشاہ حاضرِ خدمتِ والا ہوا بہت نصیحت اُسکو فرمائی بادشاہ نے دوسرے روز مبلغ ایک کروڑ تنگہ رائج الوقت سکہ گجرات بعنوانِ نذر بھیجا حضرت نے وہ تمام رقم قاضی عبداللہ کو عنایت فرمائی خود اپنے تصرف میں

کچھ نہ لائے بعد رحلت سلطان بہادر کے سلطان محمود گجراتی بھی بار ہا حاضرِ خدمت والا ہوتا تھا بسبب لباس خلاف شرع کے حضرت اُسکی طرف متوجہ نہوتے ایک وقت لباس موافق شریعت کے پہنکر حاضر ہوا حضرت بنظرِ عنایت اُسکی طرف متوجہ ہوئے بادشاہ نے عرض کی کہ مکان پر فقیر کے تشریف لاکر سرفراز فرمایئے حضرت نے منظور کیا۔ بادشاہ چوڈول یعنی میانہ حضرت کی سواری کا اپنے دوش پر اُٹھاکر اپنے محل میں لے گیا۔ اُس بادشاہ کو وسواس پانی کی طہارت میں بہت رہتا تھا حضرت نے طشت و آفتابہ طلب کیا اور اپنی کلاہ مبارک کو تین بار دھوکر چوتھی بار پانی طشت میں ڈالکر فرمایا یہ پانی شریعت مطہرہ میں پاک اور لطیف ہے اور اس میں شک کرنا وسواس ہے کہ وہ کام شیطان کا ہے بادشاہ نے حسب الارشاد وہ پانی سب نوش کیا تمام وسواس اُس کے لوحِ دل سے محو ہوگئے اور بعضے اوقات اقوام جن اقسامِ کثیر خدمت میں حضرت کی حاضر ہوتے تھے اور باعتقادِ تمام مرید ہوتے اور تجدید توبہ کرتے اور فوائد دینیہ حاصل کرتے اور اخیر عمر میں حضرت کو خلعتِ قطبیت بارگاہِ صمدیت سے سرافرازی ہوئی تھی۔ اور اکثر کرامات و خوارقِ عادات ہمیشہ ظاہر ہوتے رہتے تھے آخیر وقت فرماتے تھے کہ اقطاب پر شدتِ سکرات موت واسطے رفع درجات کے زیادہ ہوتی ہے اس حال کے دیکھنے سے اپنے اعتقاد میں فرق نہ لانا چاہیے بتاریخ دوسری شہر جمادی الاول ۹۷۵ھ نوسو پچھتر ہجری وصالِ ذاتِ باری سے مشرف ہوکر روانۂ فردوسِ اعلیٰ ہوئے مکہ معظمہ میں عادت ہے کہ بزرگوں کی قبر میں بعد چند سال کے کسی دوسرے بزرگ کو دفن کردیتے ہیں وہاں کی زمین کی خاصیت ہے کہ تین چار مہینے میں مردہ خاک ہوجاتا ہے لہٰذا جب سید احمد برادر زادہ حضرت موصوف بعد بارہ یا چودہ برس کے فوت ہوئے قبر حضرت کی اُنکے دفن کے واسطے کھولی جسمِ مبارک مع کفن ولیاہی موجود تھا کچھ فرق نہوا تھا۔ تاریخ وفات اُن کی میر غلام علی آزاد نے سبحۃ المرجان میں **قضی نحبہ** لکھی ہے سورۂ احزاب میں سے اقتباس کیا ہے۔ اکثر بزرگان اہل اللہ کو حضرت ممدوح نے منصب خلافت سے سرافراز فرمایا ازانجملہ شیخ عبدالوہاب متقی اور شیخ ابن حجر مکی اور شیخ محمد طاہر پٹنی مصنف کتاب مجمع البحار اور شیخ ابو محمد المعروف ابو جیوا ابن شیخ خضر ابن بہاؤالدین تیمی اور شاہ محمد فضل اللہ رونق بخش برہان پور وغیرہ خلفا مشہور و معروف ہیں اکثر حالات حضرت موصوف کے اخبار الاخیار میں تفصیل مذکور ہوئے ہیں

حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ

توندان کا مقام مندو ملک مالوہ میں واقع ہوا۔ انکے والد بزرگوار شیخ ولی اللہ وہاں کے اکابر سے تھے بسبب حوادثِ روزگار کے اُس ملک کو ترک کرکے شہر برہان پور میں توطن اختیار کیا اور معزز و مکرم رہے جبکہ شیخ عبدالوہاب کے والدین کا کم عمری میں وہاں انتقال ہوا واسطے طلب حق اور تحصیل علم کے نواح گجرات و ملک دکن و سرندیپ وغیرہ میں سیر کرتے رہے آور ہنوز عمر شریف بیس سال کی نہوئی تھی کہ مکہ معظمہ میں پونہچکر حضرت شیخ علی متقی کی خدمتِ عالی میں حسب وصیت والد ماجد حاضر ہوئے اور کمالات باطنی و ظاہری سے مشرف ہوکر مرتبۂ خلافت و جانشینی سے سرفرازی حاصل کی اور ہمیشہ ہدایت خلائق اور ارشاد علم ظاہر و باطن میں مشغول رہے شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ اکمل خلفاسے شیخ عبدالوہاب متقی کیہیں انکے حالات اور شیخ علی متقی کے حالات تفصیل تمام اخبار الاخیار میں لکھے ہیں آور یہ بھی لکھا ہی کہ شیخ عبدالوہاب نے فرمایا کہ جسوقت حضرت سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم بوقت تقسیم مال غنیمت جنگ حنین مقام جوانہ میں تشریف فرما تھے وہاں سے واسطے ادا کرنے عمرہ کے مکہ معظمہ میں رونق افزا ہوئے تھے چنانچہ کتب سیر میں مفصل حال اسکا مندرج ہے وہاں پونہچنے کا جب اتفاق ہو تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاے قیام میں قریب جبل قیام کرنا ضرور ہے وہاں جو کوئی آرام پائے اگر نصیب ہُوسکا یا وہی تو جمال مبارک سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں دیکھتا ہے شیخ عبدالوہاب متقی نے احوال میں حضرت شیخ علی متقی کے ایک کتاب مسمی اتحاف التقی فی فضل الشیخ علی المتقی تصنیف کی ہے۔

حضرت شیخ قطب محمد علیہ الرحمۃ

کتاب شجرۃ المحمود جو حافظ منیر الدین صاحب مرید حضرت محمود میاں صاحب احمد آبادی کی تالیف ہے اُس میں مذکور ہے کہ حضرت شیخ حسن محمد گجراتی کے تیسرے فرزند حضرت شیخ قطب محمد کہ بعد وصال پدر بزرگوار کے چندسال رہکر بطرف برہان پور تشریف فرما ہوئے اور وہاں سکونت اختیار کی اور بیالیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا قبر شریف انکی برہان پور میں نزدیک روضۂ مخدوم بہاءالدین عرف شیخ باجن چشتی

قدس اللہ سرہ کے واقع ہے اور حضرت شیخ حسن محمد کی وفات ۹۸۲ھ نو سو بیاسی ہجری میں واقع ہوئی۔

حضرت شیخ ابو محمد المعروف ابو جیو ابن شیخ خضر ابن بہاالدین یتیمی رحمۃ اللہ علیہم

اشعار میں عازمی تخلص کرتے تھے انکے والد عہد سلطنت میں میران محمد شاہ کے احمد آباد سے بلدہ برہان پور میں تشریف فرما ہوئے تھے تولد شیخ کا زیر قلعہ آسیر ہوا گیارہ سال کی عمر میں حافظ قرآن مجید ہوئے اور تحصیل علوم میں مشغول رہے اور اٹھارہ برس کی عمر میں شادی کتخدائی سے حسب طریق مسنون فارغ ہوئے بیس برس کی عمر میں صاحبزادی کا تولد ہوا روضۂ والا کی تولیت انکی اولاد میں مقرر ہے جس وقت حضرت شاہ فضل اللہ ابن شاہ محمد صدر رحمۃ اللہ علیہما شہر جون پور سے بارادہ سفر حرمین شریفین روانہ ہوکر قلعۂ آسیر میں پونہچے مسجد جامع میں وہاں کی چندروز رونق افزا رہے شیخ نعمت اللہ ابن شیخ اسحاق محفوظ ابن شاہ نعمان قدس سرہ نے حضرت شاہ فضل اللہ کی ضیافت کی پس اہل مجلس نے مضامین علوم حقائق و سلوک حضرت کی زبان مبارک سے سُنے اور بہت محظوظ ہوئے شیخ نعمت اللہ نے فرمایا کہ جو کوئی طالب راہ حق کا اور فیوضات باطنی کا ہے چاہیے کہ ایسے بزرگ کا مرید ہوجائے شیخ ابو جیو نے جب یہ کلام سنا بارادہ بیعت خدمت میں حضرت شاہ فضل اللہ کی پونہچے حضرت نے نور باطن انکے چہرے پر ملاحظہ فرماکر شرف بیعت سے سرفراز کیا اور طریقہ ذکر و شغل کا ارشاد فرمایا پھر حضرت وہاں سے متوجہ سفر حجاز ہوئے شیخ ابو جیو خدمت میں شاہ جلال بن شاہ نظام الدین ابن حضرت شاہ نعمان کے جو صاحب سجادہ تھے واسطے حصول علوم باطن و تکمیل سلوک کے حاضر ہوئے اور ہمیشہ ریاضات و عبادات الٰہی میں مشغول رہنے لگے قایم اللیل اور دائم الصوم رہتے کبھی نصف خرما اور کبھی صرف پانی پر قناعت کرتے۔ نو برس تک اسی حال میں رہے کبھی کوہستان آسیر کے غاروں میں گوشہ نشین رہتے اور سوائے جھاڑی کے پتوں کے کچھ تناول نہ فرماتے کبھی حالت جذب میں یہ اشعار طبعزاد اپنے پڑھتے۔

در خلوت دل ہیچ بجز یار نگنجد	واندر حرم وصل تو اغیار نگنجد	دل نیز نگنجد کہ چو دل دار آمد
بل عشق مقام ست کہ دلدار نگنجد	سرباز چو منصور کہ در بزم انا الحق	آنکس کہ شود تخت ز انوار نگنجد

دراہِ خرابات چو خواہی کہ درآئی	سرمست بنہ پائی کہ ہشیار نگنجد	چون عارفی از جامۂ سالوس برون شیخ
درکوی بتان جبہ و دستار نگنجد	جب تک شیخ جلال بقید حیات تھے شیخ ابوجیو انکی خدمت میں مقام	

برہان پور حاضر رہکر ترقی مقامات فیوض باطنی حاصل کرتے رہے بعد رحلت شیخ جلال کے حج و زیارات حرمین شریفین کے روانہ ہوئے جب شہر احمد آباد میں پونہچے حضرت شاہ فضل اللہ وہاں رونق بخش تھے اُنکی سعادتِ ملازمت سے مشرف ہوکر مدت مدید واسطے تکمیل مراتب سلوک کے حاضر خدمت فیض موہبت رہے۔ حضرت ممدوح نے جملہ مدارج حقیقت و معرفت پرانکو پونہچایا۔ اور بارہا فرماتے تھے کہ شیخ ابوجیو مانند ہمارے مرشد حضرت شیخ صفی کے ہیں اور خرقہ خلافت اور فرمان اجازت سے سرفراز کرکے طرف بیت اللہ کے روانہ کیا۔ شیخ ابوجیو مع چند عزیزان مکہ معظمہ میں پونہچے اور ایک مدت تک خدمت میں حضرت مولٰنا شیخ علی متقی علیہ الرحمۃ کے حاضر رہکر فرمانِ خلافت سے سرافراز ہوئے اور بعد حصول شرف زیارت مدینہ منورہ کے وہاں سے مراجعت کرکے برہان پور میں پونہچے اور چند روز صحبت میں شیخ فرالدین بن عالم للنگی کے رہے اور اُنکی فیوضات و خلافت سے بھی بہرہ اندوز ہوئے اور قلوب خلایق کو راہ شریعت و طریقت سے منور کرتے رہے **نقل** ہے کہ ایکبار حضرت شیخ ابوجیو کو اُن کا مرید شاہ محمد قلعۂ آسیر سے شہر برہان پور میں بطریق دعوت اپنے گھر پر لیکر آیا اور اپنے زنانے کے مکان میں حضرت کو تخت پر بٹھاکر واسطے لانے سامانِ ضیافت کے بازار کو گیا۔ اتفاقاً اُسکا بھائی شیخ معروف نام نے شخص اجنبی سمجھکر شمشیر بکف ارادہ قتل کا کیا جب قریب ہوکر چہرۂ مبارک دیکھا شیر کی صورت دکھائی دی ہیبت سے تلوار گرپڑی اور وہاں سے بھاگ کر ایک گوشہ میں چھپ گیا **نقل** ہے کہ حضرت نے وضو کے واسطے خادم سے پانی طلب کیا خادم نے محلہ کے کوئیں سے پانی لانا چاہا لوگوں نے کہا پانی کھاری ہے پس دوسرے کوئیں سے پانی لیکر حاضر خدمت ہوا حضرت نے قدرے پانی پیکر باقی اُس کوئیں میں ڈالدیا وہ آب شور بہت شیرین ہوگیا تمام اہل محلہ خوش ہوکر اُس کا پانی پینے لگے۔ وفات شیخ ابوجیو کی بتاریخ ۲۳ محرم ۹۹۲ھ نوسو بانوے ہجری میں واقع ہوئی مزار اُنکا قریب مقبرہ حضرت شاہ نعمان کے منظور پورہ میں ہے

حضرت شاہ لشکر محمد عارف باللہ رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ خاص حضرت شاہ محمد غوث گوالیاریؒ صاحب جواہر خمسہ کے تھے مشہور طریقہ انکا شطاریہ ہے مگر سلاسلِ قادریہ و چشتیہ سے بھی فیضیاب تھے اُنکی ذات جامع کشف و کرامات و خوارقِ عادات تھی شیخ محمد غوث خلیفہ شیخ حمید ظہور حاجی حضور کے تھے اور وہ خلیفہ شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست کے اور وہ خلیفہ شیخ فاضل کے اور وہ خلیفہ شیخ عبداللہ شطار کے اور وہ خلیفہ شیخ محمد عارف کے اور وہ خلیفہ شیخ محمد عاشق کے اور وہ خلیفہ شیخ خدا قلی ماوراالنہری کے اور وہ خلیفہ شیخ ابوالحسن خرقانی کے۔ اور وہ خلیفہ خواجہ بایزید بسطامی کے اور وہ خلیفہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم کے ہیں شاہ لشکر محمد نے اپنی ستر برس کی عمر توکل و ریاضت میں تمام کی اپنے زور بازو سے بقدر قوت لایموت کے حاصل کر کے اوقات عزیز عبادتِ الٰہی میں صرف کرتے تاریخ الاولیا میں اُنکی تاریخ وفات بحوالہ مشکوۃ النبوۃ روز عید الفطر ۹۹۲ھ نو سو بانوے ہجری لکھی ہے مزار پرانوار بیرون شہر پناہ برہان پور قریب عیدگاہ زیارت گاہِ خلائق ہے کامل ترین خلفا سے اُنکے حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ تھے کہ اپنی تصنیف خاص کتاب عین المعانی میں تاریخ وصال اُنکی اسم سامی سے تحریر فرماتے ہیں یعنی "لشکر محمد عارف" میرزا صائب اکسی اور شاعر نے اُنکے اوصاف میں یہ شعر خوب کہا ہے کتاب سروِ آزاد میں مندرج ہے

؎ فتاد بسکہ گزر لشکرِ محمد را ✦ غبار خیز بود کوچہ ہائے برہان پور، چنانچہ یہ مضمون شاید نواب آصفجاہ اول نے بھی ادا کیا ہے کہ "ہیچ شہرے بگرد برہان پور نمیرسد" یعنی اگرچہ گرد و غبار زیادہ راستوں میں ہونا عیب ہے لیکن اُسکو بطور مدح کے ادا کیا ہے کہ کوئی شہر اُسکے رہوار مرتبہ عالی کے برابر نہیں پہنچا بلکہ اُسکی گرد کو بھی نہیں پونہچا ہے ملکِ ہند میں بعضے شہر بادشاہوں کے نام سے آباد ہوئے ہیں۔ مثل اکبر آباد و شاہجہان آباد دہلی و اورنگ آباد اور برہان پور بنام مبارک ولی کامل مکمل کے با الہام ربانی آباد ہوا اور بہت اولیا اللہ کی خوابگاہ ہے یہ سب وجوہات جمع ہونا موجب افتخار و امتیاز ہے صاحبزادی مسماۃ حضرت بی بی راستی بھی کمال درجہ ولایت سے سرفراز و ممتاز تھیں چنانچہ قریب مزار پرانوار بفاصلہ قلیل جانبِ شہر کے اُنکا مرقد بھی زیارت گاہِ عالم ہے اور اطراف اُسکے آبادی ابتک قائم ہے نام اُس کا راستی پورہ مشہور ہے اور متصلِ شہر پناہ بلدۂ برہان پور واقع ہے

حضرت شیخ ولی محمد شطاری قدس سرہ

حضرت شاہ لشکر محمد کے قرابت میں ماموں تھے خلیفہ شیخ قطب جہاں ذاکر نہروالہ کے ہیں بعدہٗ خدمت میں حضرت محمد شاہ غوث کے حاضر ہو کر منصب خلافت سے سرافراز ہوئے اور ۹۸۲ھ نوسو بیاسی ہجری میں احمد آباد گجرات سے برہان پور میں آئے اور تربیت وارشاد میں طالبین حق کی مشغول رہے کتاب نزہتہ الارواح کی شرح بھی نہایت عمدہ تحریر فرمائی ہے۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ جب روتے تھے قطرات اشک سے کپڑے سرخ ہو جاتے تھے ۹۸۷ھ نوسو ستاسی ہجری میں راہی خلد بریں ہوئے مزار اُنکا برہان پور میں ہے

حضرت شیخ میان آبا ابراہیم شطاری علیہ الرحمۃ

ولادت اُنکی بھڑوچ میں واقع ہوئی صاحب حال وقال وکشف وکرامات تھے حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری نے انکو منصب خلافت سے سرافراز فرمایا جب گجرات سے برہان پور میں آئے محمد شاہ فاروقی اور اُسکا وزیر اعظم سید زین الدین حضرت میان آبا ابراہیم کے مرید ہوئے سوائے طریقہ شطاریہ کے دوسرے طریقوں کے مشائخین سے بھی فیوضات باطنی حاصل کیے تھے ہمیشہ تعلیم وتربیت میں طالبانِ حق کی مشغول رہتے ۹۹۸ھ نوسو اٹھانوے ہجری میں رہگرائے ملک جاودانی ہوئے اور مقبرہ محمد شاہ فاروقی واقع برہانپور میں مدفون ہوئے

حضرت مولٰنا شیخ محمد قاسم علیہ الرحمۃ

تاریخ الاولیا میں مرقوم ہے کہ وہ فرزند مولٰنا سندھی برہانپوری کے اور بھائی شیخ محمد طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار کے تھے حضرت شاہ عیسٰی جند اللہ ثانی الصدق حضرت شیخ محمد قاسم کے ہیں صاحب علم وعمل محدث بے بدل تھے فیوضات باطنی وخلافت وطریقت شیخ بہار الدین خلیفہ شیخ الاسلام بہار الدین زکریا ملتانی سے حاصل کی تھی علم حدیث وتصوف میں اُنکی تصنیفات ہیں ہمیشہ علوم دین کے درس میں مشغول رہتے تھے برہانپور میں اُنکا مزار ہے

حضرت مولٰنا سید جمال مدرس علیہ الرحمۃ

شیخ ابراہیم میان آبا کی مسجد میں درس طلبہ کا مشغلہ رکھتے عابد وزاہد ومتقی تھے جب مولانا شیخ طاہر یوسف محدث ملک برار سے برہان پور میں آئے تھے سید موصوف نے اُن سے صحیح بخاری کی سند حاصل کی مولانا حافظ

سندھی برہان پوری اُنکے ہم سبق تھے۔ مزار سید موصوف کا شہر برہان پور میں ہے۔

حضرت شاہ برہان علوی علیہ الرحمۃ

برادر حقیقی حضرت شاہ وجیہ الدین گجراتی کے مرد بزرگ صاحبِ باطن تھے ظاہر الباس سپہ گری میں اپنے حال کو پوشیدہ رکھتے اور ہمیشہ عبادتِ الٰہی میں اور خلوت و ریاضت میں مشغول رہتے مزار اُنکا برہانپور میں ہے

حضرت شاہ بنا عرف پیر بنا علیہ الرحمۃ

خلیفہ حضرت شیخ لعل قلندر کے تھے علم ظاہر و باطن میں مرتبۂ کمال رکھتے تھے صاحب توکل و ریاضت کشف و کرامات تھے حالت جذبۂ عشق میں اکثر لباسِ سرخ یا سبز پہنتے تھے ہزاروں آدمی اُنسے فیوضات باطنی حاصل کرتے تھے اُنکا مزار قریب دروازہ راج گھاٹ اندرون شہر پناہ برہان پور محلہ ناصر الملک عرف چکلہ متصل مسجد کلان زیارت گاہ عالم ہے۔ ففظ

حضرت سید ابراہیم بھکری قادری علیہ الرحمۃ

اُنکی سکونت شہر بھکر ملک سندھ کی ہے مشایخ کبار سے طریقہ قادریہ کے صاحب کرامت و توکل و ریاضت تھے تاریخ الاولیا میں مذکور ہے کہ علمائے فرنگی محل واقع لکھنؤ کے مدرس اعلی جناب مولٰنا محمد نظام الدین صاحب لکھنوی بواسطہ اکابرین مشایخ مثل شاہ امان اللہ امانی برہان پوری و حضرت شاہ عبد الرزاق بانسوی کے اُنکے زمرۂ مریدین سے ہیں ہزاروں اہل اللہ اُنکی ذات بابرکات سے فیضیاب ہوئے مرقد مبارک اُن کا جانب شمال بیرونِ شہر برہان پور کنارۂ ندی اوتاولی کے زیارت گاہ خلایق ہے اور مولانا موصوف نے اوائل مناقب رزاقیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت شاہ عبد الرزاق بانسوی طریقۂ قادریہ میں بیعت حضرت سید عبد الصمد صاحب خدانما سے رکھتے ہیں اُنکا مزار احمد آباد میں ہے اور اُنکو بیعت حضرت شاہ ہدایت اللہ خدانما سے تھی اور اُنکو جناب حسین شاہ خدانما سے بیعت ہے برہان پور میں اُنکا مرقد مبارک ہے اور وہ خلیفہ حضرت شاہ امان اللہ امانی کے اور وہ خلیفہ جناب شاہ ابراہیم بھکری کے اور وہ خلیفہ جناب شاہ ابراہیم ملتانی کے ہیں

حضرت شیخ عبدالرحیم کرپیچی علیہ الرحمۃ

اکابر طریقہ چشتیہ سے صاحب علم و فضل تھے جب ملک سندھ سے برہان پور میں رونق افزا ہوئے ہدایت خلائق اور ارشاد طالبین میں مشغول رہتے بعضے مشائخ برہان پور نے ایک پیالہ پانی سے لبریز بھرا ہوا خادم کے ہاتھ شیخ کی خدمت میں بھیجا واسطے تمثیل کے یعنی شہر برہان پور اس طرح اہل کمال سے بھرا ہوا ہے شیخ نے اس میں ایک پھول ڈالدیا وہ اس میں تیرنے لگا اور وہ پیالہ واپس کر کے فرمایا کہ مَیں مانند اس پھول کے ہونگا بارِ خاطر کسی کا نہ ہونگا۔ پس مشائخین برہان پور شیخ کی تعظیم و تکریم کرتے رہے مقبرہ اُن کا برہان پور میں ہے

حضرت میران سید بہلول علیہ الرحمۃ

وہ اہل اللہ مجذوب سالک تھے کبھی کبھی حال جذبہ وارد ہوتا تو شہر کو چھوڑ کر صحرا کی طرف چلے جاتے جب حال سلوک میں آتے عبادت و ریاضت میں دائم و قائم رہتے طریقہ چشتیہ سے فیضیاب تھے طالبان راہِ حق کو انتہائے منزل مقصود تک پہنچاتے تھے۔ مزار ان کا شہر برہان پور میں ہے۔

حضرت شیخ ابراہیم قادری علیہ الرحمۃ

مراتبِ خلافت و کمالاتِ طریقت حضرت شاہ لشکر محمد عارف بااسد سے حاصل کیے بیس برس تک پیر روشن ضمیر کی خدمت میں رہکر عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ جب حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری احمد آباد میں رونق بخش ہوئے گیارہ سال تک وہاں امامت نماز کی کرتے رہے علم قرأت میں فرد کامل تھے اُنکا لقب حضرت غوث الاولیا نے لاہوتی مقرر فرمایا تھا سنہ ۹۹۱ نوسو اکیانوے ہجری میں وفات پائی مزار اُن کا برہان پور میں ہے

حضرت سید ابراہیم بھکری علیہ الرحمۃ

شیخ جلال متوکل کے خلیفہ تھے اور وہ ملک شرف الدین شاہ شہباز برہان پوری کے خلفا میں سے تھے جامع علوم شریعت و طریقت اور عارف زمانہ تھے طالبان علوم ظاہری و باطنی ہمیشہ اُن سے مستفید ہوتے تھے بقول صاحب ریاض الاولیا سنہ ۹۹۸ نوسو اٹھانوے ہجری میں واصل حق ہوئے مرقد اُن کا برہان پور میں ہے

حضرت شیخ ابویزید شطاری علیہ الرحمۃ

حضرت شاہ لشکر محمد عارف باللہ کے خلف الصدق اور خلیفہ جانشین تھے بعد وفات والد ماجد کے مسندِ ارشاد پر جلوس فرما ہوئے عرصۂ قلیل میں مریدوں کو مرتبۂ کمال پر پونہچاتے تھے ہمیشہ خانقاہ مریدین وطالبین سے بھری رہتی تھی ہر روز قبل طلوع آفتاب حضرت شاہ عیسٰی جنداللہ کی خدمت میں حاضر ہوکر فیضیاب ہوتے تھے وفات اُنکی بقول صاحب گلزار ابرار سنہ ۹۹۹ نوسو ننانوے ہجری میں واقع ہوئی۔ مزار برہانپور میں ہے

حضرت ملک محمود پیار قدس سرہٗ

انکے والد بادشاہ برہانپور کے وزیر تھے بعد انتقال والد کے چند روز منصب وزارت کی عہدہ برائی کی بعد ازاں تارک الدنیا ہوکر مشغول عبادت الٰہی ہوئے ایک روز حضرت شاہ منصور نے استفسار کیا کہ قرآن فارسی ہم داری ملک محمود مثنوی مولٰنا روم قدس اللہ سرہ رو برو لائے اور حسب الحکم چند اشعار پڑھے شاہ منصور نے فرمایا کہ اسکے مطالعہ میں مشغول رہو چند روز میں جذبہ پیدا ہوا اور حسب ایمائے شاہ منصور خدمت میں سید عرب شاہ بخاری نبیرہ و سجادہ نشین حضرت قطب عالم بخاری کے حاضر ہوکر مرید ہوئے اور نعمت خلافت تمام طریقوں کی حاصل کی اور چند روز حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح کے روضۂ والا کی مجاوری کی اور بمقام احمد آباد گجرات سنہ ۱۰۰۰ ایکہزار ہجری میں وفات پائی۔

حضرت مولانا شیخ طیب علیہ الرحمۃ

عالم باعمل حافظ قرآن مجید واقف اسرار الٰہی تھے حضرت موصوف مولٰنا مخدوم ہارون سندھی کی اولاد میں سے ہیں تحصیل علوم ظاہری مولٰنا یونس مفتی سندھی سے کی تھی جو مشاہیر علمائے ملک سندھ سے تھے تصانیف سے اُنکی حاشیۂ مشکلات حدیث اور شرح رسالہ غوثیہ وغیرہ ہے حضرت شاہ عیسٰی جنداللہ علم اصول فقہ اور کلام میں اُنکے شاگرد ہیں مولانا شیخ طاہر یوسف محدث سندھی کے ہمراہ ایلچپور سے برہانپور میں تشریف فرما ہوئے اور ہمیشہ تربیت وارشاد میں طالبین کے مشغول رہے وفات اُنکی سنہ ۱۰۰۰ ایکہزار ہجری میں واقع ہوئی مزار اُنکا برہانپور میں مرقد مولانا شیخ عمر ابراہیم سندھی کے قریب ہے

حضرت مولٰنا میان جموجی علیہ الرحمۃ

اسم شریف اُنکا جمال محمد ابن ملک چاند ہے ملکِ گجرات سے برہانپور میں رونق افزا ہوئے ہمیشہ طالبان علم کو تفسیر و حدیث کے درس سے مستفید فرماتے تھے ۹۰۷ھ نوسو سات ہجری میں سفر حرمین شریفین سے مراجعت فرما ہوئے اکثر اولیا اللہ سے فیوضات باطنی حاصل کیے تھے آنکے پاس پیراہن مبارک حضرت محبوب سبحانی محی الدین سید عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کا تھا اکثر اہل اللہ واسطے زیارت پیرہن کے اُنکے پاس آتے تھے ۹۰۸ھ نوسو آٹھ ہجری میں طرف روضۂ رضوان کے خرامان ہوئے مزار آنکا برہان پور میں درمیان باغچہ دریا خان رومی کے زیارت گاہِ خلایق ہے۔

حضرت مولانا شیخ مبارک سندھی علیہ الرحمۃ

حضرت شاہ علیسی جند اللہ اور مولانا شیخ محمد طاہر سے کمال محبت رکھتے تھے تحصیل علوم مولانا مخدوم عبد اللہ ابن جلال سے کی تھی احمد آباد سے برہان پور میں تشریف فرما ہوئے مسجد ناصر الملک میں درس طالبان علم کا جاری رکھتے پھر منصب قضا پر قصبۂ چوپڑہ صوبۂ خاندیس کے مقرر ہوئے بعد ازان تفال خان والی صوبۂ برار نے بکمال آرزو اُنکو بلا کر شہر ایلچپور میں مدرس مقرر کیا پس ہزاروں طلبا اُنسے مستفید ہوئے بعدہ وہاں سے روانہ ہو کر حضرت شاہ لشکر محمد عارف باللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیوضات باطنی سے مشرف ہو کر ہزاروں طالبانِ حق کو منزل مقصود پر پہنچایا آخر الامر بروز جمعہ ۹۷۸ھ نوسو اٹھتر ہجری رہ نورد دار البقا ہوئے اُنکا مزار برہان پور میں مقبرہ شیخ ابراہیم ابن عمر سندھی کے قریب ہے۔

حضرت شاہ محمد ابن فضل اللہ نائب رسول اللہ رحمۃ اللہ علیہما

شاہزادہ محمد دارا شکوہ فرزند کلان شاہ جہان بادشاہ نے سفینۃ الاولیا میں لکھا ہے کہ " نام جد ایشان شیخ محمد صدیق است از فرزندانِ حضرت صدیق اکبر اند رضی اللہ عنہ و آبائے ایشان در جون پور می بودند اما مولد شیخ در احمد آباد گجرات ست و شیخ صغیر بودند کہ والدِ ایشان برحمتِ حق پیوست در ابتدائے جوانی بخدمت شیخ صفی گجراتی رسیدہ خرقۂ اجازت پوشیدند و شیخ ایشان را رخصت مکہ معظمہ دادند و بقدم تجرید و تفرید زیارتِ حرمین شریفین کردہ تا دوازدہ سال در مکہ شریفہ در صحبت شیخ علی متقی گزرانیدند و از انجا باز معاودت نمودہ باحمد آباد رسیدہ متاہل شدند و تا دوازدہ سال دیگر پیش شیخ وجیہ الدین گجراتی بتحصیل علوم ظاہر مشغول بودند و درہمین ایام بصحبت شیخ ماہ جون پوری ہم کہ در گجرات بودند میرسیدند شیخ ما

چون از زبانِ والد ایشان شنیده بودند که پسر خرد ما قطب وقت خواہد شد ایشان را محترم میداشتند و شیخ ابومحمد خضر تمیمی که مرید والد ایشان بودند از قلعۂ آسیر کتابتے بشیخ وجیہ الدین و شیخ ماہ نوشتند که شاہ با شما را چرا بپروا نمی آرید ایشان در جواب نوشتند که پرواز وی بدست شماست و شیخ محمد را بطرف آسیر رخصت کردند شیخ بملازمت شیخ ابومحمد رسیده و نعمتی که والد بزرگوار ایشان بشیخ ابومحمد سپرده بودند گرفتند و در برہان پور توطن گرفته بدرس اشتغال داشتند و بعد ازان ترک تدریس نموده بہدایت خلق مشغول گشتند و جمعے کثیر بہ برکت صحبت ایشان صاحب کمالات ظاہری و باطنی شدند و شیخ در زمانۂ خویش یگانہ و مرجع مشائخ کبار و از بزرگانِ متاخرین سلسلۂ چشت بودند و صنیع و شریف ولایت خاندیس و آن حوالی را روے ارادت بدیشان بود و قبولی عظیم داشتند و شیخ را محبت و اخلاص بخدمت حضرت سید انام صلی اللہ علیہ و علی آلہ الکرام و اصحابہ العظام بمرتبۂ بود که بگفت و شنید راست نیاید۔ چنانچہ ہرگاہ از ذوق و اشتیاق و از بے اختیاری متوجہ مدینہ متبرکہ می گشتند و بعد از رفتن چند منزل بموجب اشارہ آن سرور باز مراجعت می نمودند طریقۂ ایشان مطابق شرع و سنت بود و آنچه فتوح میرسید سہ حصہ میکردند یک حصہ بجہت قوت عیال میدادند و حصہ دیگر صرف خانقاہ و فقرا می نمودند و حصہ سوم نذر حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نموده بحرمین شریفین میفرستادند خوارق و کرامات ایشان بسیار و بے شمار ست وفات ایشان در برہان پور شب دوشنبہ دوم ماہ رمضان سال یکہزار و بست و نہ ہجری بود چنانچه خواجہ ہاشم تاریخ فوت ایشان را ابن فضل اللہ یافته اند عمر ہشتاد و شش سال و قبر در شیخ پورہ برہان پور ست که خود آباد کرده بودند زیارتگاہ و تبرک، انتہی کتب تصانیف حضرت ممدوح کی بہت ہیں از انجملہ رسالہ تحفۃ المرسلۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم علم حقائق میں اور تحقیقات مسئلہ وحدت وجود میں ایک عمدہ متن مختصر مفید ہے گویا دریا کوزہ میں بھرا ہے حضرت مصنف نے اُس کی عربی شرح حامل المتن مسمی الحقیقۃ الموافقۃ للشریعۃ لکھی ہے چنانچہ بسبب جامع و مشہور ہونے اُس متن کے بعضے کم علم لوگ اُسکا مضمون بخوبی نہ سمجھتے تھے لہذا شیخ ابراہیم کُردی علیہ الرحمۃ نے کہ مشاہیر علمائے مدینہ منورہ سے تھے اُسکی شرح بہت عمدہ مفصل لکھی ہے اور اُس شرح کی ابتدا میں حضرت مصنف کی تعریف و توصیف بیان کی ہے اور اُسکو اتحاف الذکی بشرح التحفۃ المرسلۃ الی النبی

موسوم کیا ہے شیخ موصوف کے فرزند و شاگرد و خلیفہ شیخ ابو طاہر مدنی تھے کہ اُن سے جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے علوم ظاہر و باطن حاصل کیے اور انفاس العارفین وغیرہ میں اُنکے حالات لکھے ہیں اور بھی فضلاے ملک عرب سے شیخ عبد الغنی نابلسی نے اُسکی شرح لکھی ہے المواہب المترسلۃ شرح التحفۃ المرسلۃ اُسکا نام رکھا ہے اور شرح فارسی تحفۃ المرسلہ کی مؤلفہ شیخ عبد الغفور ابن شیخ عبد الملک مرید و خلیفہ حضرت موصوف کے معروف و مشہور ہیں بلدۂ حیدرآباد دکن میں مطبوع ہوئی ہے اور متن تحفۃ المرسلۃ کو مولوی محمد حسین خان صاحب شاہجہانپوری نے تذکرہ ریاض الفردوس صفحہ ۲۲۳ مطبوعہ مطبع نولکشور میں سالم نقل کیا ہے سوائے اسکے ہدیۃ المرسلہ الی النبی شرح دعاے سیفی بھی حضرت کی تصنیفات سے ہے اور شرح رسالہ لوائح مولانا عبد الرحمن جامی علیہ الرحمۃ اور معراج نامہ اور کتاب الوسیلۃ الی شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم خلاصہ کتاب شفائے قاضی عیاض و شمائل ترمذی وغیرہ کا ہے مشتمل بر ابواب خمسہ خاتمہ اور رسالہ احکام امرد متضمن کراہیت امامت وغیرہ بموجب اقوال ائمہ شریعت و طریقت بکمال تحقیقات یہ سب تصنیفات زبانِ عربی میں تحریر فرمائی ہیں مولف عاصی مطالعہ سے جملہ کتب موصوفہ کے مشرف ہوا ہے طریقہ عالیہ قادریہ و طریقۂ عالیہ چشتیہ و طریقہ عالیہ سہروردیہ وغیرہا میں حضرت ممدوح نے فرامین خلافت حضرت شیخ علی متقی اور حضرت شیخ ابو محمد ابن خضر تمیمی سے حاصل کئے تھے اور طریقۂ چشتیہ نظامیہ وغیرہ میں حضرت شیخ صفی گجراتی سے اجازتِ خلافت پائی تھی حضرت شاہ فضل اللہ کا نسب نامہ یہ ہے خواجہ ملقب نائب رسول اللہ ابن خواجہ فضل اللہ عارف باللہ ابن خواجہ محمد صدر ابن خواجہ حسین جونپوری ابن خواجہ احمد عیسیٰ تاج ابن خواجہ فتح اللہ بداونی ابن خواجہ محمد تاج ابن خواجہ محمد ابن خواجہ حسین ابن خواجہ محمد ابن قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین مودود چشتی ابن خواجہ یوسف ناصر الدین چشتی ابن خواجہ محمد ابن خواجہ سمعان ابن سید ابراہیم ابن سید محمد ابن سید حسین ابن سید عبد اللہ الملقب بہ سید علی اکبر ابن امام حسن عسکری ابن امام علی نقی ابن امام محمد تقی الجواد ابن امام علی موسی الرضا ابن امام موسی کاظم ابن امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر ابن امام زین العابدین ابن حضرت امام حسین ابن حضرت امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین لیکن صاحب سفینۃ الاولیا نے بلا تحقیق نسب

حضرت ممدوح کا صدیقی لکھا ہے بسبب انکی تقلید کے مؤلفین خزینۃ الاصفیا و خورشید جاہی وغیرہ نے بھی ایسا ہی لکھدیا ہی اگر تحقیق کامل سے لکھا ہوتا تو سالم نسب نامہ یا قدرے قلیل اس میں سے بیان کرتے پس درصورتیکہ جملہ اولاد و احفاد حضرت شاہ محمد ابن فضل اللہ کی اتفاق رکھتے ہیں کہ حضرت ممدوح زمرۂ شرفائے سادات حسینی سے ہیں اور اولاد میں حضرت خواجہ مودود چشتی کے ہیں۔ اور خزینۃ الاصفیا وغیرہ میں نسب نامہ حضرت خواجہ مودود چشتی اور حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند کا حضرت امام حسن عسکری کے سلسلہ سے مندرج ہے اگرچہ بقول معتبر حضرت امام حسن عسکری کے فرزند سوائے حضرت محمد ابن حسن کے کہ انکو شیعہ اثنا عشریہ مہدی موعود سمجھتے ہیں کوئی دوسرے فرزند نہ تھے لیکن حضرت جعفر زکی برادر امام حسن عسکری کے کثیر الاولاد تھے اس میں کچھ اختلاف نہیں۔ چنانچہ صدیق حسن خانصاحب نواب بھوپال نے بھی کتاب اتحاف النبلا اور تشریف البشر میں اپنا سلسلہ نسب حضرت جعفر زکی سے منسوب کیا ہے۔ بسبب مفقود ہونے فرزند امام حسن عسکری کے فرزندان جعفر زکی نے اپنی نسبت تبنی ہونے کی طرف امام ممدوح کے مقرر کی ہے۔ دستور ہے کہ اکثر بنی اعمام چچا کو اپنے آبا و اجداد میں شمار کرتے ہیں چنانچہ سورۂ بقرہ میں قول فرزندان حضرت یعقوب علیہ السلام کا منقول ہوا ہے قالوا نعبد الٰهک و الٰه آبائک ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق الٰها واحدا یعنی یعقوب سے کہا کہ ہم عبادت کریں گے تمہارے بعد تمہارے معبود کی اور تمہارے آبا و اجداد کے معبود کی جو کہ حضرت ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق تھے علیہ السلام وحدہ لاشریک لہ اس معبود کی شان ہے اگرچہ اسمٰعیل علیہ السلام چچا یعقوب علیہ السلام کے تھے لیکن انکو بھی آبا و اجداد میں شریک کر دیا۔ اس بنا پر بعضے اہل تفسیر نے بھی لکھا ہے کہ آذر چچا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تھے حضرت کے والد کا نام تارخ تھا چنانچہ سید احمد دحلان مفتی شافعیہ مکہ معظمہ اور سید محمد برزنجی مدنی کے رسائل میں جو ثبوت ایمان ابوطالب میں لکھے گئے ہیں بحوالہ تفسیر کبیر وغیرہ مندرج ہے اور صرف لفظ شیخ محمد ابن فضل اللہ کہنے سے نفی سیادت لازم نہیں ہوتی اسواسطے کہ غوث اعظم حضرت محبوب سبحانی کو شیخ عبدالقادر جیلانی بھی اہل تاریخ نے لکھا ہے باوجودیکہ انکی سیادت اور قطبیت پر تمام اہل سنت و جماعت کا اجماع منعقد ہوا ہے مراد لفظ شیخ سے نزدیک علمائے شریعت و طریقت کے لفظ بزرگ و استاد و مرشد

بر بنہیم تحقیقات حالات انساب میں بزرگوں کے انکی اولاد کا قول بہ نسبت غیر لوگوں کے شرعًا و عرفًا زیادہ معتبر ہوتا ہے چنانچہ ارشاد اکابر کا مشہور و معروف ہے اہل البیت اعرف بالبیت یعنی صاحبان خانہ اپنے گھر کے حال سے بہ نسبت دوسروں کے زیادہ واقف ہوتے ہیں لہذا انکار سیادت پر کوئی دلیل قوی یا ضعیف قائم نہیں ہوسکتی بعضے مورخین کوئی مضمون بلا تحقیق بھی لکھدیتے ہیں۔ چنانچہ خورشید جاہی میں حضرت موصوف کا اسم شریف شیخ فضل اللہ مرقوم ہے حالانکہ شیخ محمد بن فضل اللہ نام مبارک سب مورخین نے لکھا ہے اگر سفینۃ الاولیا میں دیکھکر لکھتے تو نام میں غلطی نہوتی۔ لیکن سفینۃ الاولیا میں کیفیت نسب تحقیق کامل سے تحریر نہوئی جو کچھ مسموع ہوا لکھا گیا۔ چنانچہ داراشکوہ مؤلف سفینۃ الاولیا کا ایسا ہی ایک حال ہدیۂ مہدویہ میں جناب مولوی محمد زمان خان صاحب شہید نے لکھا ہے حکایت دہلی میں ایک درویش وارد ہوئے داراشکوہ نے اپنے باپ شاہجہان بادشاہ کے سامنے انکی نہایت ثناخوانی کی اور خواہاں اس بات کے ہوئے کہ بادشاہ انکے مکان پر چلیں نواب سعد اللہ خان وزیر نے عرض کی کہ بعد تحقیقات کے جانا چاہیے داراشکوہ رنجیدہ ہوئے شاہجہان انکی خاطر سے سوار ہوئے جب بادشاہ مع داراشکوہ و سعد اللہ خان کے فقیر صاحب کی خدمت میں پوہنچے انھوں نے اپنے کمالات اور معلومات ظاہر کرنا شروع کیے اول بولے کہ سکندر ذوالقرنین اچھا شخص تھا کہ مرتے مرتے تمھارے دادا امیر تیمور کو بادشاہی دے گیا شاہجہان متحیر ہوئے کہ یہ کیا گپ ہے کجا سکندر اور کجا امیر تیمور کہ دونوں میں ہزارہا سال کا فاصلہ ہے لیکن عالی حوصلگی سے چپ رہے بعد اسکے فقیر صاحب نے ارشاد فرمایا کہ تمھارے دادا امیر تیمور بھی اچھے آدمی تھے لیکن یہ برا کیا کہ امام حسین کو شہید کروادیا۔ شاہجہان سے یہ سخن سنکر چپ نہ رہا گیا بولے کہ یہ کیا کلام ہے امام حسین کو یزید پلید نے شہید کرایا امیر تیمور بعد صدہا برس کے اس واقعہ سے پیدا ہوئے اور امیر تیمور کو جناب امام میں نہایت اعتقاد اور اخلاص تھا فقیر صاحب نے کہا جہان پناہ آپکو معلوم نہیں ہے یزید کو تیمور نے اشارہ کیا تھا جب اس نے ایسا کام کیا۔ شاہجہاں نے حیران ہوکر نواب سعد اللہ خان کی طرف دیکھا انھوں نے عرض کیا کہ یہ بزرگ قطع نظر کمالات نفسانی سے تاریخ دانی میں بھی لاثانی ہیں آپ یہاں سے تشریف لے چلیئے" انتہی۔ دوسرے دلیل کلام

بے تحقیق ہونے پر دار اشکوہ کے یہ ہے کہ حضرت شاہ محمد ابن فضل اللہ کا عرس غرہ رمضان المبارک کو برہان پور میں ہوتا ہے متواتر اور متوارث تخمیناً تین سو برس سے یہی معمول ہے سفینۃ الاولیا میں تاریخ وفات دوم رمضان بے تحقیق لکھدی ہے اور اگرچہ حال والد ماجد حضرت شاہ محمد ابن فضل اللہ کا کیفیت میں بعیت شیخ ابو محمد خضر کے لکھنے میں آیا ہے۔ لیکن احوال شیخ محمد عیسیٰ تاج جو اُنکے آبا واجداد میں سے تھے شیخ عبد الحق دہلوی نے اخبار الاخیار میں ایسا لکھا ہے "شیخ محمد عیسیٰ از کبار مشایخ جون پور ست واز صادقان راہ خدا ست صاحب مقامات علیہ و احوال سنیہ وہو ممن اتفق علی ولایتہ وعظمتہ وکرامتہ مرید شیخ فتح اللہ اودہی ست والد او شیخ احمد عیسیٰ از اکابر دہلی ست واز فراقے کہ از آمدن امیر تیمور بصوب دہلی افتاد اکثرے از اکابر بجانب جونپور رفتند واو نیز درمیان بود و شیخ محمد عیسیٰ دران زمان ہفت ہشت سالہ بود وہم در صغر سن بمقتضی سعادت ازلی و استعداد جبلی مرید شیخ فتح اللہ شد و باوجود آن باشارت پیر پیش ملک العلما قاضی شہاب الدین تلمذ کرد و شرح اصول بزدوی کہ قاضی را بحث امرداد بتقریب او نوشتہ است و بعد از فراغ از تحصیل علم ظاہر در خدمت شیخ بتصفیہ باطن مشغول شد و شغل باطن بروی بغایت استیلا یافت بحدیکہ میگویند کہ بر در حجرہ او درختی بود و سالہا گذشتہ کہ شیخ ازان خبرے نبود تا روزے برگہائے آن درخت بر جائے نشست او افتادہ بود پرسید کہ این برگہا از کجاست آن زمان معلوم کرد کہ درینجا درختی بودہ است و از بسکہ سر در مراقبہ داشتہ بود استخوان گردن او برآمدہ بود و زنخدان بسینہ رسیدہ روضہ او در جون پور ست انتہیٰ"، اور والد ماجد نے حضرت محمد ابن فضل اللہ کے مولانا شیخ صفی الدین گجراتی سے بعیت کی تھی جیسا کہ شیخ ابو جیو کے حال میں مذکور ہوا لہذا آغاز شباب میں حضرت موصوف نے اول شیخ عمی سے بعیت لی وہ اس وقت بہت معمر تھے بعد رحلت شیخ صفی الدین کے اُنکے فرزند مولانا شیخ محمد ماہ سے شاہ محمد ابن فضل اللہ سے طریقہ چشتیہ نظامیہ میں بعیت کی اور طریقہ موصوفہ کے کل مقامات کی تکمیل حاصل ہوئی شیخ محمد ماہ کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی تھی اُنکا مزار اور اُنکے والد کا مزار دار الحسنات گجرات یعنی احمد آباد میں ہے اُنکے فرزند حضرت شاہ نظام الدین شہر برہان پور میں وارد ہو کر اقامت گزین ہوئے تھے شیخ محمد ماہ نے والد ماجد سے شاہ محمد ابن فضل اللہ کے سنا تھا کہ میرا فرزند قطب وقت ہوگا اسواسطے اُنکو بہت

عزیز رکھتے تھے۔ خزینۃ الاصفیا میں یہ قطعہ متضمن تاریخات وصال حضرت محمد ابن فضل اللہ کے مرقوم ہے

چون محمد ابن فضل اللہ فضل دو جہان	رفت از دنیا بتاریخش بقول اہل راز
عمدۂ فضل ست و شیخ احسن و شیخ فلاح	نیر ہادی زبان افضل بگو با صد نیاز ۱۰۲۹
سال ترحیلش رقم کن زیب دین فضل الہ	باز کن تحریر فضل اللہ ہادی پاکباز ۱۰۲۹

اور آل اور اولاد حضرت خواجہ محمد ابن فضل اللہ کی بلدۂ برہان پور اور ملکاپور صوبۂ برار اور شہر حیدر آباد دکن وغیرہ مقامات میں موجود ہیں اور اُنکے پاس کتب تصانیف حضرت موصوف کی موجود ہیں اکبر اولاد حضرت موصوف کے حضرت خواجہ فضل اللہ علیہ الرحمۃ تھے اُنکے فرزند خواجہ محمد وارث صاحب تھے اُنکے پانچ فرزند تھے اول محمد فضل اللہ صاحب تھے اُنکے فرزند نواب فتح الدولہ کہ اولاد اُنکی حیدر آباد میں موجود ہے دوسرے فرزند محمد قدرت اللہ صاحب تیسرے فرزند شیخ محمد صاحب عرف میان صاحب چوتھے شاہ ولی اللہ خانصاحب پانچویں شاہ علی صاحب اگرچہ سلاطین دہلی نے مصارف درگاہ و جانشین و اعراس وغیرہ کے واسطے بہت معاش جاگیر و یومیہ و اراضی مقرر کی تھی لیکن عملداری مرہٹی میں اکثر ضبط ہوگیا مگر اب بھی زمین اطراف درگاہ قبضہ میں وارثان خواجہ محمد وارث صاحب کے باقی ہے کہ اُسکے محاصل سے ادائے عرس ہوتا ہے اور رقم نقد بابت یومیہ وغیرہ علاقہ خاندیس سے بھی وصول ہوتی ہے۔ نواب فتح الدولہ کے فرزند غلام سرور صاحب المخاطب اکرام جنگ تھے اُنکے دو فرزند تھے ایک ہاشم علیخان بہادر اُنکے خلف الرشید میر رفعت علی صاحب مرحوم تھے اب اُنکی اولاد میر عبد اللہ صاحب و میر احمد اللہ صاحب موجود ہیں اور مولوی میر قمر الدین علی صاحب داروغہ جہان نما مرحوم موصوف کے داماد تھے دوسرے فرزند تہور علیخان بہادر اُنکے فرزند میر عبد الوہاب صاحب اُنکے خلف رشید مولوی میر عبد الصمد صاحب تھے غفر اللہ لہم دوسرے فرزند حضرت شاہ محمد ابن فضل اللہ قدس سرہ کے حضرت خواجہ فضیل علیہ الرحمۃ تھے اُنکی اولاد میں سے جناب خواجہ محمد صاحب قاضی ملکاپور صوبۂ برار اور جناب خواجہ احمد صاحب تھے موضع ہینگنہ پرگنہ ملکاپور جاگیر آلتمغا مطابق فرمان نورالدین جہانگیر بادشاہ ہند کے نسلاً بعد نسلٍ تاحال بحال ہے اُنکی اولاد ملکاپور اور برہان پور میں موجود ہیں جناب خواجہ محمد صاحب مرحوم کے فرزند قاضی بدیع الدین صاحب المخاطب خان بہادر

او نریری مجسٹریٹ اور اکرام الدین صاحب و منیرالدین صاحب ہیں اور فرزندانِ جناب خواجہ احمد صاحب مرحوم بدرالدین صاحب اور امین الدین صاحب اور فخرالدین صاحب اور علیم الدین صاحب اور معزالدین صاحب ہیں اور لوازم عرس حضرت موصوف گنبدِ عالی میں حسب دستور سابق سال بسال بجالاتے ہیں اور حضرت موصوف کے نسب سیادت کی یہ بھی دلیل ہے کہ غیاث اللغات اور چراغ ہدایت میں مندرج ہے خواجہ بمعنی خداوند و در توران القاب سادات" پس بوجہ نسب سیادت کے حضرت خواجہ مودود چشتی اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی وغیرہ لفظ خواجہ سے ملقب ہیں۔ جہانگیر بادشاہ اور شاہجہاں بادشاہ نے فرامین میں جاگیر مذکور کے خواجہ فضیل نام لکھے ہیں لفظ خواجہ سے مضمون سیادت ثابت ہے لیکن دارشکوہ پر کمال تعجب ہے کہ خود جد و پدر کی تحریر پر لحاظ نہ کیا گیا۔ اور حضرت کا لقب نایب رسول اللہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ارشاد الطالبین میں فرمایا ہے "حصول فیض از حق سبحانہ تعالیٰ در حق عوام متصور نیست مگر بتوسط شخصے کہ در باطن مناسبت با خدا و در ظاہر مناسبت با بندگان داشتہ باشد و آن رسول اللہ است یا نائب او و بدونِ نائب مناسبت ظاہری با مستفیضان وصولِ فیض متعذر است پس واسطۂ دیگرے باید نائب پیغمبر و وارثِ او قال علیہ السلام العلماء ورثۃ الانبیاء علماء ظاہر و باطن وارثان پیغمبران اند اکثر اولیاء اللہ اور علمای کاملین کو حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اقدس مدینۂ منورہ سے یا اُنکے مسکن سے دوسرے ملک کو جاکر وہاں کی خلایق کو ہدایت کرنیکے واسطے حالتِ خواب یا مراقبہ میں شرف اصدار پاتا ہے ہرگاہ کہ حضرت شاہ محمد ابن فضل اللہ قدس سرہ مدینہ منورہ میں ہمیشہ رہنے کا ارادہ رکھتے تھے جیسا کہ سفینۃ الاولیاء کی عبارت سے حال محبت و اخلاص معلوم ہوا کہ ہر سال واسطے پونہچنے مدینہ منورہ کے سفر کرتے تھے اور بعد طے ہونے چند منزل کے بموجب اشارہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس آتے تھے یہی دلیل بس ہے کہ اُنکا رہنا برہان پور میں خاص حکم سے حضرت سید العالمین کے تھا اور اُنکو وہاں کے خاص و عام شیخ کہتے تھے بمعنی شیخ و استاد جیسا کہ حضرت غوث اعظم سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کو بعضے مصنفین نے شیخ لکھا ہے اِس سبب سے لوگوں کو عدمِ سیادت کا گمان ہوا حالانکہ حضرت شاہ محمد ابن فضل اللہ قدس سرہ بلا شبہہ ساداتِ

حسینی رضوی سے ہیں پس حسب الحکم اقدس مدینہ طیبہ سے نائب رسول اللہ ملقب ہو کر واسطے ہدایت اِس ملک کے روانہ ہوئے اور شہر برہان پور میں رونق بخش رہے اور ہزاروں لاکھوں خلائق کو گرداب گمراہی سے نکالکر منزل مقصود پر پونہچایا۔

حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ رحمتہ اللہ علیہ

علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ عصر و فرد بے نظیر تھے اُنکے فرزند ارجمند حضرت شاہ شیخ محمد محدث علیہ الرحمۃ اپنی تصانیف عین العرفا و مسیح الاولیا اُنکے القاب لکھتے ہیں۔ علوم تفسیر و حدیث وغیرہ اپنے والد ماجد اور عم بزرگوار جناب مولانا شیخ محمد طاہر پٹنی علیہ الرحمۃ مصنف کتاب مجمع البحار و مغنی و تذکرۃ الموضوعات وغیرہ سے تحصیل کیے تھے۔ اور خرقہ خلافت طریقہ شطاریہ کا عالیجناب حضرت شاہ لشکر محمد عارف باللہ سے اُنکو عنایت ہوا حضرت شاہ عیسیٰ قدس اللہ سرہ کے والد ماجد کا اسم مبارک مولانا شیخ محمد قاسم ہے چنانچہ اُنکی مدح میں کسی شاعر نے کہا ہے ؎ دو عیسیٰ ست فرخندہ در نسل آدم + یکے ابن قاسم دوم ابن مریم + عین المعانی کے دیباچہ میں اپنا نسب الیا تحریر فرماتے ہیں عیسیٰ ابن قاسم بن یوسف بن رکن الدین معروف بن شہاب الدین المعروف الشہابی السہروردی الجنیدی السندی الہندی البراری المعروف بالعشقے الشطاری القادری ملقب بعین العرفا مکنی بابو البرکۃ است،، کتاب موصوف مطبع فیض الکریم حیدرآباد میں طبع ہوئی ہے اکثر خلائق اُنکے علوم ظاہر و باطن سے ہر وقت و بزمان حیات میں اور بعد وفات بھی اُنکے تلامذہ و خلفا و تصانیف سے مستفید اور مستفیض ہوتے رہے۔ منجملہ اُنکی عمدہ تصانیف سے تفسیر عربی قرآن مجید کی مسمی انوار الاسرار حاوی دقائق علوم حقائق تصوف بے مثل و عدیم العدیل ہے اور مجمع البحرین و عین المعانی و شرح اسمائے حسنی اور تصوف میں رسالہ حواس خمسہ وغیرہ بہت کتب اُنکی تصنیفات سے یادگار ہیں مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے رسالہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں اپنا شجرہ سلسلہ طریقہ شطاریہ بذریعہ حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ کے چند واسطوں سے لکھا ہے صاحب خزینۃ الاصفیا احوال میں مولانا شیخ احمد شوربابی چشتی کے تذکرہ حضرت ممدوح کا لکھتے ہیں شب و روز درس فرمائے علوم شریعت و تربیت و

رہنمائے سالکانِ طریقت در ریاضت و مجاہدہ نفس و وظائف و عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ صاحب کرامات و مصدرِ خوارقِ عادات و جامع کمالات و مظہرِ نیک صفات تھے اور جند اللہ لقب مقرر ہونا مناسبت نام پیر روشن ضمیر کے ہے یعنی جند بھی بمعنی لشکر کے ہے بتاریخ چودھویں شوال ۱۱۳۱ھ ایکہزار ایکسو اکتیس ہجری میں وصال محبوب حقیقی سے مشرف ہوئے۔ زبدۃ المقامات میں بھی یہی سال وصال لکھا ہے محلہ سندھی پورہ بلدۂ برہان پور میں گنبد مرقد مبارک مقام حصول انوار و برکات و زیارت گاہ خلائق ہے۔ تاریخ خورشید جاہی میں بھی مختصر حال حضرت موصوف کا مندرج ہے اور حضرت شیخ محمد طاہر کی شہادت کا حال ہاتھ سے فرقۂ مہدویہ کے شیخ عبدالحق دہلوی نے اخبار الاخیار میں تفصیل بیان فرمایا ہے

حضرت شاہ عبدالستار علیہ الرحمۃ

فرزند بزرگ اور جانشین و صاحب سجادہ حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ قدس اللہ سرہ العزیز کے تھے خواجہ محمد ہاشم نے زبدۃ المقامات میں بضمن احوال جناب حضرت شاہ عبدالاحد قدس اللہ سرہ العزیز کے لکھا ہے دو شیخ عبدالستار کہ صاحب سجادہ است جوان و قابل و فاضل و صاحبدل گفت والد و شیخ مادر اوا خر عمر میگفت چنان معلوم باشد کہ خلاصہ نسبت ہائے مشائخ طرق نسبت نقشبندیہ است و الحال خود را بران نسبت میداریم" انتہی۔ بالفعل صاحب سجادہ مرری سید عزیز الدین صاحب نواسے مولوی سید محمد مظہر صاحب مرحوم کے بلدۂ حیدر آباد میں سکونت پذیر ہیں علوم ظاہری و باطنی سے حظ وافر رکھتے ہیں موضع جاگیر تعلقہ کھنڈوہ ضلع نماڑ سے واسطے اخراجات عرس وغیرہ کے حسب فرمان شاہان دہلی کے مقرر ہے لیکن اب قبضۂ سرکار انگریزی میں ہے رقم مقرری سالانہ بتخفیف وصول ہوتی ہے۔

حضرت شاہ فتح محمد محدث علیہ الرحمۃ

کنیت ابوالمجد نام عبدالرحمن ہے لیکن لقب موصوف سے مشہور ہیں فرزند ارجمند و خلیفہ خاص جناب حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اوقات عزیز ہمیشہ ہدایت و تدریس میں طالبان علوم دین کے اور تربیت و رہبری سالکانِ طریقت کے مصروف رکھتے تھے اور عبادت الٰہی اور ورد وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ واسطے رہنمائی اہل اسلام کے بہت کتب مفیدہ تصنیف فرماتے تھے از انجملہ مفتاح الصلوٰۃ و فتوح الغائد و فتوح الاوراد و فتح المذاہب الاربعہ عربی علم فقہ میں اور

فتح الطریقہ سلوک میں اور رسالہ تحقیق نسب سیادت حضرت غوث الثقلین محی الدین سید عبد القادر
جیلانی اور رسالہ ثبوت قول قدمی علی رقبۃ کل ولی اللہ بالہام اللہ اور رسالہ تحقیق وحدۃ الوجود وغیرہ
مشہور ہیں کتاب فتوح الاوراد ۱۰۵۷ھ ایکہزار ستاون ہجری میں اور فتوح العقائد سنہ ۱۰۶۰ ایکہزار ساٹھ
ہجری میں تصنیف ہوئی ہیں کہ خاص و عام ان کتابوں سے فیضیاب ہیں واسطے زیارات حرمین
شریفین کے برہان پور سے روانہ ہوئے بعد ادائے حج و زیارات کے مدینۂ منورہ میں رہے اور
وہان عازم خلد بریں ہوئے اور حصول سعادت دفن جنت البقیع سے مشرف ہوئے تاریخ خورشید جہاں
میں بھی مختصر حال حضرت موصوف کا مذکور ہے انکے فرزند ارجمند مسمی نور الدین ابو الفضل محمد رحیم غلام

حضرت شیخ شہاب الدین علیہ الرحمۃ

نبیرہ حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ علیہ الرحمۃ عالم و فاضل عابد و زاہد و متوکل تھے ایک رسالہ فارسی علم
عقائد میں موافق فتوح العقائد کے انکی تصانیف سے دیکھنے میں آیا ہے مقبرہ انکا قریب درگاہ حضرت
شاہ عیسیٰ جند اللہ کے زیارت گاہ خلائق ہے

حضرت شیخ عبد اللطیف قدس اللہ سرہ

احکام شریعت پر استقامت رکھتے اور امر معروف و نہی منکر بھی وعظ و تشنیع زیادہ کرتے تھے اور زر
قلیل وجہ حلال سے جو حاصل ہوتی تھی اس میں تجارت کرکے اپنے اخراجات ضروری میں صرف کرتے
سوائے زوجۂ محترمہ کے محل میں کوئی خادمہ نہ رکھتے اکثر خلوت نشین رہتے کسی سے تحفہ اور نذرانہ
لیتے خاص خادموں سے طریقہ پیری اور مریدی کا نہ رکھتے فقط یار دوست انکو کہتے تاریخ مراۃ العالم
میں بختاور خان عالمگیر شاہی نے پیرایش سوم آرایش ہفتم میں انکا حال لکھا ہے اور یہ بھی اس میں
مرقوم ہے کہ عالمگیر بادشاہ بارہا مکان پر شیخ موصوف کے حاضر ہوتے اور فیض باطن حاصل کرتے
تھے اور کبھی شیخ موصوف بھی نزدیک بادشاہ کے واسطے اجرائے امور دین کے آیا کرتے تھے نصائح
اور اشعار جو بادشاہ نے شیخ موصوف سے سنے ہیں خوب یاد رکھے ہیں سنہ ۱۰۶۰ ایکہزار ساٹھ ہجری میں
دار الفنا سے رخصت ہوئے حسب وصیت شیخ موصوف کے دروازہ احاطہ مقبرہ کا بند کیا گیا اسواسطے
کہ قبر کے پاس آمد و رفت رہنے سے بعضے لوگ قبر پرست ہو جاتے ہیں تاریخ وفات یہ ہے آہ زان شیخ کامل

میرزا خان نبیرہ خانخانان اُنکے معتقدوں سے تھے اور شیخ عبد العزیز خان جانشین شیخ موصوف کے ہوئے صاحب خزینۃ الاصفیا احوال میں شیخ احمد ستوریانی چشتی کے شیخ موصوف کا تذکرہ قدرے لکھتے ہیں اور خورشید جاہی میں شیخ ممدوح کا سال وفات ایکہزار سات مندرج ہے لیکن یہ سہو کاتب ہے تائے مثناۃ فوقانی نہیں بلکہ تائے ہندی ہے مطابق تاریخ مرآۃ العالم یکہزار و شصت چاہیے بیشک در زمانہ عالمگیر بادشاہ کا ہے مگر مادۂ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ پنج یا شش سہو کاتب سے فرو گزاشت ہو گیا اگر لفظ ازان مع الف ہے تو لفظ شش متروک ہوا اور اگر بغیر الف ہے تو لفظ پنج سہواً نہ لکھا گیا۔ لیکن مرآۃ العالم میں بغیر الف مرقوم ہے تاریخ خافی خانی میں بھی احوال حضرت کا بتفصیل لکھا ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ عالمگیر بادشاہ کمال ارادت و حسن عقیدت خدمت میں حضرت موصوف کے رکھتے تھے کوئی ہفتہ خالی نہ ہوتا کہ بادشاہ رقعات بدستخط خاص اُنکے پاس نہ بھیجتے اور رقعات عالمگیری میں مندرج ہے رقعۂ فرزند عالیجاہ یاد داریم کہ روزے بخدمت میاں عبد اللطیف قدس سرہ الشریف رفتہ بودیم در اثنائے راہ کلام گفتیم کہ اگر اجازت باشد چند دیہہ از مضافات کہرگون برائے مصارف خانقاہ مقرر کردہ شود این دو مصرع بر زبان صدق ترجمان راندند بیت شاہ ما را دہ دہ منت نہد ٭ رازق ما رزق بے منت دہد ٭ گفتیم چنین ست از القدیم خدمت فقرا و اہل اللہ برائے خیر و برکت دنیوی و عاقبت خود و حصول دعائے مزید نعمت و دولت ست نہ برائے آن منت گفتند اگر فی الحقیقت از تضمیم ارادہ باطن نیت خیر است نصف غلات از حصۂ رعایا بگیرند بلکہ مظلومان محنت کش را زیادہ ازان بگزارند و اوراد و وظیفہ برائے گوشہ نشینان متوکل کہ زبانِ سوال بستہ در بیابان ہا و زوایائے ویران مسکن دارند مقرر سازند و بداد مظلومان نوعی برسند کہ حق کسی تلف نشود و دست اقویا از حالِ ضعفا کوتاہ باشد افزونی دولت و نعمت مشاہدہ نمایند، کہرگون بفتح کاف عربی و ہائی مختفی و رائے مہملہ و گاف فارسی ایک قصبہ کا نام ہے متعلقہ ضلع نمار کے قریب ہے اور رقعہ ۱۷۹ میں مرقوم ہے کلمۂ غریب از زبان میاں عبد اللطیف قدس سرہ الشریف یاد داریم کہ خدا ناترس را در خراج راہ دادن و ذی حق را از در راندن بدترین گناہ است ٭

حضرت شاہ یتیم صاحب عرف شاہ پیم صاحب

درویش قلندر مشرب تھے قریب خانقاہ شاہ عبد اللطیف صاحب کے اُنکا تکیہ اور مسکن تھا وہاں

حقہ کش اور بنگ نوش لوگ جمع ہوتے تھے اس سبب سے شاہ عبد اللطیف صاحب ناراض رہتے عالمگیر بادشاہ بحافظ شریعت بہت رکھتے تھے ایکبار اُنکے تکیے میں آئے اور جس ظرف پر کہ گمان بنگ کا تھا اُس میں سے پانی لانے کا حکم کیا جب روبرو آیا تو شیر خالص دیکھا عالمگیر بادشاہ نے عذر کیا اور بار دیگر اُنکے حال کے متعرض نہوئے تاریخ خورشید جاہی میں ایسا ہی مذکور ہے اور اہل برہان پور میں بھی مذکور ہے لیکن مولف خورشید جاہی اکثر بلا سند بغیر حوالہ کتاب لکھتے ہیں واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

حضرت شاہ برہان الدین راز الٰہی قدس اللہ سرہ العزیز

خلیفہ خاص جناب حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ قدس اللہ سرہ العزیز کے تھے ہمیشہ متوکل اور تارک دنیا رہتے اور ہدایت خلایق و تربیت سالکان راہ حق میں مشغول رہتے اکثر عالمگیر بادشاہ خدمت بابرکت میں حضرت ممدوح کی زمانِ شاہزادگی میں حاضر ہوتے تھے اور واسطے حصول سلطنت کے دعا کی بھی درخواست کرتے تھے آخرش ایک شب میں حسب الارشاد حضرت ممدوح کے روبرو بعد ادای نماز کے عالمگیر بادشاہ نے واسطے میسر ہونے سلطنت ملک ہند کے درگاہ کبریائے الٰہی میں دعا کی اور حضرت ممدوح نے آمین کہی اور بشارت جلوس تخت سلطنت سے بعدل و انصاف اُنکو خوشنود فرمایا چنانچہ تاریخ خافی خانی وغیرہ میں یہ مضمون تفصیل مندرج ہے برکت سے دعاے حضرت موصوف کی اللہ تعالیٰ نے شاہ عالمگیر کو تاج سلطنت سے سرفراز فرمایا۔ اور حضرت موصوف تحفے اور نذریں لوگوں کی قبول نفرماتے تھے کبھی انکی سلطنت قناعت میں خلل نہ آتا تھا تاریخ مرآۃ العالم میں مذکور ہے کہ نواب عاقل خان رازی حضرت ممدوح کے مرید ہوئے تھے اور ملفوظات خاص مرتب کرکے ثمرات الحیات نام رکھا ہے حضرت موصوف بتاریخ ہندرہویں شعبان ۱۰۸۳ھ ایکہزار تراسی ہجری واصل ذات پاک خالق بے نیاز ہوئے عمر شریف اسی سال سے زیادہ تھی مزار پرانوار سندہی پورہ میں اندر شہر برہان پور کے زیارت گاہ خلایق و مخزن برکات بے نہایت ہے خورشید جاہی میں مرقوم ہے کہ اورنگ زیب بادشاہ سے حضرت نے فرمایا کہ ایک نصیحت میں کرتا ہوں گوش جان سے سننا چاہیے کہ بعد میرے کچھ وظیفہ میری اولاد کے لیے مقرر نکرنا انتہی۔ لیکن بسند اور حوالہ خورشید جاہی

میں مندرج نہیں ہے۔ راقم آثم گزارش کرتا ہے کہ ثمرات الحیات قلمی اور مطبوع بھی دیکھنے میں آئی ہے
بہت عمدہ کتاب ہے اور ایک بزرگ نے خادموں سے حضرت ممدوح کے چند ملفوظات حضرت کے
جمع کرکے روائح الانفاس نام رکھا ہے بجائے فصل و باب کے ہر ملفوظ کو رائحہ لکھتے ہیں راقم احقر
اُسکے مطالعہ سے بھی مشرف ہوا ہے شاید وہ کتاب دوچند ثمرات الحیات۔ سے تخمیناً زائد ہے اور
تصنیفات خاص سے حضرت موصوف کی شرح اسمائے حسنیٰ اور شرح اٰمنت باللہ بھی عاصی عاجز کے مطالعہ
میں آئی ہے دُر بنولا صاحب سجادہ حضرت موصوف کے سید نور البرہان عرف بنّے صاحب اور اسلاف
بزرگانہ سے موصوف تھے آنکے دو فرزند میر عابد علی صاحب و میر جنید علی صاحب اہل علم ذی اخلاق
ہیں ایکروپیہ یومیہ بموجب سند جناب نواب غفران مآب میر نظام علیخان بہادر کے تعلقہ ملکاپور صوبہ
برار سے واسطے اخراجات عرس وغیرہ کے مقرر ہے تاریخ خافی خانی میں مندرج ہے حضرت شیخ برہان
قدس اللہ سرہ از مریدانِ خاص حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ طاب مثواہ کہ از مشاہیر برہان پور بودند مدت
در خدمتِ ایشان با ارادتِ تمام بسر بردہ کلوخ استنجا برائے ایشان می آوردند و تا مقدور در مجلس
سرود و سماع حاضر می بودند و تغیر تمام در حال ایشان بہم می رسید تا آنکہ از مشاہیر بزرگان دین گردیدہ
آنچہ از حسن صفاتِ آن برگزیدۂ حق نویسد کم است با کافۂ انام خاص و عام چنان سلوک و مشربیت را
کار میفرمودند کہ از قومِ ہمہ ملل ارادتِ تمام در خدمتِ ایشان داشتند و از خرق عادت شان چندان
مشاہدہ نمودہ بودند کہ زبان زدِ خاص و عام گردیدہ بودند در ایامیکہ حضرت خلد مکان بقصد مقابلہ دارا شکوہ
میرفتند خواستند کہ بدیدن ایشان بروند چون با سلاطین ملاقات نمودن خلاف مرضی ایشان میدانستند
بادشاہ بدون اطلاع شیخ وقت شب میانِ جمع کثیر مردم دیگر بتغیر وضع رفتہ نشستند شیخ آدم تا زد دیدہ
بہم پرسیدند گفتند اورنگ زیب،، دیگر شیخ ہیچ نفرمودند و تبرک ہم عطا نمودند و روز دوم کہ باز بخدمت
شیخ رفتند شیخ برہان فرمودند اگر این مکان ایشان را خوش آمدہ ما را الفرمایند کہ برائے فقرا تکیہ دیگر
اختیار نمائیم بعدہ عالمگیر ہما الو نام کہ در خدمتِ شیخ شب و روز برائے آب وضو حاضر میبود و خاطرِ او را
بسیار میخواستند رجوع آوردہ باستصواب شیخ نظام ماذون باین شرط گردیدند کہ وقت برامدن برائی نماز
بدر خانقاہ حاضر شوند چنان استادہ فاتحہ رخصت حاصل نمایند بعدہ حضرت خلد مکان شیخ نظام و

شیخ میر میران را ہمراہ گرفتہ وقت برآمدن شیخ برائے نماز حاضر شدند شیخ ہمانجا ایستادہ از بادشاہ احوال پرسی نمودند حضرت خلد مکان شروع شکوہ و عدم احتیاط مقدمات شرعی ازدارا شکوہ و ارادتِ خود در ادائے احکام دین نبوی و رعیت پروری نمودہ درخواست فاتحہ و امداد توجہ باطنی نمودند آذ زبانِ حق بیان شیخ برآمد کہ از فاتحۂ ما فقیران کم اعتبار چہ میشود شما کہ بادشاہ اید بہ نیت خیر و عدالت و رعیت پروری فاتحہ بخوانید ما ہم دست بفاتحہ بر میداریم شیخ نظام آہستہ گفت کہ بادشاہی مبارکباد۔ و آلد محرر اوراق کہ بتجویز منصب شاہ عالم بارادۂ حضور برائے رخصت و التماس فاتحہ بخدمت شیخ رفتہ عرض مطلب و التماسِ فاتحہ نمود۔ فرمودند در رفتن اختیار دارید اما قبل از رسیدنِ حضور کامیاب مطلب خواہید گردید و چنان بظہور آمد چرا کہ ابتدائی بعد عرض مطلب درجہ پذیرائی نیافتہ بود کہ باعث روانہ شدنِ والد ہمان بود آما زین العابدین خان بانی خجستہ بنیاد اورنگ آباد کہ خالوئے والد میشد درین مادہ بمصطفےٰ خان نوشتہ بود بعدہ کہ بدست آن بادگر بعرض رسید غائبانہ درجہ پذیرائی یافتہ بود جمعی از مریدانِ خاص شیخ کہ شب و روز در خانقاہ حاضر میبودند از کمالِ عقیدت فنا فی الشیخ گشتہ در عالمِ بیخودی سکر شیخ را بخدا منسوب و مخاطب ساختند شیخ ہرچند بہ نصیحت و توبہ نمودن ازین کلمات پرداختند فائدہ نداد آخر شیخ چندے را مقید ساختہ در خانقاہِ خود نگاہداشتہ بمرور ایام ازان اعتقاد فاسد باز آوردہ توبہ دادہ بحال آوردند اما جمعی از مریدان کہ اصلاح پذیر نبودند نزد قاضی فرستادہ پیغام نمودند کہ تا مقدور در بحال آمدن آن جماعت کوشند و الا احکام شرع بر آنہا جاری سازند چنانچہ قاضی چند روز آنہا را محبوس ساختہ در توبہ دادنِ آنہا سعی نمودہ فائدہ نہ بخشید تا آنکہ بر قتلِ آنہا حکم فرمود دیگر از صفاتِ آن و صل باللہ آنچہ بزبانِ قلم تحصیل حاصل ہست در سنہ بست و دو جلوس خلد مکان آن برگزیدہ حق لبیک حق را اجابت نمودند محرر اوراق ہم از جملہ چندین ہزار آدم در پائے جنازہ میرفت ہرچند کہ بدیدن تامل نظر می انداخت اصلا مرئی نمیشد کہ جنازہ بر سر انگشتان

مردم میرود یا بر ہوا میرود

حضرت سید شیر محمد قادری علیہ الرحمۃ

متقی اور عابد و زاہد تھے صاحب مرآۃ العالم کا بیان یہ ہے کہ طریقۂ قادریہ کے سلسلے میں مرید تھے عالمگیر بادشاہ زمانِ شاہزادگی سے راہ و رسم ملاقات اُن سے رکھتے تھے سید موصوف کی ملاقات بادشاہ سے

خلوت میں ہوتی تھی اور بعضے سفر میں بھی بادشاہ کے رفیق رہتے تھے۔ سید موصوف نے اخیر عمر برہان پور میں سکونت اختیار کی اور بفراغ خاطر بادشاہ کے واسطے دعائے خیر کرتے رہے خورشید جاہی میں ۱۰۸۲ء ایکھزار بیاسی ہجری اُنکی تاریخ وفات لکھی ہے۔

حضرت پاک لطیف شاہ قدس سرہ

اکابر خلفا سے حضرت شاہ برہان الدین راز الہی کے تھے ہمیشہ عبادت الٰہی میں مع ریاضت مشغول رہتے اور خلق اللہ کی ہدایت اور فیض رسانی میں اوقات عزیز صرف کرتے تھے قریب شہر برہان پور کے اُنکا مزار ہے اور اُنکے احاطے کے نزدیک نو شہیدوں کی بھی قبور ہیں رحمہم اللہ

حضرت شاہ نور رمز الہی قدس سرہ

منجملہ خلفائے حضرت شاہ برہان الدین راز الہی تھے جذبہ اور سکر کا حال اُنپر غالب ہوا مرشد کامل سے مقام منصور حلاج کی درخواست کی کہتے ہیں کہ بطور اذان کے برہان اللہ اکبر مسجد میں کہا اگرچہ ظاہر اکفر صریح نہیں ہے معنے لفظی اضافت سے صحیح ہوتے ہیں کہ دلیل اللہ تعالیٰ کی بزرگی ہی جیسا کہ اکیسویں سیپارہ میں ولذکر اللہ اکبر ارشاد ہوا ہے لیکن علما نے اُنکی مراد کو نام اپنے مرشد کا کسی قرینہ یا بیان سے شاید یقین کرلیا اور سنہ اپنے قتل مقرر کردی گنبد مرقد اُنکا محلہ انوارہ اندرون شہر برہان پور قریب ڈیوڑھی نواب ابوالخیر خان کے واقع ہے

حضرت میر محمد نعمان قدس اللہ سرہ

عمدہ خلفائے جناب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس اللہ سرہ العزیز ہیں میر محمد نعمان کے والد جناب شمس الدین یحییٰ معروف میر بزرگ مشاہیر بزرگان بدخشان و ماوراء النہر کے ساکن بلدہ کشم تھے کشم ایک شہر علاقہ بدخشان کا ہے والد ماجد میر محمد نعمان کے حسب طلب محمد حکیم مرزا شہزادۂ کابل کے کابل میں رونق افزا ہوئے اور ۹۹۴ھ نوسو چورانوے ہجری میں داخل خلد بریں ہوئے ولادت میر محمد نعمان کی بمقام سمرقند ۹۷۷ھ نوسو ستتر ہجری میں واقع ہوئی اُنکے والد نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان ابن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تھا کہ فرماتے ہیں کہ اب فرزند سعادتمند جو پیدا ہوتا ہے اُسکا نام ہمارا نام مقرر کرنا آغاز شباب میں شہر بلخ بھی جائے قیام حضرت میر محمد نعمان کا

رہا تھا بعدہ ہندوستان میں پوہنچے اور جناب حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت
والا میں سعادتِ دارین حاصل کی اور ارشاد طریقۂ ذکر و مراقبہ نقشبندیہ سے مشرف ہوئے اخیر عمر شریف
میں حضرت خواجہ اپنے مریدوں کو واسطے تعلیم مراتب سلوک کے حضرت مجدد کے تفویض فرماتے
تھے اور یہ بھی فرماتے کہ روبرو اُنکے ہماری تعظیم نہ کرو۔ میر محمد نعمان فرماتے ہیں کہ جیسا سب کو ارشاد
ہوا تھا مجکو بھی حضرت خواجہ کا یہی ارشاد ہوا کہ اُنکی خدمت کو اپنی سعادت سمجھنا میں نے کچھ تعمیل
میں تامل کیا حضرت خواجہ نے از روئے غضب فرمایا کہ میاں شیخ احمد ایک آفتاب ہیں کہ مانند ہمارے
ہزاروں ستارے اُنکی روشنی میں گم ہیں زمانِ سلف میں بھی اولیاے کاملین مانند اُنکے کم ہوئے
ہیں پس حسب الحکم میں بکمال اعتقاد حضرت مجدد کی خدمت سے مشرف ہوا بعد انتقال حضرت خواجہ کے
شہر سہرند میں میر محمد نعمان حاضر ہوئے اور سالہا سایۂ تربیت او نظر عنایت میں حضرت مجدد کے رہکر
فیوضات و کمالات باطنی کا خزانہ عظیم اور جواہر بے بہا حاصل کیے اور واسطے ہدایت طالبانِ حق
کے حضرت مجدد نے میر محمد نعمان کو طرف شہر برہان پور کے روانہ فرمایا اُس وقت حضرت شاہ محمد ابن فضل اللہ
و حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ قدس سرہما بقید حیات تھے بعد انتقال اُن دونوں حضرات کے تمام خاص و
عام صغیر و کبیر شہر برہان پور کے معتقد اور مرید و خادم حضرت میر محمد نعمان کے ہوئے حضرت مجدد
نے اُنکو عنایت نامہ تحریر فرمایا کہ یہ قبول و اعتقاد خلائق اُس واقعۂ خاص کا ظہور ہے کہ جو تم نے خواب
میں دیکھا تھا یعنی میر محمد نعمان نے مسجد جامع برہان پور میں جناب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و
آلہ و اصحابہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضرات خلفاے راشدین بھی وہاں موجود ہیں حضرت سید العالمین
نے حضرت صدیق اکبر کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ جو کوئی شیخ احمد کا مقبول ہے وہ ہمارا مقبول ہے
اور جو کہ شیخ احمد کے نزدیک مردود ہے ہماری جناب سے بھی اور اللہ سبحانہ کی درگاہ سے بھی مردود ہے
زبدۃ المقامات میں خواجہ محمد ہاشم علیہ الرحمۃ نے اُنکا حال بتفصیل لکھا ہے

حضرت خواجہ محمد ہاشم صاحب قدس سرہ

مزار کامل الانوار اُنکا قریب عیدگاہ شہر برہان پور کے فیض بخش زایرین ہے کتاب زبدۃ المقامات
کہ برکات احمدیہ بھی اُسکا نام ہے احوال میں اپنے مرشد کامل مکمل جناب حضرتِ امام ربانی مجدد الف ثانی

شیخ احمد فاروقی سرہندی کے تصنیف کی ہے اُس میں لکھا ہے کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صاحبدل مجکو ایک بزرگ کی خدمت میں لے گئے ہیں اُن بزرگ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور سورہ نصر یعنی اذا جاء نصر اللہ پڑھنے کا حکم کیا مَیں نے وہ سورہ سالم حالتِ وجد میں روتے ہوئے پڑھی استغفار اور توبہ کا مضمون اس میں اشارہ سمجھکر واسطے حاصل کرنے خدمت مرشد طریقہ نقشبندیہ کے روانہ ہوکر ایک مہینے میں برہان پور پہنچا اور حضرت میر محمد نعمان خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی کی خدمتِ والا میں پونہچا حضرت میر محمد نعمان نے طریقۂ ذکر و مراقبہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کا تعلیم کیا اور ۱۰۳۱ھ ایکہزار اکتیس ہجری میں حسب الامر میں نے سفر اختیار کیا اور خدمت فیض موہبت سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے مشرف ہو سعادت دارین حاصل کی اور حسب الارشاد صاحبزادگانِ عالیقدر کے زبدۃ المقامات تالیف ہوئی حضرت شاہ محمد ابن فضل اللہ قدس اللہ سرہ نے ایک شخص سے استفسار فرمایا کہ سرہند میں حضرت مجدد سے ملاقات کی ہے کیا حال دیکھا ہے اُس نے عرض کی کہ اُنکے باطن کے حال کی مجکو کیا خبر لیکن بظاہر رعایت آداب سنت میں ایسا کوئی بزرگ نہیں حضرت شاہ نے بہت خوش ہوکر فرمایا جب ایسا حال ہے تو جو کچھ یہ بزرگ اسرار حقیقت بیان کرتے ہیں سب صحیح ہیں اتباع سنت راستی کا نشان ہے حضرت شاہ محمد ابن فضل اللہ قدس سرہ بہت اخلاص و محبت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے رکھتے تھے اور یہ مضمون بارہا مجھسے بھی فرماتے تھے اور جبکہ جہانگیر بادشاہ نے حضرت مجدد کو حراست میں رکھا تھا شاہ محمد ابن فضل اللہ مجھے فرماتے تھے کہ اُنکی مخلصی کیواسطے بعد ہر نماز کے ہم دعا کرتے ہیں ایک شخص سرہند سے آیا تھا حضرت شاہ محمد ابن فضل اللہ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کی درخواست کی حضرت نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ تمھارے شہر میں حضرت مجدد موجود ہیں اور تم دوسری جائے مرید ہوتے ہو خواجہ محمد ہاشم نے تیسری جلد مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی جمع کی ہے لیکن نام اپنا دیباچہ میں ظاہر نہ کیا فقط یہی لکھتے ہیں کہ آخر مکتوب اول میں اس جلد سوم کے نام حضرت مجدد کی قلم شریف سے مرقوم ہوا ہے اور لفظ خاک نشین سے تاریخ حصول سعادت حضوری خدمت حضرت مجدد کی روشن ہے تاریخ مرآۃ العالم کے اخیر تذکرہ شعرا میں مندرج ہے کہ میر ہاشم زمرۂ سادات صحیح النسب سے ہیں سابقہ فرزندی میر نعمان اکبر آبادی قدس سرہ کے ساتھ رکھتے تھے برہان پور میں گوشہ نشینی اختیار کی

صاحب توکل وفضل وکمال ہیں ایک روز شکار گاہ میں موضع گڑہارہ کے گئے تھے کہ برہان پور کے قریب مقام دلکشا جائے سیر وفرحت بخش ہے آبشار آب رواں وہاں بمقدار ایکسو گز طول وعرض کے بکمال لطافت وصفا ایک دیوار بلند سے حوض عظیم میں ایک چھوٹی ندی کا پانی گرتا ہے لطف اسکا دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے قدرتِ الٰہی نظر آتی ہے بوقت ملاحظہ اس مقام کے یہ چند گوہر ہائے آبدار دریائے طبع گہر بار سے خواجہ محمد ہاشم کی کنار میدانِ سخن رانی میں انوار بخش ہوئے۔

اے آبشار نوحہ گراز بہر چیستی	چین بر جبین فگندہ زاندوہ کیستی
آخر چہ درد بود کہ چون من تمام شب	سر را بسنگ میزدی ومیگریستی

آبشار بگسر آب کہ از بالاے پہنائی بزیر ریزد ۱۲ غیاث اللغات مؤلف کمترین کہتا ہے کہ لوگ اس آبشار کو چادر ندی کی کہتے ہیں خصوصاً شب مہتاب میں لطف اس کا صد چند زیادہ ہوتا ہے اور روشنی چراغان طاقچوں میں اس دیوار کے دوبالا رونق تماشائے عجائبات روزگار کی زیادہ کرتی ہے۔ اگرچہ اُمراوسلاطین کی شکار گاہ دلفریب ہے لیکن ہر شخص ادنی واعلی بھی اسکے نظارہ سے محظوظ ہوتا ہے بلکہ محو تماشا وغریق بحر تحیر ہوجاتا ہے۔

حضرت شیخ ابوالمظفر صوفی برہانپوری قدس سرہ

خلیفہ حضرت شاہ عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم خلفِ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے حسب الحکم اپنے مرشد کامل کے واسطے ہدایت خلایق برہان پور وغیرہ کے رونق افزا ہوئے۔ بہت لوگوں نے اُن سے فیض حاصل کیا۔ مزار شیخ موصوف کا برہان پور کی عیدگاہ کے قریب زیارت گاہ خلایق ہے حضرت شیخ ابوالمظفر کے خلیفہ عالی مراتب حضرت مولنا سید شاہ عنایت اللہ صاحب قدس سرہ رونق بخش بالاپور واسطے ارشاد وہدایت اہل اسلام ملک برار مغربی کے مامور ہوئے اور ۱۱۱۷ھ گیارہ سو سترہ ہجری میں فردوس بریں کو پہنچے میر غلام علی آزاد نے تاریخ وفات اُنکی لکھی ہے مصرع قطب اقطاب رفتہ زین عالم،، اُنکے فرزند وخلیفہ حضرت مولنا سید منیب اللہ صاحب تھے بالاپور میں بتاریخ ۲۷ ذیقعد سنہ ۱۱۶۱ گیارہ سو اکسٹھ ہجری واصلِ رحمتِ حق ہوئے متوجہ بہشت تاریخ وفات آزاد صاحب کی تحریر ہے اُنکے فرزند حضرت مولانا سید قمر الدین صاحب شہر اورنگ آباد میں رونق افزا رہے اُنکی وفات بھی

وہاں ہوئی اُنکی تصنیفات نور الکریمتین ومظہر النور وغیرہ مشہور ہیں آزاد صاحب نے سبحۃ المرجان اور خزانہ عامرہ میں اُنکے حالات لکھے ہیں اور الفاظ تاریخ وفات (موت العلماء ثلمۃ ۱۱۹۹) باقتباس حدیث شریف لکھے ہیں، شہر حیدرآباد میں جناب مولوی نور المقتدیٰ صاحب نبیرہ اُنکے تھے اور نواب قادر الملک بہادر وغیرہ بھی مولنا ممدوح کے اولاد سے ہیں اور بالاپور میں حضرت شاہ عنایت اللہ صاحب کی اولاد سے صاحب سجادہ وجانشین حضرت مولانا مولوی سید محمد معصوم قدس سرہ ہیں اور بتاریخ ۱۹ ربیع الآخر ۱۲۹۷ھ بارہ سو ستانوے ہجری واصلِ رحمتِ حق ہوئے سید امجد حسین صاحب خطیب ایلچپور نے یہ مصرع تاریخ وفات مولوی صاحب کا فرمایا ہے ع "عارف ہند آفتاب برار"

حضرت شاہ محمد وارث قدس اللہ سرہ العزیز

اگرچہ تذکرہ اُنکا ضمن میں احوال شریف حضرت شاہ محمد ابن فضل اللہ قدس اللہ سرہما کے مندرج ہوا ہے لہذا یہاں محض نقل عبارت پر تاریخ خافی خانی کے منجملہ وقایع زمانہ عالمگیر بادشاہ اکتفا کیا جاتا ہے حقایق ومعارف آگاہ شیخ محمد وارث مجموعہ فضائل وکمالات صوری ومعنوی بودہ در عالم انزوا بکسب ریاضت کوشیدہ منظور دیگر نظر یافتہ ہائے الہی گردیدہ بودند چندان خرق عادات ازان پیرو راہ دین بظہور می آمد کہ مردم ایشان را العلم دعوت زبان زد ساختہ بودند ومکرر بادشاہ بدیدن ایشان تشریف آوردند ودر برآوردن کار خلق سعی وافر از ایشان بعمل می آمد

ملا محب علی سندھی قدس سرہ

جامع منقول ومعقول تھے کیفیت آپکی کتاب شاہجہان نامہ موسوم بادشاہ نامہ مولفہ شیخ عبدالحمید لاہوری میں منجملہ حالات دورہ اول یعنی عشرہ نخستین سنینِ سلطنت شاہجہان بادشاہ کے مندرج ہے کہ ملا محب علی اہل اسلام کی حاجت روائی میں بہت سعی کرتے تھے اور کفار کو ترغیب دینِ اسلام کی بذریعہ وعظ ونصائح وغیرہ دلایا کرتے تھے اور بادشاہ سے واسطے تقرر معاش نومسلمان وغیرہ عرض کرکے اجرا کراتے تھے حضرت شاہ محمد ابن فضل اللہ قدس سرہ کی خدمت سے فیوضاتِ باطنی اور خرقہ خلافت حاصل کیا تھا اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوکر شہر برہان پور میں قیام اور گوشہ نشینی اور عبادتِ الٰہی اختیار کی۔

حضرت شاہ جمال الدین صاحب قادری قدس سرہ

زمرۂ سادات صحیح النسب سے تھے ہمیشہ عبادت الٰہی میں مشغول رہتے بیرونِ دروازہ لوہار منڈی برہان پور میں اُنکا مزار ہے جمال پورہ اُنکے نام سے وہاں آبادی میر یعقوب علیصاحب مرحوم اور میر حید علیصاحب اُنکی اولاد میں تھے

حضرت شاہ مجالس و حضرت شاہ معروف قدس سرہما

مشاہیر اولیائے شہر برہان پور سے تھے مزار اُن کا چبوترہ بلند پر بیرون شہر برہان پور کنارہ اوتاؤلی ندی کے اثنائے راہ قلعۂ آسیر زیارت گاہ خلایق ہے

حضرت سید شریف رسول نما قدس سرہ

اولیائے کاملین سے تھے خلفا و مریدین کو عالم مراقبہ یا خواب میں مجلسِ مبارک میں حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے داخل کرتے تھے مزار اُنکا برہان پور میں ہے تعلقہ آکولہ صوبہ برار سے ایک روپیہ یومیہ اُنکی درگاہ کا اور ورثا کا خرچ وصول ہوتا تھا میر باقر علیصاحب وصول کرتے تھے اُنکی خالہ صاحبہ زوجۂ میر عبد القادر صاحب مرحوم کے حین حیات تک وصول ہوتا رہا حکیم میر وزیر علیصاحب مغفور اور مولوی میر عبد المجید صاحب مہتمم اعراس بزرگان سلمہ الرحمٰن اور میر قادر علیصاحب عرف اسمٰعیل میاں وغیرہ حضرت مرحوم کے ورثا کو اُس رقم میں سے حیدر آباد بھیجا کرتے تھے۔

حضرت سید محمد شاہ دولہ قدس سرہ

اولاد سے حضرت پیر نصیر الدین محمد قدس سرہ کے ہیں اُنکا نسب سولہ واسطے سے حضرت امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ تک پونہچتا ہے مدینہ منورہ سے شہر لاہور ملک پنجاب میں تشریف فرما ہوئے اہل کرامت و صاحب دست غیب تھے قوم ہنود بکمال اعتقاد حضرت کی خدمت بجالاتے رہے حضرت نے اپنے فرزندوں سے عہد لیا تھا کہ بادشاہوں کے عطیات قبول نہ کریں اگرچہ سلطنتِ ظاہری نہ تھی لیکن کارخانہ خاص میں بہت گھوڑے اور ہاتھی اور جمیع اسباب تجمل حاضر رہتا روضۂ مبارک لاہور میں ہے حضرت موصوف کے فرزند جانشین حضرت شہاب الدین محمد قدس سرہ قصبہ پکھلی قریب لاہور میں رونق افزا رہے وہاں لوگ حضرت سلطان شاہ ولی کہتے ہیں حضرت ممدوح کے فرزند حضرت شمس الدین محمد قدس سرہ قائم مقام ہوئے شہر ملتان میں روضۂ والا اُنکا ہے حضرت موصوف کے فرزند حضرت سید محمد صدر الدین قدس سرہ مسند ارشاد کے رونق بخش ہوئے صاحب کرامات و خوارقِ عادات تھے جب ملک گجرات میں مقام

نوساری قریب شہر سورت کے تشریف فرما ہوئے وہاں کا راجہ اہلِ اسلام مسافروں کو اپنے علاقہ میں
نہ آنے دیتا اگر اتفاقاً کوئی مسلمان وہاں پہنچتا قتل کیا جاتا حضرت یہ حال سُنکر وہاں پوہنچے اور وہاں کے
بتخانے میں تشریف لے گئے اور بت کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ بحکم الٰہی میری خدمت میں حاضر ہو اور
وضو کے واسطے پانی اس تالاب سے آفتابہ میں بھر کر لاؤ فی الفور وہ بت بتخانے سے نکلا تالاب سے
آفتابہ میں پانی بھر کر لایا۔ سب لوگ یہ حال دیکھکر متحیر ہوئے اور راجہ کو خبر دی راجہ نے بھی بت کا پانی لانا
دیکھا۔ پھر حضرت نے بت سے خطاب کیا بت نے انسان کی طرح جواب دیا حضرت نے فرمایا کہ اور کچھ حال
بیان کرے گا بُت نے بآوازِ بلند کہا اے غافلو سب کا معبود حقیقی اور خالق اللہ تعالیٰ ہے بت پرستی چھوڑ دو
انبیاء اور اولیا کے احکام کی اطاعت کرو حضرت نے راجہ سے فرمایا کہ اے بیخبر ہمارا اور تمہارا سب کا خالق
اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے وہ بے مثل اور بے مانند ہے اُسی کی بندگی کرو تاکہ عذاب آخرت سے نجات
حاصل ہو راجہ یہ حال دیکھکر مع اراکین ہنود مشرف باسلام ہوا اور بتخانہ توڑ کر مسجد بنائی حضرت نے اُس
تالاب کا نام شرشبیہ رکھا راجہ کی بیٹی بی بی سلیبہ مسلمان ہوکر حضرت کے عقد میں آئیں اور محرم راز اور مورد
عنایات رہیں کبھی عالم استغراق و مراقبہ میں روح مبارک جسم سے مفارقت کرتی حسب الحکم ایسے وقت
بی بی صاحبہ عطر و گلاب وغیرہ سے جسم مبارک کو معطر کرتی رہتیں اور مگس رانی جاری رکھتیں اتفاقاً بی بی
صاحبہ کی پھوپی کو اس راز مخفی سے اطلاع ہوگئی بوقت غفلت بی بی صاحبہ کے بجائے عطر و گلاب کے جسم
اطہر پر شکر کا شربت ڈالدیا مکھیاں ہر طرف سے جمع ہوگئیں بی بی صاحبہ اُس عورت کے مکر سے واقف ہوکر
بہت مغموم ہوئیں۔ اور حضرت کے انتقال کی خبر مشہور ہوگئی مرقد مبارک عالیجناب کا وہاں قریب تالاب
کے زیارت گاہ خلق ہے۔ حضرت ممدوح کے خلف الصدق حضرت سید کبیر الدین حسن کفر شکن تھے کتاب
خزینۃ الاصفیا کے احوال اہل طریقہ سہروردیہ میں مرقوم ہے از سادات عظام بخار است وفیض وافراز خاندان
حضرت مخدوم جہانیاں یافت و بکمالات رسید بعد ازان بسیر ربع مسکوں پرداخت باز در اوچ آمدہ سکونت
پذیر شد مولانا شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ نے اخبار الاخیار میں تحریر فرمایا ہے سیاحت بسیار کردہ بود
بعد ازان در اوچہ سکونت کرد گویند وی صد و ہشتاد سال عمر داشت واللہ اعلم گویند کہ از وی خوارق عادات
بوجود می آمد و اعظم و اشہر خوارقِ او اخراج کفار بود از کفر بسوئے اسلام و ہیچ کافر را بعد از عرض کردن اسلام

بروی طاقت نماندے ودر قبول اسلام بے اختیار شدے جماعہ جماعہ کفار پیش او می آمدند و مسلمان میشدند وگویند کہ این نسبت در بعض اولاد او نیز موجود بود وگویند بعضے از اولاد او بسبب اغوائے نفس و دنیا ببدعت ها مبتلا شدند و اختراع ہائی عجیب پیدا کردند و بچیز ہائے غریب منسوب گشتند واللہ اعلم و این سبب طعن و بدنامی سلسلۂ او شد وفات او ہشتصد و نود و شش و قبر او در اوچہ است مؤلف عاصی کہتا ہے کہ اخبار الاخیار میں جو شکایت حضرت کی بعض اولاد کی مندرج ہے اُس سے مراد وہ لوگ ہیں کہ ملک گجرات میں بعضے اولاد نے کچھ شیعہ مذہب کی بعضے رسوم و عادات اختیار کر لیے ہیں لیکن الحمد للہ کہ شہر برہان پور میں حضرت محمد شاہ دولہ اور اُنکی اولاد و احفاد سب مذہب اہل سنت وجماعت پر ابتک بخوبی قائم ہیں حضرت موصوف نے فرمایا تھا کہ میری اولاد میں صاحب ولایت ہونگے اور یہ سیف حیدری گردن کفار پر ہمیشہ جاری رہے گی حضرت کے اٹھارہ فرزند تھے سب سے چھوٹے شاہ امام الدین صاحب کو حضرت نے خلیفہ اعظم مقرر فرمایا حضرت کی وصیت کے مطابق حضرت شاہ امام الدین صاحب کفر شکن رونق افزائے ملک گجرات ہوئے صاحب کشف و کرامات و صائم الدہر و قائم اللیل تھے جب کسی کافر پر نظر توجہ فرماتے وہ فی الفور اسلام قبول کر لیتا جس شہر یا قصبہ یا دیہات میں تشریف فرما ہوتے صدہا ہزارہا ہندو مسلمان ہو جاتے حضرت کے چار فرزند تھے بوقت وصال فرزند اعظم سید نور علی محمد شاہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور قصبۂ امام پور قریب شہر احمد آباد کے مدفون ہوئے گنبد عالی شان وہاں بنایا گیا ہے اُس ملک کے اہل اسلام اور ہندوانی و اعلی باعتقاد تمام درگاہ والا کی زیارت کے واسطے حاضر ہوتے ہیں ۷۴۰ھ سات سو چالیس ہجری میں حضرت کی ولادت ہوئی اور ماہ رمضان ۸۵۱ھ آٹھ سو اکیاون ہجری میں واصل رحمت الہی ہوئے بعد وفات حضرت کے حضرت سید نور علی محمد شاہ قدس سرہ قائم مقام ہوئے صاحب کشف و کرامات تھے اکثر ہند و گجرات وغیرہ کے اُنکے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے از انجملہ مسمے نایاکہ حضرت کی توجہ سے ولی کامل ہو گیا نام اُسکا نصیر الدین حضرت نے مقرر فرمایا قصبۂ کوکس میں مشار الیہ کے قبر پر گنبد بنا ہوا ہے حضرت موصوف کے فرزند جانشین حضرت سید سعید الدین نورجہان عرف سید خان کمال زہد و عبادت و ریاضت میں یگانہ عصر تھے مطابق بزرگوں کی کرامت موروثی کے جس کافر پر نظر توجہ فرماتے فی الفور مسلمان ہو جاتا تعلیم و تلقین مریدین میں اور ہدایت خلائق

میں مشغول رہتے چھ رسالے گجراتی زبان میں خزانۂ اسرارِ معرفت تالیف فرمائے ہیں سنہ ۹ نوسو ہجری میں واصلِ رحمتِ الٰہی ہوئے گنبد والا روبرو گنبدِ شریف حضرت شاہ امام الدین صاحب کے زیارت گاہِ خاص و عام ہے حضرت موصوف کے فرزند صاحب سجادہ حضرت صالح الدین قدس سرہ تھے علمِ تفسیر و حدیث و فقہ میں بے نظیر تھے بہت کفار نے اُنکے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ اور علوم ظاہر و باطن کی ہدایت زیادہ کی مرقدِ والا شہر احمد آباد گجرات میں زیارت گاہِ خلایق ہے حضرت ممدوح کے فرزند ارجمند حضرت سید محمد ہاشم شاہ قدس سرہ خلیفہ قائم مقام تھے ملک گجرات کو نور ہدایت سے منور فرمایا حضرت ممدوح کے فرزند ارجمند صاحب سجادہ حضرت سید محمد شاہ دولہ قدس سرہ تھے سولہ برس کی عمر میں مرتبۂ خلافت سے کامیاب ہوئے ہمیشہ صائم الدہر قائم اللیل عبادت الٰہی میں مشغول رہتے صاحب کرامات و خوارق عادات تھے ہر روز سُرخ کمخواب جدید کا لباس خرقہ و تہمان وغیرہ بعد غسل کرنے کے پہنتے اور روز گزشتہ کا سب پہنا ہوا لباس فقرا پر تقسیم فرماتے یہی معمول مدامی تھا اس وجہ سے دُولہ لقب مقرر رہا حسب ارشاد والد ماجد کے ملک خاندیس میں رونق بخش ہوئے قصبۂ سلطان پور کے قریب موضع لاچورہ میں ایک ٹیلے پر قیام فرمایا خادم حسب الحکم پانی لانے گیا ایک قافلہ قوم ہنود کا اطراف چشمہ کے تھا چشمہ پر جانے سے مانع ہوا خادم نے خالی آفتابہ حضرت کی خدمت والا میں واپس کیا اور وہاں کا حال عرض کیا حضرت نے فرمایا آفتابہ اوندھا کردے آفتابہ سرنگوں ہوتے ہی وہ چشمہ خشک ہوگیا وہ لوگ شدت تشنگی سے حیران و پریشان ہوکر اس خادم کی تلاش میں پھرنے لگے بعضے اُن میں سے اُس ٹیلے پر بھی آگئے حضرت کو مشغول عبادت دیکھکر بہت نادم ہوئے اور اپنے قصور کی معافی چاہی اور بکمال عجز و انکسار واسطے دعا کے درخواست کی حضرت کی دعا سے پھر چشمہ آب خوشگوار سے لبریز ہوگیا حضرت نے استفسار کیا تم لوگ کہاں جاتے ہو سب نے عرض کی ہم کاشی کے تیرتھ کو جاتے ہیں حضرت نے فرمایا اگر تم لوگوں کو وہ مقام یہاں نظر آجائے تو ہماری اطاعت کروگے سب نے عرض کی کہ ایک مہینے کے فاصلے کے مقام پر اگر ہم ایک دم میں پہنچ جائیں تو ہم سب آپکے معتقد ہوجائیں گے دوسرے روز علی الصباح حسب الحکم وہ سب لوگ مع عیال و اطفال و اسباب گاڑی گھوڑوں پر سوار ہوکر خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے حضرت نے اپنا دست عجائب نما

بلند کیا اور قافلہ ہنود کو فرمایا کہ آستین دست بلند کی طرف نظر کرو ایک دروازہ وسیع اُن لوگوں کو نظر آیا
ارشاد ہوا کہ اس دروازے میں داخل ہو اور قدرت الہی دیکھو اور ایک ہفتہ سے زیادہ وہاں قیام
نکرنا اہلِ قافلہ دروازے میں داخل ہوتے ہی طرفۃ العین میں شہر کاشی کے اندر پونہچ گئے اور رسومات
تیرتھ اور دان و اشنان وغیرہ ادا کیں بعد ازاں بموجب حکمِ حضرت بعد ایک ہفتہ کے وہاں سے واپس
ہوئے شہر کے دروازہ کے باہر نکلتے ہی وہ سب اہل قافلہ اُس ٹیلے پر حضرت کے روبرو موجود ہوگئے
قوم ہنود کو اس واقعہ کا بہت تعجب ہوا اور عرصۂ قلیل کی آمدورفت کو مانند خواب کے خیال کیا پھر شہر
کاشی (بنارس) کے لوگوں کو خطوط بھیجے وہاں کے لوگوں نے جوابات تصدیق آمدورفت اور کیفیت
ملاقات کی تفصیلِ تمام لکھ کر بھیجی جب اہلِ قافلہ کو یقین کامل اس کرامت کا ہوا حضرت کے دست مبارک
اسلام سے مشرف ہوئے اور ہزاروں لاکھوں ہنود اُس ملک کے ایمان کامل لاکر مرید و معتقد ہوگئے
پھر حضرت وہاں سے روانہ ہو کر مقام بہادر پور قریب شہر برہان پور رونق افزا رہے حضرت کے فیض
ہدایت سے ملک خاندیس و برار اور اطراف ناگپور وغیرہ منور ہوا بعدہ بتاریخ ۲۵ ماہ رجب ۱۱۶۰ھ گیارہ سو
ساٹھ ہجری طرف عالمِ باقی کے روانہ ہوئے روضۂ والا بہادرپور میں زیارت گاہ خاص و عام ہے صاحبزادہ
بزرگ حضرت سید باقر شاہ صاحب خلیفہ سجادہ نشین تھے اہل گجرات و خاندیس برار اُن سے مستفید ہوتے
اور صاحبزادۂ ثانی حضرت سید غلام محمد صاحب ملک ناگپور وغیرہ کی ہدایت میں مشغول رہے اور چھوٹے
صاحبزادہ حضرت سیدن میاں صاحب کا مقبرہ نزدیک شہر برہان پور کے بیرون دروازہ راجپورہ واقع
ہے ولی مادر زاد تھے ۱۷ شہر رمضان المبارک کو اُنکا عرس ہوتا ہے فی الحال بمقام بہادرپور درگاہ والا
میں حضرت سید محمد شاہ دولہ کے مسند نشین خلافت و صاحب سجادہ سید شہاب الدین صاحب خلف جناب
سید امام الدین صاحب مرحوم باخلاق کریمانہ موصوف ہیں اکثر حالات اُنکے بزرگوں کے جو اُنکے پاس محقق
تھے مرقوم ہوئے اُنکے فرزندانِ عالیقدر سید عابد علیصاحب اور سید ذوالفقار علیصاحب اور سید اشرف علی
صاحب بصفات بزرگانہ آراستہ ہیں اور سید واجد علی صاحب ابن سید باقر علیصاحب بنی عم صاحب سجادہ
کے ہیں اور حضرت ممدوح کی اولاد سے برہان پور میں جناب سید شمس الدین صاحب تھے اکثر قوم ہنود
اُنکے مرید و معتقد تھے اُنکے فرزند سید بشیر الدین صاحب تھے فی الحال نواسہ اُنکے سید عابد علی صاحب

خلف سید نور البرہان عرف بنے صاحب اُنکے قائم مقام ہیں مسموع ہوا ہے کہ سید شمس الدین صاحب کو تعلق قرابت بادشاہان فاروقیہ برہان پور سے تھا

جناب قاضی نصیر الدین صاحب

برہان پوری خلف قاضی سراج الدین صاحب علیہما الرحمۃ تذکرہ علمائی ہند فارسی جو کہ رحمان علی صاحب کی تصنیف مطبع نولکشور لکھنو میں چھپا ہی اُسکی عبارت بعینہ نقل کیجاتی ہے از مشاہیر فضلای عصرست دہ ہژدہ سالگی شکر اللہ خان مخاطب بہ افضل خان شیرازی را ملازم کرد و شیخ علم اللہ را کہ اعلم علمای آنوقت و نیز خسرش بود با او بر بنیاد سے چون قاضی ہر منہم حدیث را ترجیح میداد و انکار قیاس می نمود و حدیث علما امتی کانبیای بنی اسرائیل را موضوع میگفت شیخ علم اللہ باوجود نسبت دامادیش فتوی سوختن و کشتنش دادہ محضری نوشت غیر از شیخ محمد فضل اللہ و شیخ عیسے کہ از اعاظم مشائخ آنجا بودند ہمہ علما بران مہر کردند چون خانخانان محد قاضی بود آن دو عالم مہر نکردند محضر نتش نرسیدہ پس وقتیکہ جہانگیر بادشاہ بر خانخانان اعتراض فرمودہ و مدعیان آن ماجرا بعرض رسانید فرمان لطلب قاضی نصیر الدین و شیخ علم اللہ رسید شیخ نزد ابراہیم عادل شاہ بہ بیجاپور رفت و قاضی بعربستان شتافتہ بطوف حرمین و زیارت امکنہ شریفہ فایز شدہ بعد پنج سال عزم وطن نمود جہاز بدست فرنگیان رفت فرنگیان کمالات قاضی شنیدہ نزد بادشاہ خود بردند آداب کہ می بایست بجانیاورد گفتند بش چرا خدمت سلطان نکردی گفت آدابیکہ شما بجا می آرید در مانمی آید آزانجا رہائی یافتہ بہ بیجاپور رسیدہ ابراہیم عادل شاہ دو سہ کروہ استقبالش کردہ با خود برد جہانگیر بادشاہ این ماجرا شنیدہ فرمان لطلب فرستاد و حکیم خوشحال پسر حکیم ہمام را تاکید فرمود کہ ویرا روانہ اُردو کند طوعاً و کرہاً از انجا روانہ شدہ بہ برہان پور موطن خود رسید و عزم بالجزم کرد از خانہ بیرون نیاید در خلال این شاہجہان از طرف والد خود بصوبگی دکن سرفراز گشتہ وارد برہانپور شدہ قاضی را طلب فرمود قاضی ازان ابا نمود آخر بحیلہ حوالہ شاہزادہ شاہجہان آمد آداب بجا نیاورد شاہزادہ آزانجا طرنجیدہ فرمود قاضی مشتاق تو بودیم گفت بچہ جہت فرمود کمالات ترا شنیدہ قاضی گفت آن حالت درمن نماندہ بالجملہ صحبت بملال کشید قاضی را جبرا روانہ درگاہ نمودند چون بمستقر دار الخلافہ آگرہ رسید در راہ کہ سواری بادشاہ از باغ سوئے دولتخانہ میرفت ملازمت نمود ارادہ تسلیم کرد بادشاہ

دستش گرفتہ با غوش کشید پس از چند روز رخصت برہان پور یافتہ بقیہ عمر در مرضیات الٰہی بسر بردہ در سنہ ہزار و سی و یک ہجری در گزشت" تاریخ مرآۃ العالم میں بختاور خان ملازم خلد مکان سلطان عالمگیر بادشاہ نے بھی یہ کیفیت بیان کی ہے۔

مولنا شیخ نظام برہان پوری علیہ الرحمۃ

تاریخ مرآۃ العالم میں مندرج ہے "قدوۂ علمائے کرام شیخ نظام بہ پرہیزگاری وخداپرستی موصوف و بہ تجرد علوم و فرط معاومات مشہور و معروف اند اکثر کتب متداولہ در برہان پور نزد قاضی نصیر الدین برہانپوری خواندہ قریب چہل سال باشد کہ در خدمت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ قیام دارند واز کورنش وتسلیم و دیگر تکالیف نوکری معاف اند و بغایت معزز و محترم و فتاوی عالمگیر شاہی بحسن وسعی و اہتمام شیخ مذکور تالیف یافتہ و سن شریف با آنکہ از ثمانین متجاوز شدہ حواس وقوی برجاست" انتہی۔ ہرگاہ کہ تذکرہ کتاب فتاوی عالمگیری کی تالیف کا یہاں آیا ہے واسطے اطلاع ناظرین کے لکھنے میں آتا ہے کہ عالمگیر بادشاہ نے تائید عظیم امور دین قویم کی اس تالیف سے کی ہے اور احکام شریعت کی تعمیل اُسکے مطابق جاری رکھتے تھے بسبب اسکے مرتبہ سلاطین مجددین دین حق کا اُنکو حاصل ہوا۔ تاریخ مرآۃ العالم کے مضمون سے واضح ہے کہ واسطے تالیف مسائل کے تحت اہتمام و انتظام مولانا شیخ نظام کے چار شخص عالم و فاضل مقرر ہوئے تھے ایک ربع فتاوی عالمگیری کا تفویض قاضی محمد حسین جون پوری محتسب عسکر کے ہوا تھا اور ایک ربع سید علی اکبر سعد اللہ خانی کے سپرد کیا گیا اور ایک ربع ملا حامد جون پوری تلمیذ مرزا ہد کابلی کی تالیف سے آراستہ ہوا اور ایک ربع حسن ترتیب سے ملا محمد اکرام لاہوری معلم شاہزادہ محمد کام بخش کے زیب تہذیب پایا۔

مولوی محمد صدیق صاحب علیہ الرحمۃ

کنیت انکی ابوبکر اور لقب محی الدین ہے اُنکے والد حبیب اللہ صاحب تبریزی برہان پوری تھے اُنکی تصنیفات سے کتاب فقہ المات فارسی ایک تنبیہ اور بارہ فصل اور خاتمہ پر مشتمل ہے مسائل متعلق میت بتفصیل بیان کیے ہیں کتاب موصوف راقم کے مطالعہ میں آئی ہے۔

حضرت شاہ کریم اللہ صاحب علیہ الرحمۃ

اہل اللہ صاحب ریاضت و کمالات باطنی تھے ہمیشہ عبادت الٰہی میں مشغول رہتے حضرت شاہ برہان
الدین راز الٰہی کے خاندان سے تھے مزار انکا بھی قریب احاطہ درگاہ حضرت ممدوح کے زیارت گاہ خلق ہے
قصبہ جامنیرہ علاقہ خاندیس میں انکی اولاد ہیں یومیہ صوبہ برار میں خرچ درگاہ انکو وصول ہوتا ہے
برہان پور میں مزارات اولیاء اللہ اور امرا و اکابر و علما و شرفا بیشمار ہیں لیکن مشتے نمونہ خروارے
جو کچھ لوگوں کا حال معلوم ہوا بقید قلم کیا گیا از آنجملہ حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب کا مزار سندھی پورہ
کے بازار میں شارع عام پر واقع ہے احوال سے انکے واقفیت نہیں اور بعضے حالات جو تحقیقی نہ تھے
یا غیر ضروری تھے بخیال تطویل کتاب متروک ہوئے چنانچہ شایستہ خان کا گنبد اور مسجد قریب چوک
کے ہے انکا حال بھی کماحقہ معلوم نہیں شاہنواز خان کا مقبرہ اور رومی کا مقبرہ اور راجہ کی چھتری وغیرہ
عمارات کا حال بھی تبفصیل تحقیق نہوا اور گنبد شاہ شجاع اور مزار موسیٰ خان دیوان کا حال بھی مفصل واضح نہوا

حضرت شاہ میران جی صاحب قدس سرہ

علوم ظاہر و باطن و کشف و کرامت و ریاضت و عبادت میں شہرہ آفاق تھے بتاریخ سانوین ماہ صفر ان کا
عرس ہوتا ہے مزار انکا اندرون بلدہ برہان پور محلہ حریر پورہ زیارت گاہ خلق ہے انکے کامل ترین خلفا
سے جناب جان اللہ شاہ صاحب قدس سرہ تھے گنبد مرقد انکا مقام جالنہ پور عرف قادر آباد ضلع اورنگ آباد
میں مرجع اہل ملک مشہور و معروف ہے مصارف اخراجات درگاہ شاہ جان اللہ صاحب عہد سلاطین
پیشین سے تا حکومت سرکار آصفیہ رقم کثیر مقرر ہے اور وہاں کے صاحب سجادہ واسطے مصارف درگاہ
و عرس حضرت شاہ میران جی صاحب کے بھی اخراجات اب تک سال بسال حسب دستور سابق بھیجتے ہیں۔

حضرت حاجی شاہ نور محمد صاحب قدس سرہٗ

اولیائے کاملین سے اپنے زمانے کے تھے ہمیشہ ریاضت و عبادت اور فیض بخشی باطن میں مشغول
رہتے تاریخ وفات انکی چوبیسویں ماہ محرم قریب شہر برہان پور کے حسن پورہ میں انکا مزار ہے جناب
سید شاہ محمد باریاب صاحب سجادہ نشین انکی درگاہ کے تھے لہذا بندر بمبی میں بہت لوگ انکے مرید
ہوتے تھے قریب حضرت موصوف کے ۱۲۶۵ بارہ سو پینسٹھ ہجری میں مدفون ہوئے۔ محمد باریاب
صاحب کے خلیفہ عبدالصمد شاہ صاحب حکیم یونانی بندر بمبی کے مشاہیر و اعزا سے تھے حکیم موصوف نے

اُنکا گنبد بنوایا محمد باریاب صاحب کے خلیفہ جانشین سید شجاعت میر صاحب تھے وہ بھی اُسی گنبد میں مدفون ہوئے

حضرت مولانا شاہ عبداللہ صاحب چشتی سہروردی علیہ الرحمۃ

فرزند حضرت شاہ عبدالنبی ابن حضرت شاہ نظام الدین خلف حضرت شاہ محمد ماہ گجراتی ابن حضرت شاہ صفی الدین فاروقی علیہم الرحمۃ تھے کیفیت حضرت شاہ محمد ماہ کی اور حضرت شاہ صفی الدین کی احوال میں حضرت شاہ ابن فضل اللہ کے مرقوم ہوئی ہے کہ منجملہ پیران طریقت سے شاہ محمد ابن فضل اللہ کے تھے۔ حضرت شاہ نظام الدین احمد آباد گجرات سے برہان پور میں رونق افزا ہوئے اور ہمیشہ ریاضت و عبادت و ہدایت خلق میں مصروف رہے حضرت شاہ عبداللہ چشتی بھی صاحب کشف و کرامات تھے اور علوم ظاہر و باطن میں فاضل و کامل تھے اور طریقہ قادریہ و سہروردیہ میں بھی اجازت و خلافت سے مستفیض تھے بتاریخ ۲۹ محرم سنہ ۱۰۹۸ ایکہزار اٹھانوے ہجری روز چار شنبہ رہگرائے عالم باقی فردوس عالی ہوئے قریب شیخ پورہ کے اُنکا مقبرہ ہے دو فرزند اُنکے تھے شاہ محمد یحییٰ صاحب اور مولوی عبدالعظیم

حضرت مولانا شاہ محمد یحییٰ عرف خاصہ میاں صاحب قدس سرہٗ

خلف حضرت مولٰنا شاہ عبداللہ صاحب کے جامع علوم ظاہر و باطن اور فرد کامل مکمل تھے فیض طریقت اُنسے زیادہ جاری ہوا ہمیشہ ریاضت و عبادت الہٰی میں مشغول رہتے اور زہد و توکل میں بے نظیر تھے اہل دنیا کی ملاقات سے احتراز رکھتے اور ہدایت خلق میں علی الدوام سعی فرماتے بتاریخ ۱۸ ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۱۲۶ گیارہ سو چھبیس ہجری جہان فانی سے روانہ فردوس بریں ہوئے مقبرہ میں حضرت شاہ عبداللہ صاحب کے قریب شیخ پورہ اُنکا مزار ہے

حضرت مولانا مولوی عبدالعظیم صاحب علیہ الرحمۃ

فرزند حضرت مولٰنا شاہ عبداللہ صاحب کے تھے جامع علوم ظاہر و باطن و معقول و منقول و فروع و اصول معاصر سلطان محی الدین عالمگیر بادشاہ کے تھے درس و تدریس میں طالبان علم کی ہمیشہ مشغول رہتے مدرسہ اُنکا برہان پور میں بی بی کی مسجد میں مقرر تھا منتخب علماء عصر اور صاحب تصانیف تھے ازانجملہ کتاب حق العلم شرح عربی مبین العلم کی بہت مبسوط بطرز عمدہ بکمال تحقیق تحریر فرمائی ہے

نام شرح کا بھی متن کے نام سے بہت مناسبت رکھتا ہے کہ عین الیقین اور حق الیقین کے مراتب مقرر ہیں مولف عاصی اس شرح کے معاینہ سے مشرف ہوا ہے محمد سراج الرحمن صاحب قاضی برہانپور کے کتابخانہ میں موجود ہے مصنف علام کے فاضل معاصر مولوی نجم الدین صاحب نے بھی عین العلم کی شرح مسمی نجم العلم لکھی تھی وہ بھی دیکھنے میں آئی ہے اور قاضی صاحب موصوف کے پاس ہے لیکن کتاب حق العلم اُس سے مراتب بہتر حل مطالب میں واقع ہوئی ہے مولوی عبد العظیم صاحب بتاریخ ساتوین شعبان ۱۱۴۱ھ گیارہ سو اکتالیس ہجری رحلت فرمائے خلد بریں ہوئے اور مقبرہ حضرت شاہ عبداللہ صاحب واقع شیخوپورہ متصل شہر برہان پور کے مدفون ہوئے۔

حضرت مولوی محمد سلام الرحمن صاحب علیہ الرحمۃ

خلف مولوی عبد القادر صاحب ابن مولوی عبد العظیم صاحب فاضل کامل عالم عامل تھے طریقہ چشتیہ و سہروردیہ و قادریہ وغیرہ میں اپنے بزرگوں سے اجازت یافتہ تھے اور معلومات مسائل جمیع علوم میں تبحر کامل رکھتے تھے خواجہ بیدم شاعر برہان پور نے اُنکی تاریخ رحلت مصرع سالم میں موزوں کی ہے

عالم و فاضل و یکتائے زمانہ بودند	که کسی ثانی آن نیست بدورِ دوران

عقل میگفت کہ بیدم زجہانِ بیداد	آہ بیداد برفتند سلام الرحمن ۱۲۲۳ھ

۱۲۲۳ھ بارہ سو تیئیس ہجری میں واصل رحمت الہیٰ ہوئے اور مقبرہ میں حضرۃ شاہ عبداللہ صاحب کے اپنے بزرگوں کے قریب مدفون ہوئے۔ اُنکے دو فرزند ارجمند تھے مولوی محمد فضل الرحمن صاحب و سعید الرحمن صاحب قاضی شہر برہان پور و پرگنہ زین پور یہ دونوں صاحب یکے بعد دیگرے بعد قاضی نجم الدین صاحب برادرزادہ قاضی محمد حیات صاحب کے منصب قضائے برہان پور پر مامور ہوئے۔

حضرت مولوی نجم الدین صاحب علیہ الرحمۃ

فرزند حضرت ملا عباس صاحب برہان پوری کی اولاد میں مولانا وجیہ الدین علوی گجراتی کے تھے بلدۂ برہان پور بعہد سلطنت عالمگیر بادشاہ کے جامع معقول و منقول و صاحب تصنیفات مشہور تھے کتاب صحف مطہرہ عربی اور نجم العلم شرح عربی عین العلم اور ترجمہ فارسی عقائد سنیہ و رسالہ علم الیقین علم تصوف میں اُنکی تصنیفات سے مشہور ہیں کتبخانہ میں محمد سراج الرحمن صاحب قاضی برہانپور کے موجود ہیں

چنانچہ شرح عین العلم بزبانِ اردو جو حیدرآباد میں فی الحال مطبوع ہوئی ہے اُس میں اکثر مضامین بحوالہ نجم العلم لکھے ہیں مزار اُن کا صحن مسجد میں قریب محل بارہ دری اندرون شہر برہان پور واقع ہے۔

حضرت مولانا قاضی نجم الدین صاحب ابن قاضی حبیب احمد صاحب علیہما الرحمۃ

اکمل فضلائے زمان خویش حضرت ملا عباس صاحب کے تھے شہر برہان پور اور پرگنہ عادل آباد کے قاضی عہد سلطنت میں عالمگیر بادشاہ کے مقرر ہوئے تھے اور بعد بادشاہ ممدوح کے بھی منصب قضا پر بحال رہے چنانچہ منصب قضائے پرگنہ عادل آباد حسب فرمانِ عالیشان بادشاہِ ممدوح کے تا حال بحال و برقرار ہے فرمانِ موصوف میں رقم یومیہ معاش قضا علاقہ محکمۂ جزیہ سے مندرج ہے یعنی بادشاہ دین پناہ موافق حکم شریعت کے رقم جزیہ قوم ہنود وغیرہ سے لیتے تھے اگرچہ ہر وقت کے حکام رعایا سے سوائے تحصیلِ زراعت و محصول کرورگری کے کچھ نام بدل کر رقم لیتے ہیں چنانچہ عمل مغلائی اور مرہٹی میں پیشتر ایسے بہت ابواب ناجائز مقرر تھے اور عملِ انگریزی میں رقم صفائی و میونسپل و سڑک پٹی و انکم ٹکس جدید بعد غدر کے مزید کیا گیا ہے لیکن یہ بات علیحدہ ہے یعنی امر شرع سے اِس کو کچھ تعلق نہیں۔

جناب قاضی محمد حیات صاحب المخاطب قاضی شریعتخان علیہ الرحمۃ

عالمِ فاضل اور اہل اللہ کامل تھے اُنکے تلامذہ سے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب عباسی رونق بخش مسجدِ چوک وغیرہ علما و فضلا تھے عہدِ سلطنت سے محمد شاہ بادشاہ دہلی کے تخمیناً پچاس برس تک مسندِ قضا برہان پور کے رونق افزا رہے اور قریب گنبد حضرت شاہ بھکاری صاحب کے مدفون ہوئے بعدہ اُنکے برادر زادہ قاضی نجم الدین صاحب بموجب سند جناب نواب غفران مآب میر نظام علیخان بہادر آصفجاہ ثانی منصب قضائے شہر برہانپور پر مقرر ہوئے بعد قاضی نجم الدین صاحب کے فضل الرحمن صاحب اور اُنکے بعد سعد الرحمن صاحب قاضی برہان پور کے ہوئے۔

جناب مولوی عبد السلام صاحب عرف حکیم چھمو علیہ الرحمۃ

عالمِ فاضلِ حافظ قرآن مجید جامع علوم منقول و معقول تھے علمِ حکمت میں ارسطوئے زمان بلکہ افلاطون دوران تھے تشخیص و تجویزِ معالجہ امراض میں لاثانی تھے قوت حافظہ اُنکی اس درجہ کی تھی کہ اکثر کتب متداولہ اُنکو زبانی یاد تھیں نواب غازی الدین خان فرزند کلان جناب نواب مغفرت مآب نظام الملک

آصفجاہ اول کے جسوقت شاہجہان آباد دہلی سے بارادۂ اورنگ آباد برہان پور میں رونق افزا ہوئے تھے اُنکے کمالات حکمت کے بڑے معتقد ہوگئے تھے اکثر نسخے اُنکے مطب کے حکماے برہان پور کے تجربات میں داخل ہیں حکیم ممدوح نے اپنے نسخہاے مجربات کی کتاب مسمیٰ قرابادین سلامی تصنیف کی تھی سنہ ۱۱۹۲ھ گیارہ سو بانوے ہجری میں رہگراے عالم باقی ہوئے تاریخ کسی نے کہی ہے ؎ سید عبد السلام رفت بدار السلام ٭ عالم علم مرض شد زجہان اختتام ٭ حافظ شیرین مقال فاضل واہلِ کمال ٭ در ہمہ فن بیمثال شاعرِ شیرین کلام ٭ حیف برفت از زمان گفت خرد نوحہ خوان ٭ آہ حکیمِ جہان رفت بدار السلام

قطب الدولہ محمد انور خان علیہ الرحمۃ ۱۱۹۲

تاریخ مآثر الامرا میں مرقوم ہے معہ از نبسہ ہاے شاہ عیسیٰ جند اللہ است ابتدا منظور نظر شاہ نوراللہ درویش کہ قطب الملک وحسین علیخان را باوی اخلاص واتحاد متحقق بود گردید و بسفارش درویش مذبور سادات مذکور دستگیری نمودہ در عہد محمد فرخ سیر بادشاہ منصب شایستہ وخطاب خانی سربلند گردید درایامیکہ عالم علیخان بہ نیابت اورنگ آباد قیام داشت او بہ بخشی گری دکن ونیابت صوبہ داری برہان پور می پرداخت لپسرِ خالہ اش محمد انوار اللہ خان کہ دیوان آن صوبہ بود از جانب او حراست بلدہ مزبور نیز سرانجام میکرد چون خبر عبور نظام الملک فتحجنگ بہادر از نربدا بر زبانہا افتاد عالم علیخان او را باتفاق شنکرا ملہار نامی برہمنے براے خبرداری برہان پور فرستاد او پس از وصول بہادر مزبور بنواحی بلدۂ مذکور برآمدہ ملاقات نمود از ان بعد بہمراہی بہادر مسطور میگذرانید در عمل ناصر جنگ شہید بہ بخشی گری دکن سرمایہ عزت اندوخت و در عمل صلابت جنگ بخطاب قطب الدولہ بلندرتبہ گردید آستر در بلدہ مزبور مطابق سنہ یکہزار و یکصد و ہشتاد و یک بعالم اخروی شتافت خلیق بود و بعبادت بود یہ موظف امادر زمانہ سادی یکتائی داشت از و اولاد نماندہ خالہ زادہ اش محمد انوار اللہ خان مدتے بدیوانی نواب آصفجاہ می پرداخت خالی از دستی نبود و بوضع تدین شہرت گرفتہ از دیگر برادرانش اولاد باقیست

حضرت مولانا سید شاہ علی اکبر صاحب خلف حضرت سید علی صاحب قدس اللہ سرہما

جب سن شعور کو پہونچے کمالات علمی وعملی وکسبی ووہبی وموروثی حاصل کیے اور حضرت سید دوست محمد خلیفہ حاجی یار محمد صاحب پالنی قدس سرہم سے طریقہ نقشبندیہ میں بیعت کی بعد ازان ہر سال یہ

معمول رہا کہ پشاور سے براہ خشکی حرمین شریفین میں پونہچکر بعد انفراغ حج و زیارات راہ دریا سے ملک ہند میں تشریف فرما ہوتے اور برہان پور میں بھی رونق افروز ہو کر چندے قیام فرماتے برہان پور میں ایک سوداگر کی لڑکی سے حضرت نے نکاح کیا اُن منکوحہ کے بطن سے شوہر اول کے فرزند شاہ عنایت صاحب تھے حضرت نے اُنکو خلیفہ بخاص مقرر فرمایا تھا پھر پشاور کو موافق معمول کے تشریف فرما ہو کر چندے اقامت فرماتے پھر وہاں سے حسب دستور حرمین شریفین کو روانہ ہوتے اُس وقت برہانپور تحت حکومت نواب ناصر جنگ شہید کے تھا نواب شہید نے حضرت سے سرافرازی بیعت کی التجا کی حضرت نے ہر چند انکار کیا لیکن جب نواب نے حد سے زیادہ اصرار کیا اُنکو بیعت سے مشرف فرمایا نواب شہید نے بہت شیرینی بلدۂ برہان پور میں تقسیم کی اور واسطے ہمیشہ اقامت کے شہر برہان پور میں خدمت والا میں بارہا عرض کیا لہذا حضرت نے وطن کو تشریف فرما ہو کر اپنے متعلقین اور اپنے برادر شاہ غلام محمد صاحب اور امام شاہ صاحب کو ہمراہ لیکر جانب برہانپور روانہ ہوئے لیکن جائے افسوس ہے کہ بمقام روتاس گڈہ پونہچکر بتاریخ ۷ اربیع الاول حضرت شاہ علی اکبر صاحب داخل ذات خلاق اکبر ہوئے ہر سفر میں حضرت کی ہمراہی میں خلفا و مریدین قریب تین سو کے رہتے تھے سب نے ارادہ کیا کہ نعش مبارک کو صندوق میں رکھکر مدینہ منورہ میں لیجا کر دفن کریں جب برہان پور میں پونہچے نواب شہید نے مکانات واسطے سکونت متعلقین حضرت کے اور شاہ غلام محمد صاحب کیواسطے دیئے اور حضرت کو برہانپور میں دفن کرنیکے لیے بھی بہت بجد ہوئے لہذا جس جائے پر کہ اب مسجد خانقاہ واقع ہے ایک چبوترہ اور درخت بڑکا اور حوض خشک تھا وہاں حضرت کو مدفون کیا اُس حوض خشک میں کسی تدبیر سے کبھی نہر کا پانی نہ آسکتا تھا برکت سے ذات مبارک کی بعد دفن حضرت کے خود بخود نل سے حوض میں پانی آنے لگا اور ابتک وہ حوض بھرا رہتا ہے نواب شہید نے واسطے اخراجات سید نور اللہ شاہ صاحب اور سید عبد اللہ صاحب وغیرہ فرزندان و متعلقان حضرت ممدوح کے اور واسطے حضرت شاہ غلام محمد صاحب کے تخمیناً ایک لاکھ روپیہ محاصل کے دیہات شاہ پور اور سیر پور وغیرہ جاگیر مقرر کی اٹھارہ روپیہ یومیہ علاقہ کروڑگری سے اور سات سو روپیہ خرچ مدرسہ جاری کیا بعد نواب شہید کے جب برہان پور میں مرہٹی عملداری ہوئی مرہٹوں نے بسبب تعصب مذہبی کے جاگیرات وغیرہ معاش سب ضبط کرلیں نور اللہ شاہ صاحب

ہر سال حیدرآباد میں یا جس مقام پر نواب میر نظام علیخاں بہادر غفران مآب کا قیام ہوتا تشریف فرما ہوتے
نواب ممدوح آنکے اخراجات کے لیے بعنوانِ سالانہ پیش کرتے تھے

حضرت سید شاہ غلام محمد صاحب قدس سرہ

بعد ضبط ہونے معاش و جاگیرات کے عمل مرہٹی سے منو کلانہ برہان پور میں رونق بخش رہے رئیس بھوپال نے حضرت کے اوصاف سنکر اپنے معتمد کو مع اسباب زاد و راحلہ بھیجا اور بدرخواست بعیت حضرت کے تشریف فرما ہونیکے لیے عرض کی اور بعیت سے مشرف ہوکر دو سو روپیہ ماہوار حضرت کے اخراجات کیواسطے مقرر کیے بسبب عتقاد نواب کے کبھی آمد و رفت حضرت کی بھوپال کو ہوتی تھی نسب نامہ حضرت کا یہ ہے حضرت کے والد ماجد کا اسم سامی سید عبد الخالق ہے خلیفہ سید عبد الرحمن ابن سید فتح محمد ابن سید حسین ابن سید احمد ابن سید امام الدین بن شیخ محمد بن سید ابو الحسن بن سید رشید بن سید سلیمان بن سید منور بن سید میران بن سید علیم الدین بن سید شیخ بن سید علیم الدین بن سید ناصر الدین بن سید جلال بن سید ابو حامد سلطان احمد کبیر بن شیخ جلال الدین اعظم بخاری بن ابو المؤید سید علی بخاری بن سید جعفر بخاری بن سید محمد بخاری بن سید محمود ناصر الدین بخاری ابن سید احمد بخاری بن سید عبد اللہ بخاری بن سید شاہ علی اصغر بن سید جعفر بن امام علی نقی بن امام محمد تقی بن امام علی موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت شاہ غلام محمد صاحب مسجد میں مدرسہ کے تشریف فرما رہتے تھے اخراجات مدرسہ و درس طالبان علم کا انتظام حضرت کی ذات سے متعلق تھا اخیر عمر میں دلائل الخیرات پر درس کو ختم کیا اور بتاریخ ۲۶ ربیع الثانی واصلِ رحمتِ الٰہی ہوئے اور صحن خانقاہ واقع بلدہ برہان پور میں مدفون ہوئے۔

حضرت سید نقی شاہ صاحب قدس سرہ

فرزند اکبر حضرت شاہ غلام محمد صاحب کے جامع علوم ظاہر و باطن تھے حسب الطلب نواب صاحب کے بھوپال میں رونق افزا ہوئے نوابصاحب باعتقاد و تعظیم پیش آتے رہے اتفاقاً نوابصاحب سے ایک زمیندار نے بغاوت اختیار کی تھی نوابصاحب اسکی تنبیہ کے واسطے روانہ ہوئے حضرت بھی میدان جنگ میں تشریف فرما رہے جب عرصہ دراز جنگ جدال میں منقضی ہوا تو نوابصاحب کو تشویش زیادہ ہوئی

حضرت مع اپنے برادر صغیر میر شبیر علیصاحب کے اُس زمیندار کے حصار پر بتائید غیبی چڑھ گئے اور بہت
کفار کو قتل کیا اور قلعہ میں پونہچکر اُس زمیندار کو گرفتار کرلیا اور دروازے قلعہ کے کھولدیئے اِس معرکہ
میں میر شبیر علی صاحب شہید ہوئے حضرت راجہ کو گرفتار کرکے نوابصاحب کے پاس لائے نوابصاحب
بہت احسان مند ہوئے اور واقعۂ شہادت سے میر شبیر علیصاحب کی سب مغموم ہوئے حضرت ممدوح
بتاریخ ۴ صفر ۱۲۱۴ھ بارہ سو چودہ ہجری وصال محبوب حقیقی سے مشرف ہوکر صحن خانقاہ عالی واقع برہانپور
میں مدفون ہوئے تاریخ وفات یہ ہے ؎ شاہ نقی زبدۂ اہلِ دلان ✤ سار الی اللہ بقلب سلیم
سالِ وفاتش زرہِ تعمیہ ✤ ہدیۂ ارسلت لروح الکریم ✤ عرض نمودم زرہ انکسار ✤ اجر کی اللہ بفوز عظیم ۱۲۱۴ھ

حضرت شاہ عنایت عرف شاہ ٹاٹ علیہ الرحمۃ

خلیفۂ خاص وفرزند متبنی حضرت شاہ اکبر قدس سرہ کے تھے مرشد روشن ضمیر سے عرض کی کہ کھاتا رہوں کھلاتا
رہوں لیتا رہوں دیتا رہوں بدولت پیران کبار کے ہمیشہ اُنکے مقصود کے موافق ہر ایک رئیس اور حاکموں سے
صدہا ہزار ہا روپیہ اور اشرفیاں لیتے رہتے تھے اور مستحقین اور فقرا کو تقسیم کردیتے تھے اتفاقاً برہان پور
میں میہمی ناروجی بعہدۂ صوبیداری گوالیار سے آیا تھا اور لوگوں سے جبراً صدہا روپیہ وصول کرنا شروع
کیا تھا غریبوں نے حضرت سے عرض کی کہ ظالم کی ایذا رسانی کو دفع کیجیے حضرت نے اُس کی
کچہری کے زینہ پر قدم رکھتے ہی نعرۂ اللہ ہو باواز بلند مارا تمام مکان پر زلزلہ ہوا اور وہ ظالم بھی لرزہ میں
آیا اور زیادہ بدحواسی میں پیشاب اُسکا نکل گیا حضرت نے فرمایا اگر غریبوں پر ظلم کریگا تو اللہ صاحب کے
روبرو جوتوں کی مار کھائیگا اُس ظالم نے باادب تمام روپیوں اور اشرفیوں سے حضرت کا ڈول بھر دیا۔
حضرت نے باہر نکلتے ہی فقرا و مستحقین پر سب تقسیم کردیئے اُس ظالم کے دل میں کمال رعب غالب ہوا اور
برہان پور سے فی الفور چلا گیا ایک وقت نواب میر نظام علیخان بہادر غفران مآب کو پونہ کے راجہ سے
مقابلہ درپیش تھا نواب ممدوح نے عرضی حضرت شاہ علی اکبر صاحب کی خدمت میں کسی پنجاب کے شہر میں
بھیجی کہ حضرت اگر تشریف فرما ہونگے تو لشکر اسلام کی فتح ہوگی حضرت نے شاہ عنایت صاحب کو روانہ
فرمایا اول شاہ صاحب راجہ کے لشکر میں پونہچے راجہ کیفیت سنکر نقد وجنس لیکر حضرت کیخدمت میں حاضر
ہوا اور اپنی فتحیابی کے لیے عرض کی شاہ صاحب نے اُسکا مال قبول نفرمایا اور یہ ارشاد کیا کہ یہ جنگ کا

ارادہ نامناسب ہی اور راجہ کا موجب نقصان ہی حضرت کے ارشاد پر راجہ نے عمل نہ کیا آخر الامر شاہ صاحب لشکر گاہ میں نواب غفران مآب کے رونق افزا ہوئے اور نواب ممدوح سے فرمایا کہ آپ خاطر جمع رکھیں انشاء اللہ تعالیٰ یہ کافر فی الفور بھاگ جاتا ہے پس برکت سے دعاے اولیاء اللہ کی وہ راجہ میدان جنگ سے دو ساعت کے اندر بھاگ گیا۔ لشکر اسلام فتحیاب ہو کر اسکا متعاقب ہوا اور بہت مال و اسباب اُسکا لیکر آیا۔ اور داخل سرکار آصفیہ کیا نواب ممدوح کو شاہ صاحب سے اعتقاد زیادہ ہوا تاریخ گلزار آصفیہ میں مرقوم ہے ذایشاں باشندۂ ہندوستان بودند عرف شاہ ٹاٹ جبہ ٹاٹ پوشیدہ کلاہ کاغذ بر سر خویش پیدا شتند وبران ریسمان باریک مثل دستار بستند چوں در شہر اورنگ آباد آمدند۔ باب فتوح مفتوح شد ہمہ بار تقسیم میکردند مولوی سید قمر الدین صاحب را در خدمت ایشان اعتقاد پیدا شدہ اکثر بملاقات میر سیدند وآنحضرت عالم اسماے الہٰی بودند و مرید شاہ کلیم اللہ مدنی و علم ظاہری این قدر نبود در عہد نواب مغفرت مآب بقید حیات بودند۔ مولف عاصی کہتا ہے کہ حضرت شاہ کلیم اللہ مدنی سے بھی فیض حاصل کیے ہونگے اس بیان سے کچھ مضمون سابق کا خلاف نہیں ہوسکتا حضرت شاہ علی اکبر صاحب کے تربیت یافتہ ہوں میں کچھ کلام نہیں بلکہ شاہ عنایت صاحب عرف شاہ ٹاٹ صحن خانقاہ میں حضرت شاہ علی اکبر صاحب واقع برہان پور کے مدفون ہیں ۱۲ شوال اُنکی تاریخ وفات ہی اور باشندۂ ہندوستان لکھنے سے ناواقفی تمام ظاہر ہے اگر اُن کے مولد و منشا سے واقف ہوتے تو نام اُسی مقام کا لکھتے۔

جناب شاہ کربلائی صاحب علیہ الرحمۃ

کربلاے معلی سے تشریف فرماے برہان پور ہوئے تھے ہمیشہ عبادت الہٰی میں اوقات معمور رکھتی محلہ سنوارہ میں عقب خانقاہ حضرت شاہ علی اکبر صاحب کے اُنکا مزار ہے

جناب شاہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب عباسی علیہ الرحمۃ

ہم جد قاضی نجم الدین صاحب ابن قاضی حبیب احمد صاحب کے تھے علوم منقول و معقول فروع و اصول مولوی محمد امین صاحب اور حضرت شاہ غلام محمد صاحب سے جو مسجد مدرسہ برہان پور میں رونق بخش تھے تحصیل کیے اور قاضی محمد حیات صاحب کے تلمذ سے بھی بہرہ یاب ہوئے اپنے زمانے میں فرد بے نظیر تھے کتب نایاب اُنکے پاس تھیں برہان پور میں کوئی عالم اُنکے برابر اُس وقت نہ تھا حکیم لاثانی مولوی محمد

اسحق صاحب برادر خورد اُنکے تھے اور مسجد واقع چوک میں رہتے تھے قاضی فضل الرحمن صاحب و قاضی
سعد الرحمن صاحب ہمشیرہ زادے اُنکے تھے مولوی سید قدرت اللہ صاحب نے جمیع علوم اُنسے
تحصیل کیے اور اُنکے جانشین ہوئے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اور مولوی محمد امین صاحب قریب
مقبرہ حضرت شاہ عبد اللہ صاحب شیخ پورہ کے پاس نزدیک قبور مولوی سلام الرحمن صاحب کے مدفون ہیں

جناب حضرت مولوی سید قدرة اللہ صاحب علیہ الرحمۃ

مولد و منشار اُنکا شہر برہان پور ہے تحصیل علوم منقول و معقول مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم کیخدمت میں
کی اور اُنکے جانشین مسجد چوک برہان پور میں ہوئے سوائے کتب نایاب مرحوم موصوف کے دوسرے
ملکوں اور حرمین شریفین سے بھی اکثر کتابیں اُنکو بہم دست ہوئیں اللہ تعالی نے اُنکی مجلس وعظ میں
عجب تاثیر عطا فرمائی تھی کہ جو کوئی سنتا تھا اُنکے بیان کا مفتون ہوجاتا تھا سلسلہ قادریہ چشتیہ میں ہزارہا
طالبان حق اُنکے مرید ہوئے ملک خاندیس و برار و اورنگ آباد و بندر سورت وغیرہ شہروں میں بہت
لوگ اُنکی بیعت سے مشرف ہوئے بندر مبارک سورت سے جہاز پر سوار ہوکر حرمین شریفین میں پونہچے
اور حج و زیارات سے سعادت دارین حاصل کی آمد و رفت میں اس سفر کی عرصہ دو سال کا منقضی ہوا
حرمین شریفین میں بھی بزبان عربی وعظ بیان کرتے تمام اہل عرب اُنکے مضامین سنکر کمال خوشنود و
محظوظ ہوتے حسن اتفاق سے جناب مولوی حکیم غلام حسین خانصاحب ناظم عدالت دیوانی بلدۂ
حیدرآباد بھی اُس سفر میں باہم رفیق رہے حکیم صاحب موصوف تحریر نظم و نثر عربی میں ادیب بے عدیل
تھے اور اکثر علما و حکمار عصر اُنکے تلامذہ تھے بعد ازاں مولوی قدرة اللہ صاحب وہاں سے مراجعت
کرکے بندر بمبئی میں تشریف فرما ہوئے بمبئی میں بھی بہت لوگ اُنکی بیعت سے مشرف ہوئے جب
برہان پور میں بخیر و عافیت پونہچے مسجد چوک کے وسیع ہونیکی تجویز کی اور چند روز میں بہت جلد تعمیر
جدید مسجد کی انصرام کو پونہچائی چنانچہ خواجہ یکدم شاعر برہان پور نے تاریخ بنائے مسجد یہ لکھی ہے۔

بنام حضرت حق ابتدا شد	کہ این مسجد بنا بہر خدا شد	فدا کن جان بجانان گم بر بن قول	کہ بود از قدرت اللہ حسن بنا شد ۱۲۶۳

سالم مصرع مادۂ تاریخ ہے کاف بیانیہ داخل اعداد ہے اور لفظ قدرت تار فرشت سے لکھا گیا ہے
اگرچہ یہ دو نو باتیں حسن کلام کے سوائے ہیں تاریخ میں صورت مکتوبی کا شمار ہوتا ہے قدرت کی

تار مصدری عربی میں بشکل ہار ہوز لکھی جاتی ہے اور نام میں ترکیب عربی ہے اور ہار ہوز کے عدد پانچ ہیں بعد اختتام تعمیر مسجد کے اسی سال یعنی ۱۲۳۸ھ بارہ سو اڑتیس ہجری میں واصل رحمت الٰہی ہوئے اور مسجد موصوف کے صحن میں قریب حوض کے مدفون ہوئے بسبب لاولد ہونے حضرت موصوف کے جناب مولوی سید محمد میر صاحب اُنکے اہل قرابت سے جانشین ہوئے جبکہ مولوی محمد میر صاحب ۱۲۵۷ھ بارہ سو ستاون ہجری میں جہان فانی سے رخصت ہوئے اُنکے فرزند مولوی سید سعادت میر صاحب قائم مقام ہوئے لیکن افسوس ہے کہ بعد مولوی قدرۃ اللہ صاحب کے اُنکا کتبخانہ بیش بہا تباہ ہوگیا

حضرت مولوی سید ابراہیم صاحب علیہ الرحمۃ

صاحب علم دین واہل معرفت ویقین تھے فیض رسانی میں علوم شریعت وطریقت کے اور ہدایت خلایق میں مدام مصروف رہتے اُنکے دو فرزند تھے اول سید ناصر صاحب علیہ الرحمۃ کہ حیدرآباد میں فوت ہوئے اُنکے فرزند میر عبدالقادر صاحب مرحوم مسجد جامع میں رہتے تھے وہ لاولد انتقال کرگئے دوسرے فرزند سید ابراہیم صاحب کے حافظ سید کرم اللہ صاحب تھے اُنکا تذکرہ علیحدہ لکھا جائے گا۔

حضرت مولانا مولوی سید ضیاءالدین المعروف اللہ دیئے صاحب علیہ الرحمۃ

خلف رشید حضرت مولوی سید شاہ نقی صاحب کے برادر خورد حضرت مولوی سید جلال الدین اللہ ولے صاحب کے تھے حافظ قرآن مجید وعالم باعمل وجامع علوم دین متین تھے مولد ومنشا اُنکا برہان پور ہے ہمیشہ کسب علم حدیث واصول وفروع کی درس وتدریس جاری رکھتے منجملہ تلامذہ سے حضرت کے مولوی محمد جمیل صاحب قاضی بلدہ برہان پور تھے اور اکثر مطالعہ میں کتاب احیار العلوم امام محمد غزالی کے مشغول رہتے اور بالکل اُسپر عمل کرتے کمال متوکل اور قانع تھے امور دنیا کی طرف ہرگز التفات نکرتے بعد شرف ہونے حج وزیارات حرمین شریفین کے شاہجہان آباد دہلی میں پونہچکر حضرت مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت والا میں حاضر ہوئے اور کتب حدیث واحیار العلوم ومعارج القدس امام غزالی حضور مولٰنا سے پڑھتے رہے چنانچہ جناب مولوی حیدر علی صاحب مصنف منتہی الکلام نے بالمشافہہ مولف عاصی سے فرمایا کہ میں بھی معارج القدس میں حافظ اللہ دیا صاحب کا ہم سبق رہتا تھا بتاریخ ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۳۵ھ بارہ سو پینتیس ہجری شب دوشنبہ بشاہجہان آباد دہلی میں جہان فانی سے لاولد رخصت ہوئے

اور قبرستان میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کے مدفون کئے گئے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے تعزیت نامہ اس حادثہ جانکاہ کا بصیغۂ ڈاک مولوی اللہ والی صاحب کو ترسیل فرمایا تھا۔ کتاب معارج القدس کے مضامین جامع علوم حقایق و تصوف و کلام ہیں مولف عاصی کے مطالعہ میں بھی آئی ہے

حضرت مولوی میر عوض صاحب علیہ الرحمۃ

اہل قرابت سے غلام محی الدین خان صاحب متولی مسجد جامع برہانپور کے تھے عالم فاضل زمرۂ مجردان خدا پرست سے تھے شادی نہیں کی تھی علم حکمت میں بھی کامل تھے ہمیشہ مسجد جامع میں شب روز رہتے کتبخانہ وقفی بھی اُنکے ملاقہ میں تھا اور ذاتی کتبخانہ بھی اُنکا علیحدہ تھا جناب مولوی میر شجاع الدین حسین صاحب و مولوی محمد جمیل صاحب قاضی برہان پور و مولوی سید عبداللہ صاحب و مولوی سید مطیع اللہ صاحب و قاضی غلام محمد صاحب والد مولف و مولوی سید محمد میر صاحب و حکیم میر علی نقی صاحب و حافظ سید کرم اللہ صاحب وغیرہ حضرت موصوف کے تلامذہ تھے مسجد جامع میں مجلس وعظ بھی منعقد فرماتے تھے خوشنویسی میں بھی یکتائے زمانہ تھے اور علم حکمت میں بھی اطبائے عصر اُنکے شاگرد تھے صحن میں مسجد مرصودکے مدفون ہوئے

حضرت مولوی محمد ابو تراب صاحب علیہ الرحمۃ

فرزند حضرت حافظ محمد یحیی صاحب ابن حضرت مولوی محمد تقی صاحب خلف حضرت شاہ محمد یحیی عرف خاصہ میاں صاحب سابق الذکر جامع علوم ظاہر و باطن و فیض یافتہ اپنے بزرگان اہل کمال کے تھے انکی والدہ صاحبہ حضرت قاضی سید محمد صاحب کی پوتی تھیں قاضی موصوف زمرۂ سادات حسینی صحیح النسب ہے اور مورث اعلی قاضیان نصیر آباد کے تھے تحصیل علوم اپنے بزرگوں سے اور حضرت مولوی سید جلال الدین عرف اللہ والے صاحب سے کی تھی اور بلدہ برہان پور سے شہر ایلچپور میں تشریف فرما ہو کر زمان حکومت میں نواب صلابت خان و نواب نامدار خان کے محکمۂ عدالت ایلچپور پر مامور رہے اور علم دین کی تدریس بھی حتی الامکان جاری رکھی بتاریخ ۲۳ شہر ذی الحجہ ۱۲۵۶ھ بارہ سو چھپن ہجری دنیائے ناپائدار سے طرف دار القرار کے رخصت ہوئے مزار ایلچپور میں بیرون احاطہ درگاہ حضرت شاہ عبدالرحمن صاحب غازی قدس سرہ کے واقع ہے اُنکے فرزند حضرت قاضی غلام محمد صاحب والد ماجد مولف عاصی کے تھے

حضرت شاہ غلام محمد صاحب المعروف حافظ غلامی صاحب علیہ الرحمۃ

اہل اللہ تارک الدنیا ذی علم متوکل تھے مکان اُنکا قریب دروازہ سندھی پورہ شارع عام پر متصل مسجد کے واقع ہے اُنکے برادر خرد جناب شاہ غلام شیخین عرف شیخن صاحب تھے یہ دونوں بزرگ صاحب علم و فضل اور صاحب ارشاد طریقت تھے برہان پور میں صدہا اُنکے تلامذہ اور مرید و خادم تھے دونوں صاحب صحن مسجد موصوف میں مدفون ہوئے جناب میر یعقوب علی صاحب مرحوم اُنکے جانشین ہوئے

حضرت مولانا مولوی میر شجاع الدین حسین صاحب علیہ الرحمۃ

تاریخ گلزار آصفیہ مصنفہ حکیم غلام حسین خان المخاطب بہ خان زمان خان جو ۱۲۶۰ھ بارہ سو ساٹھ ہجری میں مرتب ہوئی تھی اُس میں اور تاریخ خورشید جاہی میں حضرت موصوف کے حالات مندرج ہیں لیکن مولوی محمد امیر اللہ صاحب برادر جناب مولوی محمد انوار اللہ خان بہادر نے کتاب مناقب شجاعیہ تصنیف فرما کر احوال حضرت ممدوح کا بتفصیل تمام باحاطہ تحریر لائے ہیں ۱۳۰۷ھ تیرہ سو سات ہجری میں مطبوع ہوئی ہے اُن دونوں کتابوں میں سے مضمون منتخب تہیناً تبرکاً مرقوم ہوتا ہے مناقب شجاعیہ میں اکثر مضامین حسب ارشاد جناب مولوی میر محمد قایم صاحب نبیرۂ خورد حضرت ممدوح کے مندرج ہوئے ہیں اور نسب نامہ سلسلہ سے حضرت محمد بن حنفیہ فرزند حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہم لکھے ہیں اور گلزار آصفیہ میں از سادات علوی حسینی بلا تفصیل مندرج ہے حضرت ممدوح خلف ارشد جناب سید کریم اللہ صاحب کے تھے اُنکے والد ماجد جناب مولوی محمد دایم صاحب کو محمد شاہ بادشاہ دہلی نے قاضی سرکار مانڈو و گڑھ صوبہ مالوہ مقرر فرمایا تھا بعدہ نواب نظام الملک آصفجاہ اول نے اُنکو قاضی شہر برہانپور مقرر کیا آخر کار یہ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید جناب مرزا عبد القادر بیدل سے علاقہ تلمذ رکھتے تھے اور میر محمد دایم صاحب کو بھی نسبت تلمذ مرزا صاحب سے تھی لہذا بسبب سابقہ معرفت کے نواب شہید نے جناب میر محمد دایم صاحب کو بعد جلوس مسند ریاست کے اپنے ارکان دولت میں شریک کیا اور سید کریم اللہ صاحب کو بھی خطاب خانی بہادری اور منصب انتظام بارگاہ خاص سے سرفراز فرمایا بعد شہادت نواب ناصر جنگ کے دونوں صاحب برہان پور میں رونق افزا ہو کر اقامت گزین ہوئے پس حسن اتفاق سے میر کرم اللہ خان بہادر نے عالم رویا میں یہ واقعہ دیکھا کہ ہوائے تند سے برہان پور میں دفعتہً سب چراغ شہر کے خاموش ہو گئے مگر ایک چراغ مسجد جامع برہان پور میں روشن ہے بعد بیداری کے اُس خواب کی تعبیر بشارت ولادت فرزند تجویز ہوئی اور ساٹھ برس کی عمر میں دختر نیک اختر سے

متولی مسجد جامع برہان پور کی جو کہ خواجہ صدیق صاحب المعروف میر غلام محی الدین خان صاحب نبیرۂ جناب خواجہ ہاشم قدس سرہ تھے عقد شادی میمنت آبادی جلوۂ ظہور میں آئی عرصۂ دو سال میں تولد حضرت مولوی میر شجاع الدین صاحب کا زمانِ مسعود ۱۱۹۱ھ گیارہ سو اکیانوے ہجری میں واقع ہوا لیکن بعد ایکسال کے بقضائی الٰہی میر کریم اللہ خان صاحب رحلت فرمائے عالم بقا ہوئے اور میر غلام محی الدین خان نانا صاحب حضرت موصوف کے متکفل تربیت حضرت ممدوح کے رہے اور علوم کی تحصیل اپنے نانا صاحب سے اور بعضے علمائے برہان پور سے کرتے رہے اور ۱۲۰۶ھ بارہ سو چھ ہجری میں حضرت کے نانا صاحب بھی رہگراے ملک عقبیٰ ہوئے مناقب شجاعیہ میں حضرت کے نانا صاحب کو خواب دیکھنے والا لکھا ہے جب حضرت موصوف کا سن شریف تخمیناً بیس سال کا ہوا بندر سورت کو روانہ ہوکر بسواری جہاز حرمین شریفین میں پہنچے اور حج و زیارات سے مشرف ہوکر تشریف فرمائے برہان پور ہوئے پھر وہاں سے حسب الطلب نواب فتح الدولہ کے جو اہلِ قرابت سے تھے ۱۲۱۶ھ بارہ سو سولہ ہجری میں رونق افزائے بلدۂ حیدرآباد ہوئے اور جناب مولٰنا عزت یار خان محی الدولہ صدر الصدور سے صحیح بخاری شریف وغیرہ صحاح کی سند حاصل کی بعد ازاں واسطے حصول مراتب طریقت کے حضرت مولانا شاہ رفیع الدین کی خدمت میں بمقام قندھار جو قریب ضلع ناندیر کے حیدرآباد سے تخمیناً دس منزل ہے با خلاص تمام حاضر ہوکر ریاضت و سلوک علم باطن میں مشغول رہے اور خرقۂ خلافت سے طریقہ قادریہ نقشبندیہ وچشتیہ ورفاعیہ کے سرفراز ہوکر رونق بخش حیدرآباد ہوئے تمام عمر شریف عبادت الٰہی اور ہدایت خلق و تعلیم علوم دین و تلقین علم باطن میں صرف کی نماز فرائض و سنن و اشراق و ضحی و تہجد و نوافل میں ایک ایک ختم قرآن مجید علٰحدہ علٰحدہ پڑھا کرتے اور حفظ قران شریف و علمِ تجوید کا یہ حال تھا کہ ہفت قرأت سب خوب از بر یاد تھیں جس قرأت کو شروع کرتے اخیر قرآن تک اُسی قرأت میں ختم کرلیتے بہت لوگ اُنکی تعلیم سے حافظ قرآن ہوئے اور علوم دین اُنکے مدرسہ میں حاصل کئے مسجد جامع بلدۂ حیدرآباد کی تولیت حضرت موصوف کی طرف رہی مسجد کی رونق آبادی زیادہ ہوئی اور مدرسہ میں حضرت کے صدہا طالب علم رہکر فوائد ظاہری اور فیوضات علوم دینی و مراتب باطنی حاصل کیے جناب نواب ناصر الدولہ غفران منزل آصفجاہ رابع تعظیم و تکریم حضرت موصوف سے ملاقات کرتے تھے اور نواب شمس الامرا امیر کبیر محمد فخر الدین خان مرحوم اور نواب منیر الملک

اور راجہ چندو لال اور جملہ اکابر و مشایخ و علما و امرا و جمعداران و ارکانِ دولت حضرت ممدوح سے کمال اعتقاد
رکھتے اور بدرجہ نہایت اعزاز و اکرام بجالاتے اور حضرت جس شخص کے واسطے سفارش فرماتے سب امراے
حیدرآباد اپنی سعادت دارین سمجھکر اطاعت امرِ والا بسر و چشم کرتے اور سب خاص و عام بجان و دل حضرت
پر نثار رہتے اور نظم و نثر میں عربی و فارسی و اردو کی تصانیف حضرت کی مشہور و معروف ہیں بعضے اشعار میں
فقیر تخلص فرماتے تھے چنانچہ جوہر النظام رسالہ عربی منظوم علم فقہ حنفی میں ہے اور زبان اردو میں ہندی
کشف الخلاصہ جو تاریخی نام ہے کہ بارہا مطابع ہندوستان و بندر بمبی و بلدۂ حیدرآباد وغیرہ میں مطبوع
ہوتا رہتا ہے لیکن مثل دیگر کتب درسی گلستان و بوستان وغیرہ کے کم علم لوگوں نے اس میں کمی و بیشی
بھی کردی ہے چنانچہ بیت مشعر تاریخ یہ ہے سے ختم پر گزرے تھے جو ہجرت کے سال ٭ ہندی کشف
الخلاصہ سے نکال ٭ اصل نام رسالہ کشف الخلاصہ ہندی ہے ضرورت شعر سے تقدیم و تاخیر ہوئی ہے
یعنی ۱۲۲۶ بارہ سو چھبیس ہجری میں اسکی تصنیف ہوئی ہے لیکن لوگوں نے غلط فہمی سے لفظ ہندی میں یا
سین زیادہ کرکے لفظ ہندسے لکھدیا بھلا یہ نسمجھے کہ حضرت نے اس نظم میں خود فرمایا ہے کہ رسالہ فارسی کا
ہمنے ہندی میں ترجمہ کیا ہے فقط کشف الخلاصہ کے عدد گیارہ سو ستاون ہوتے ہیں اور حضرت
کی ولادت ۱۱۹۱ گیارہ سو اکیانوین ہجری میں ہوئی ہے سوائے اسکے رسالہ اردو علم قرأت میں اور رسائل
فارسی رویتِ الٰہی و فوائد جماعت و جہر و قدر و سماع و سلوک وغیرہ اور مناجات منظومہ عربی و قصائد عربی و
مراسلات و خطب منظومہ عربی و خطب نثر و قصائد فارسی و اردو تصانیف سے حضرت کی بہت ہیں اکثر
علماے زمان حضرت کے تلمذ کو اپنا فخر دارین سمجھتے تھے چنانچہ صدہا اس سعادت سے مشرف ہوئے از انجملہ
حضرت کے خاندان خاص سے جناب حضرت حاجی عبداللہ صاحب صاحبزادۂ عالی مراتب اور آنکے دونوں
فرزند جناب میر محمد دایم صاحب و جناب میر محمد قایم صاحب اور مولوی سید اسمعیل صاحب اور مولوی سید
علی بادشاہ صاحب اور مولوی علاءالدین حیدر صاحب ہم جد حضرت کے تھے سوائے انکے جناب مولوی احمد
حسن صاحب ساکن محلہ شکر گنج بلدہ حیدرآباد و میر فیض الدین صاحب مہتمم مدرسہ علاقہ حضرت و مولوی غوث الدین
صاحب اُستاد نواب روشن الدولہ فرزند نواب ناصر الدولہ بہادر غفران منزل آصفجاہ رابع وغیرہ علما و
فضلاے معاصر حضرت کے زمرۂ تلامذہ سے اور مریدین بھی حضرت کے حیدرآباد و اطراف و بلاد میں ہزارہا

بیشمار بکثرت ہوتے رہے اگرچہ حضرت کے خرق عادات وکرامات وپیشین گوئیاں بے حد ونہایت ہیں
لیکن بعضے متواتر ومشہور مشتے نمونہ ازخروارے حیطۂ تحریر میں آتی ہیں نواب الف خاں بہادر رئیس ملک
کرنول نے بکمال آرزو حضرت کو طلب کیا تھا چنانچہ حضرت بنفس نفیس مع صاحبزادہ عالی مراتب جناب
حاجی عبداللہ صاحب کرنول میں برائے چندروز تشریف فرما ہوئے نواب نے نہایت عقیدت سے
تعظیم وتکریم ولوازم مہمانداری ادا کیے پھر حضرت مراجعت فرمائے حیدرآباد ہوئے بعد زمانِ دراز کے
جب نواب کا انتقال ہوا فرزند نواب کا غلام رسول خان مسند نشین ریاست ہوا اور ارادہ جنگ کا سرکار
انگریزی سے بطور مخفی کیا نواب مبارز الدولہ بہادر برادر نواب ناصر الدولہ بہادر غفران منزل بھی متفق
رائے اُسکے ہوئے پس رئیس کرنول نے حضرت ممدوح کو بھی اپنے عزم بالجزم سے مطلع کیا اور حضرت کو
واسطے مدد واعانت کے طلب کیا حضرت نے عنایت نامہ ہدایت آمود تحریر فرمایا چنانچہ نقل اُسکی مناقب
شجاعیہ میں مندرج ہے حاصل اُسکا یہ ہے کہ قوم نصاری سے ملک اہل اسلام میں کچھ خلل نہیں ہے بلکہ
وہ مددگار اور نگہبان اس ملک کے ہیں کہ بسبب اُنکے دوسرے کفار اہل اسلام کے مقابل نہیں ہوسکتے
پیشتر ہزارہا مفسد وقطاع الطریق وقوم پنڈھارہ وغیرہ ملک برار وخاندیس وغیرہ میں بہت ظلم وزیادتی کرتے
تھے نصاری کی تدبیر سے اُنکا نام ونشان باقی نرہا جبکہ احکام میں اسلام کے بسبب نصاری کے خلل
نہیں ہے اور نہ کسیکو طاقت اُنکے اخراج کی اس ملک سے ہے پس اُنکی مخالفت کرنا موجب اہانت اسلام
وقتل عظیم اہل اسلام ہے جیسا کہ بعضے لوگ ہندوستان کے قوم سکھوں سے جہاد کا قصد کیے اور ہزارہا
علما وصلحا مقتول ہوئے مناسب یہ ہے کہ اس زمانہ میں نماز روزہ واحکام دین کے جاری کرنے میں
اور رعایا پروری وہمت علما وصلحا اسمیں سعی کیجائے جہاد موافق شریعت کے مشکل ہے یہ جنگ نفسانی و
ملک ستانی کی ہے ہرگز خیال جنگ وجدال کا نکرنا اگرچہ بنظر خیرخواہی یہ مضمون خلاف مزاج لکھا گیا ہے مگر ع
صبر تلخست ولیکن برِ شیرین دارد افسوس ہے کہ غلام رسول خان نے حضرت کے نصایح خیرخواہانہ و
ارشاد کرامت بنیاد پر لحاظ اور غور نکیا آخرالامر جنرل فریزر صاحب بہادر رزیڈنٹ حیدرآباد سے روانہ ہوئے
اور شہر کرنول کا محاصرہ کیا اور تمام ملک کرنول داخل سرکار انگریزی ہوگیا اور راجہ چندولال نے بعرض
حضور غفران منزل نواب مبارز الدولہ بہادر کو قلعہ گولکنڈہ میں حسب مصلحت وقت بنظر حراست روانہ کیا

جب رزیڈنٹ صاحب نے غلام رسولخان کے قلمدان میں عنایت نامہ حضرت کا دیکھا راجہ چندولال
سے حضرت کی ملاقات کی درخواست کی راجہ صاحب نے حضرت سے عرض کی کہ رزیڈنٹ صاحب آرزومند
ملاقات کے ہیں حضرت بسواری میانہ کوٹھی میں تشریف فرما ہوئے رزیڈنٹ صاحب نے بکمال تعظیم
ملاقات کی اور وہ عنایت نامہ ملاحظہ میں پیش کر کے استفسار کیا کہ یہ خط آپکا ہے حضرت نے فرمایا ہاں
میں نے غلام رسول خان کو لکھا تھا رزیڈنٹ صاحب نے کہا کہ اگر نواب اسپر عمل کرتا تو اسکا ملک
اُسکے ہاتھ سے نجاتا یہ پیشین گوئی ایک خاص کرامت حضرت کی تھی کہ حضرت کی عدول حکمی کرنے سے
اُسکی ریاست جاتی رہی اور کلام و نصایح وعظ میں حضرت کے یہ تاثیر تھی کہ ہر سنگدل کا قلب مثل موم کے
ہوجاتا اور حضرت کا کلام کنقش الحجر کندہ ہوجاتا چنانچہ راجہ سنبو پرشاد تاثیر نصیحت اور توجہ سے حضرت کی
بطور مخفی مشرف باسلام ہوئے اور اُنکی زوجہ فضل بیگم مرید حضرت کی ہوئیں اُس مجلس میں حضرت مولوی
سید جلال الدین المعروف اللہ والے صاحب اور جناب حاجی عبداللہ صاحب مولوی سید عبدالکریم صاحب
وغیرہ شریک تھے اُس روز نام راجہ کا غلام رسول مقرر ہوا بسبب متصل ہونے مکان کے دروازہ زنانہ
میں قائم کیا گیا تھا کہ راجہ اور اُنکی زوجہ ہر روز حضرت کی ملازمت سے مشرف ہوتے اور روز بروز اُنکے اخلاص
وعقیدت میں ترقی ہوتی جاتی تھی اخیر عمر میں راجہ نے علانیہ اپنا اسلام ظاہر کر کے جان بحق تسلیم کی اور
ازانجملہ مسیح تلیا کہ دو ہزار فوج باقاعدہ کا کمانڈنگ تھا اپنے اہل مذہب سے وہ ناراض ہوا اور راجہ چندولال
مدارالمہام وقت سے اجازت داخل ہونیکی دین اسلام کی حاصل کی مشارالیہ نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک بزرگ کے ہاتھ پر اسلام
لایا لیکن حضرت سے واقف نہ تھا باوصفیکہ لالہ چندولال اور دوسرے لوگوں نے کسی دوسرے بزرگ کے ہاتھ پر اسلام لانیکی ترغیب
دی لیکن مطابق خواب کے شکل و شمائل نہونیسے چندے تامل کیا جب حضرت کے جمال پاک سے مشرف ہوا خواب
میں دیکھا تھا وہی شکل نظر آئی بے اختیار قدمبوس ہو کر خواب کا واقعہ عرض کیا دوسرے روز مسجد جامع میں حاضر ہو کر دست
حق پرست پر مشرف باسلام ہوا حضرت نے غلام مرتضیٰ اسکا نام تجویز فرمایا اُسکے اہل برادری تین آدمی بھی اُسکے ساتھ داخل دین اسلام
ہوئے بعد چند روز صاحبو کمندان جو ایک ہزار فوج کا کمانڈنگ تھا مع دوسرے آدمیوں کے حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوا اُسکا
نام صاحب حسین حضرت نے مقرر فرمایا واقعات کرامات خرق عادات حضرت کے بیشمار ہیں مناقب شجاعیہ میں اکثر مندرج ہیں اُسکے دیکھنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ موافق اولیائے سلف کے اس زمانہ اخیر میں حضرت کو ایک عالی مرتبہ حاصل تھا جسوقت حضرت کے فرزند الاکبر

جناب حاجی عبد اللہ صاحب بارادۂ زیارت بزرگان حضرت کی خدمت سے رخصت یاب ہوکر تشریف فرمائے برہان پور ہوئے اور چندے وہاں قیام فرماکر پھر طرف حیدرآباد کے مراجعت فرمائی جب قصبہ دیو نی نواح اودگیر میں پونہچے بوقت نیم شب نماز تہجد کے واسطے بیدار ہوکر بارادۂ وضو باؤلی پر گئے بسبب ظلمت شب وعدم واقفیت کے باولی میں گرے اور جان بحق تسلیم کی علی الصباح ہمراہیوں نے نعش باولی سے نکالکر وہاں دفن کی جب حضرت اس خبر وحشت اثر سے مطلع ہوئے باوجود کمال رنج والم کے سوائے صبر کے کچھ جزع وفزع نکی تمام مریدین اور غلام رسول نے واسطے طلب نعش کے حیدرآباد میں باصرار تمام عرض کیا حضرت نے بارہا اس کاروائی سے انکار کیا اور فرمایا کہ قبر کا کھولنا بعد دفن کے نچاہیے آخر الامر باصرار وتکرار مریدین کے بدرجہ لاچاری بعد قدرے مراقبہ اجازت دی جب صندوق نعش حیدرآباد میں پونہچا لاش صحیح وسالم تھی یہانتک کہ کفن بھی سالم تھا پھر حضرت نے بکمال صبر واستقامت نماز جنازہ بجماعت کثیر ادا کی اور صاحبزادہ کو تفویض لحد فرمایا اور حضرت کی ایک صاحبزادی تھیں جنکے فرزند جناب مولوی سید اسمعیل صاحب ابن مولوی سید عبد الکریم صاحب بدخشانی مغلپورہ میں رہتے تھے اور شہر دہلی میں انکا انتقال ہوا حضرت کے فضائل ومناقب بے انتہا ہیں اس دور اخیر میں ایسے صاحب کمالات ظاہری وباطنی بہت نادر الوجود ہیں آخر بحکم کل نفس ذائقة الموت بتاریخ چوتھی شہر محرم روز جمعہ ۱۲۶۵ بارہ سو پینسٹھ ہجری دنیائے فانی کو وداع کرکے خرامان روضۂ رضوان ہوئے جناب مولوی محمد دائم صاحب خلف جناب حاجی عبد اللہ صاحب علیہ الرحمۃ حضرت کے خلیفہ جانشین ہوئے اور گنبد عالی شان بیرون بلدہ حیدرآباد بصرف مبلغ خطیر تعمیر کیا جناب میر محمد دائم صاحب سے حضرت موصوف کی ناموری اور درگاہ والا کی بخوبی رونق کامل رہی بعد رحلت جناب ممدوح کے چار فرزند ہیں جناب مولوی میر عبد اللہ صاحب و جناب مولوی میر شجاع الدین صاحب وجناب مولوی میر عبد القادر صاحب وجناب مولوی میر اسد حسین صاحب ہر ایک باوصاف بزرگانہ موصوف ہیں جناب میر محمد دائم صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ کی شادی جناب سید محمد بادشاہ صاحب حسینی سے ہوئی تھی انکے چار فرزند جلوۂ ظہور میں آئے فرزند کلان خلیفہ جانشین جناب سید محمد صدیق صاحب نے رحلت فرمائی دوسرے جناب سید احمد علیصاحب عرف منجھلے صاحب ہیں انکے فرزند جناب مولوی سید اعظم علیصاحب نواسہ جناب نواب محبوب نواز الدولہ محمد مسیح الدین خان بہادر

مفتی اول بلدہ حیدرآباد کے ہیں تیسرے جناب سید محمود صاحب عرف مکی میاں ہیں چوتھے جناب مولوی
سید عمر صاحب ذی علم صاحب تصانیف مفیدہ ہیں ازانجملہ کتاب رہبر طریقت ترجمۂ تاج العروس بعبارتِ
مقفا و مسجع بلدہ حیدرآباد میں مطبوع ہوئی ہے اور جناب مولوی سید اسمعیل صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ کی۔
شادی جناب سید شیخن احمد صاحب شطاری سے ہوئی تھی اُنکے دو فرزند جناب مولوی سید غلام غوث
صاحب اور جناب مولوی سید محمد علی صاحب عالم و فاضل عارف کامل ہیں

حضرت مولانا مولوی سید جلال الدین المعروف اللہ والے صاحب علیہ الرحمۃ

خلف اکبر حضرت مولوی سید مفتی شاہ صاحب کے تھے اُنکی ہمشیرہ صاحبہ معظمہ بھی علم و فضل سے موصوف
تھیں اور مجلس مستورات میں وعظ فرماتی تھیں اور ہمشیرہ صاحبہ دیگر بھی بہیں اوصاف موصوف تھیں۔
مستورات میں ایسا فضل و کمال بہت کم مسموع ہوا ہے حضرت اللہ والے صاحب کا مولد و منشا برہان پور ہے
حضرت شاہ علی اکبر صاحب اُنکے نانا تھے ابتدا میں والد ماجد اور ہمشیرہ صاحبہ سے تحصیل علوم کی بعد ازان
حرمین شریفین جا کر چند سال رہکر علم حدیث شریف وغیرہ کی سند وہاں کے علماے نامدار سے حاصل کی طریقہ
عالیہ قادریہ میں والد ماجد سے مرتبہ خلافت حاصل کیا تھا ہزارہا اہل اسلام اُنکی بیعت سے مشرف ہوئے
اور صدہا اُنکے تلمذ سے بہرہ اندوز رہے ازانجملہ دونوں صاحبزادہ عالی تبار جناب مولوی سید عابد اللہ صاحب
و جناب مولوی سید مطیع اللہ صاحب و مولوی محمد ابو تراب صاحب جد مولف عاصی و قاضی غلام محمد صاحب والد
مولف عاصی و ہم مولف عاصی و مولوی حافظ محمد منتہر صاحب و مولوی حافظ سید رحیم الدین صاحب و حافظ
سید نجم الدین صاحب و محمد مقیم صاحب و سراج الدین صاحب و حافظ عبد الغنی صاحب و حافظ عبد الغفار صاحب
و حافظ انورخان صاحب وغیرہ حصول فیوضات علمی سے فخر دارین حاصل کر چکے ہر گاہ کہ حضرت عالم باعمل تھے
کلام ایسا سریع التاثیر تھا کہ مجالس وعظ میں ہزاروں اہل اسلام حاضر ہوتے اور اپنے گناہوں سے تائب ہو جاتے
شہر حیدرآباد میں بھی چند سال رونق بخش رہے اور خاص و عام کی ہدایت بانعقاد مجالس وعظ مکہ مسجد میں اور
محل میں نواب شمس الامرا امیر کبیر محمد فخر الدین خان مرحوم کے باحسن وجوہ جاری رکھی نواب صاحب قریب
دو سو روپیہ ماہوار کے حضرت کی خدمت میں باعتقاد تمام بھیجتے تھے اور حضرت کے فرمانے سے محاسن زیب چہرہ
کی تھی۔ احکام الٰہی از قسم اوامر و نواہی امرا غربا و ادنی و اعلی سبکو برابر پہنچاتے کسیکی مروت وعظ و نصائح میں

نکرتے جناب نواب ناصر الدولہ غفران منزل آصفجاہ رابع بھی بکمال اعزاز و اکرام حضرت کی ملاقات سے محظوظ
ہوتے تھے غفران منزل کو عالم رویا میں حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم واسطے ملاقات کے
ہوا تھا بعضے اوقات جانب ملک مالوہ حضرت تشریف فرما ہوتے تھے چنانچہ شہر ٹونک میں نواب امیر خان اور
شہر جاورہ میں نواب غوث محمد خان وہاں کے رئیس اور اُنکے محلات اور امرا اکابر ہزاروں حضرت کے
معتقد اور مرید ہوئے اور خاص و عام صوبہ مالوہ کے معتقد تھے اور نواب ٹونک اور نواب جاورہ ہمیشہ ماہوار
حضرت کی خدمت میں بھیجتے تھے نواب امیر خان نے تاثیر زبان مبارک سے حضرت کی افیون ترک کردی
اور سرکار آصفیہ سے تعلقہ جامود صوبہ برار میں دو روپیہ یومیہ ابتک وصول ہوتا ہے حضرت موصوف
آغاز شباب میں بھی تشریف فرمائے حیدرآباد ہوئے تھے۔ لیکن نوکری سرکاری موافق شریعت کے ملنا
دشوار تھی لہذا واسطے ملاقات حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ کے رحمت آباد کو روانہ ہوئے۔
خواجہ صاحب نے باعزاز و اکرام چند روز مہمان رکھا اور شہر دار الخیر اجمیر میں واسطے زیارت جناب حضرت
خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کے گئے تھے وہاں مجالس وعظ میں امر معروف ممنوعات زیارت
قبور کے بیان کیے وہاں کے مجاورین وغیرہ ناراض ہوکر درپے قتل ہوئے شب جمعہ حضرت سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آنحضرت نے ایک دعا پڑھنے کے واسطے ارشاد فرمایا برکت سے
اُس دعا کی اللہ تعالی نے اُن لوگوں کے شر سے محفوظ رکھا واقعات کرامات حضرت اللہ والے صاحب کے
بیشمار ہیں از انجملہ یہ ہے کہ مقام چھاؤنی اندور میں بوقت غدر مفسدوں نے بہت انگریزوں کو قتل کیا تھا
کسی انگریز کی قتل کی تہمت میں سردار محمد خان مرید حضرت کے گرفتار ہوگئے تھے صدہا لوگوں کو اس جرم
میں پھانسی دیجاتی تھی حضرت نے خواب میں اُنکو دعا تعلیم کی پس دعا حسب الحکم پڑھتے رہے برکت سے
اُس دعا کی حاکم دریافت نے سردار محمد کو اُس جرم سے بری کر کے رہا کردیا اور سات سو روپیہ انعام اور
ایک تلوار اور خطاب خانی بہادری عطا کیا دوسرا واقعہ یہ ہے کہ عبداللہ خان ساکن آکولہ حضرت کے مرید تھے
جلگانو میں مرزا عباس علیخان عرف نواب جانی صاحب نے اُنکو مقید کیا تھا اور رہائی سے مایوسی تھی حضرت
نے خواب میں اُنسے فرمایا کہ ناامید مت ہو انشاء اللہ تمھاری رہائی ہوجائیگی میں نے عبید اللہ میاں کو
تمھاری رہائی ہونیکے واسطے بھیجا ہے پس اُس روز ہی جناب مولوی عبید اللہ صاحب یہاں رونق افروز ہوئے

اور انکی سفارش سے عبداللہ خان کی رہائی ہوئی۔ تصنیفات حضرت کی مفید خاص و عام ہیں از انجملہ رسالہ ضروریات المبتدی بیان اوراد وغیرہ میں جو کہ دوبارہ مطبع بتدربمبی میں مطبوع ہوا تھا اور کتاب زاد العباد و رسالہ سنن ابراہیم علیہ السلام و رسالہ زیارۃ القبور و رسالہ مناسک حج و رخصت نامہ و وصیت نامہ و رسالہ مسائل حجامت و رسالہ تخفیف مہر و رسالہ نظم عقائد و رسالہ ختم صلوۃ تنجینا و فائدہ عام و اعتذار نامہ بجناب الہی و حفاظت نامہ قبر و جید الاحکام فی بیان الحلال و الحرام و انصاف نامہ رد مذہب شیعہ میں و منافع المسلمین علم فقہ میں و رسالہ صرف عربی و رسالہ صرف فارسی اور حضرت کے کتبخانہ میں کتب نایاب علم دین کا خزانہ لاقیمت تھا اکثر قلمی کتابیں خوشخط مطلا تھیں اُس زمانے میں علم دین کی کتابیں کم طبع ہوئیں تھیں عمر شریف نود سال سے زائد تھی بتاریخ پنجم شوال روز جمعہ ۱۲۷۳ھ بارہ سو تہتر ہجری بعارضہ مرض فالج وغیرہ واصل رحمت الہی ہوئے اور صحن مسجد خانقاہ میں حضرت شاہ علی اکبر صاحب کے واقع شہر برہان پور مدفون ہوئے تاریخ خورشید جاہی و تذکرہ علمائے ہند میں بھی حضرت موصوف کے حالات باختصار مذکور ہیں دو قطعہ تاریخ مولوی میر شمس الدین صاحب المتخلص بہ فیض کی تصنیفات سے یہ ہیں۔ ع

بروز جمعہ وہم پنجم شوال ازین عالم	سوئے جنت روانہ شد جلال الدین حق آئین
سر افسوس کردم قطع و تاریخش رقم کردم	یقیناً بود از خاصان حق سید جلال الدین

۱۲۷۳

ایضاً

رفت آن سید جلال الدین بفردوس برین	بود کو در علم دین بے مثل و یکتا کاملے
فیض تاریخ وفات آن ولی اللہ نگاشت	رفت ۱۲ از دار فنا سوئے بقا آگہ دلے

لیکن حسن اتفاق سے محمد وجیہ الدین خاں صاحب معنی کی تاریخ بھی بہت عمدہ ہوئی ہے۔

بروز سعد جمعہ پنجم شوال واصل شد	بذات اقدس بیچون ولے کامل حق بین
زسال وصل او ہاتف بگفتہ در دل معنی	وصال رب اطہر یافتہ سید جلال الدین ۱۲۷۳

حضرت مولانا مولوی محمد جمیل صاحب المعروف بسم اللہ صاحب علیہ الرحمۃ

خلف رشید حضرت مولوی محمد عبد الغفار صاحب کے ہیجد قاضی نجم الدین صاحب ابن قاضی حبیب احمد صاحب کے تھے مولد و منشا انکا برہان پور رہے وہاں حفظ قرآن مجید کیا اور صرف و نحو و فقہ وغیرہ حضرت مولوی سید قدرۃ اللہ صاحب اور حضرت مولانا ضیاء الدین عرف اللہ دیے صاحب اور مولوی میر عوض صاحب سے تحصیل کیے بعدہ شہر حیدر آباد دکن

پونہچے اور خلاصۃ الحساب و فرائض شریفی وغیرہ حضرت مولوی محمد حفیظ صاحب والد ماجد حضرت مسکین شاہ صاحب
کی خدمت میں پڑھتے رہے بعد ازان طرف شاہجہان آباد دہلی کے روانہ ہوئے وہاں حضرت شاہ مولانا
محمد اسحاق صاحب نواسہ جانشین حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کے و مفتی صدر الدین خان صاحب
و مولوی اخوند شیر محمد صاحب وغیرہ علما کی خدمت میں علوم حدیث و تفسیر و فقہ و اصول و منطق و طبیعیات
و الٰہیات و ہیئت و ہندسہ وغیرہ تحصیل کیے اور طریقہ نقشبندیہ و قادریہ میں حضرت شاہ ابو سعید صاحب خلیفہ
حضرت شاہ غلام علی صاحب جانشین حضرت میرزا مظہر جانجانان شہید کی خدمت میں بیعت و خلافت سے
مشرف ہوکر سب سلوک طے کیا پھر وہاں سے شہر لکھنو کا ارادہ فرمایا اور حضرت مولوی میرزا حسن علی صاحب
تلمیذ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی خدمت میں کمالات علم کلام حاصل کیے اور تکمیل علم حدیث و تفسیر سے
اعزاز و افتخار دارین پایا بعدہ وہاں سے واسطے زیارات حرمین شریفین کے روانہ ہوئے اور بعد مراجعت
حرمین شریفین کے رونق بخش برہان پور ہوئے واضح ہو کہ جناب محمد سعد الرحمن صاحب قاضی برہان پور
مولوی محمد جمیل صاحب کے ماموں تھے حسب وصیت انکے بعد مولوی محمد جمیل صاحب سنہ ۱۲۴۹ بارہ سو انچاس
ہجری میں قاضی برہان پور کے مقرر ہوئے بعد ازان وارد بلدہ حیدرآباد ہوئے اور بقیہ عمر تدریس میں طالبان
علم کے ہمیشہ مشغول رہے اور بوقت ابتدائے اجرائے مدرسۂ دار العلوم حیدرآباد سنہ ۱۲۷۳ بارہ سو تہتر ہجری میں
مدرس اول علوم عربی کے مقرر ہوئے تھے جناب مولوی احمد علی صاحب مرحوم رکن مجلس عالیہ عدالت ساکن
شکر گنج منجملات بلدہ حیدرآباد و جناب مولوی حسن زمان صاحب و مولوی علاء الدین حیدر صاحب و نواب
آصف نواز الملک بہادر معتمد صاحب صرف خاص و نواب رفعت یار جنگ یعنی مولوی شیخ احمد حسین صاحب
و نواب مکرم الدولہ بہادر وغیرہ صدہا اشخاص منجملہ تلامذہ حضرت مولوی محمد جمیل صاحب کے ہیں تاریخ
گلزار آصفیہ میں حضرت کا تذکرہ مختصر زمرۂ علما میں مندرج ہے اور تذکرہ علمائے ہند میں بھی قدرے حال انکا
لکھا ہے بتاریخ ۲۳ جمادی الاول سنہ ۱۲۷۴ بارہ سو چوہتر ہجری بعمر تریسٹھ سال کے بعارضۂ پیچش بلدہ حیدرآباد
میں واصل رحمت الٰہی ہوئے اور صحن مسجد میں نواب صفدر نواز جنگ کے واقع محلہ شکر گنج مدفون ہوئے
جناب مولوی میر شمس الدین محمد صاحب المتخلص بہ فیض نے تاریخ وصال انکی تحریر فرمائی ہے **قطعہ**

چون قضا کرد مولوی جمیل — گشت مغموم و نا ہر کہ شنفت
فیض تاریخ ارتحال او — فاضل عمدہ مرد ہاتف گفت

مولف عاصی نے بھی قطعۂ تاریخ اِس واقعہ ہوش ربا کا یہ لکھا ہے ۔

گشتہ جناب مولوی جمیل صاحب اہلِ حق	واصل بذاتِ کبریا وز عالمِ دنیا نہفت
شد صدمہ جانکاہ و ملہم دل زسالش با خلیل	ہفتاد و چار و یکہزار و دو صد از افسوس گفت ۱۲

یہ صوری و معنوی تاریخ ہے لفظ گفت مادہ تاریخ میں داخل نہیں ہے حضرت موصوف کے دو فرزند تھے
اول محمد اسم اللہ صاحب کہ حضرت شاہ سعد اللہ صاحب قدس سرہ سے بیعت کی تھی اور بجائے اپنے نانا
صاحب جناب سید محمد امین الدین علی صاحب باگمار کے بعہدہ جمعداری سوارانِ پائگاہ نواب شمس الامرا
امیر کبیر محمد فخر الدین خان مرحوم کے ملازم تھے دوسرے محمد عزیز الرحمن صاحب قاضی برہان پور کہ اُن کا
تذکرہ آئندہ ناظرین کے ملاحظہ میں آئے گا

حضرت مولوی حافظ سید کرم اللہ صاحب علیہ الرحمۃ

خلف حضرت سید ابراہیم صاحب کے تھے مولد و منشا آپکا برہان پور ہے حافظِ قرآنِ مجید و عالم عامل صاحب
ریاضت و متواضع و متقی و عابد و زاہد و اہل اللہ تھے طبع موزون رکھتے اکثر اشعار فارسی و اردو حمد و نعت
و پند و نصائح میں لکھتے اور حافظ تخلص کرتے مسجد جامع میں برہان پور کی اور مسجد غریب عالم میں وعظ
بیان فرماتے صاحبِ تاثیر ذاکر و شاغل تھے برہان پور میں صدہا اُنکے مرید و خادم ہیں اور سب خاص و
عام کو اُنسے اعتقادِ کامل تھا اخلاق انبیا و اولیا سے موصوف تھے ۱۲۸۱ھ بارہ سو اکیاسی ہجری میں
رہگرائے عالم جاودانی ہوئے اور صحن میں مسجد جامع برہان پور کے مدفون ہوئے اُنکی تاریخ وفات رقم زدہ مولف

		ایضاً	
عاصی یہ ہے قطعہ تاریخ	اذا ما الحافظ کرم اللہ صاحبنا و سیدنا		بو قطب زمانا سامن الدنیا الی الکمو
فو اسفا و نادی ملہم القلب تاریخہ	بکرم اللہ ادخل فی الجنان الا یا ابد		آن سید کرم اللہ صاحب مقتدائے مومنان
ہم حافظ ہم واعظی افسوس رفتہ از جہان	تاریخ صوری معنوی گفتا خلیل غمزدہ		تو یکہزار و دو صد و ہشتاد و یک از سال ۱۲

قاضی محمد حبیب الرحمن صاحب مرحوم برادر مولف عاصی نے یہ قطعۂ تاریخ لکھا تھا فی الحقیقت مادہ تاریخ
بے تکلف بہت عمدہ واقع ہوا ہے

چو حافظ سید کرم اللہ صاحب	شد از دنیا و عالم گرد غمناک
حبیب از بہرِ تاریخش بگوشم	خرد گفتا نہان شد ماہ در خاک

بعد حضرت موصوف کے آپکے فرزند حافظ
سید اکرام اللہ صاحب مسجد جامع میں وعظ بیان کرتے اور انتظام مسجد کا رکھتے تھے اُنھوں نے بھی انتقال کیا

اور صحن مسجد جامع میں مدفون ہوئے۔

جناب مولوی محمد مطہر صاحب علیہ الرحمۃ

فرزند حضرت حافظ محمد مظفر صاحب کے تھے ولادت انکی شہر برہان پور میں واقع ہوئی قرآن مجید بہت خوب حفظ تھا اکثر ختم تراویح میں سامع کی ضرورت نہوتی علوم شریعت و طریقت خدمت میں حضرت مولانا سید جلال الدین عرف اللہ والے صاحب کے حاصل کیے اور مرتبہ خلافت طریقت سے مشرف ہوئے بعدہ ۱۲۶۹ھ بارہ سو انہتر ہجری میں وارد بلدۂ حیدر آباد ہو کر اقامت اختیار کی ہر جمعہ کو اور ماہ محرم و ربیع الاول و ربیع الثانی وغیرہ میں مجالس وعظ منعقد فرماتے عجب دلچسپی انکے کلام میں تھی کہ ہزارہا اہل اسلام انکے بیان کے مفتون و ثناخوان رہتے اور دلوں پر خاص و عام کے تاثیر اور رقت پیدا ہوتی بہت لوگ سلسلۂ قادریہ میں انکے مرید ہوتے تھے بتاریخ ۲۲ ذی الحجہ روز پنجشنبہ ۱۲۸۴ھ بارہ سو چوراسی ہجری میں عالم فانی سے طرف عالم باقی کے رحلت فرما ہوئے اور صحن میں مسجد واقع مستعد پورہ بیرون بلدۂ حیدر آباد مدفون ہوئے تصنیفات سے انکی مفتاح النجاۃ و مفتاح الاعمال و مفتاح الرحمۃ و زاد الحرمین و ہدیۃ الاحیاء الی الاموات و خطب دوازدہ ماہی وغیرہ ہیں انکی تاریخ وفات تالیفات سے مؤلف عاصی کی یہ ہے

شد حافظ و مولوی مطہر صاحب + چون واصل حضرت خداوند احد + شد صورتی و معنوی خلیل از سالش ہشتاد و چہار و یک ہزار و دو صد + الیضاً افسوس شد مولوی مطہر + زدنیا بسوئی بہشت ستودہ خلیل این چنین گفت سال وفاتش + ز ذی حجہ بست و دوم بای بودہ + ولہ حافظ و مولوی مطہر شد واصل ذات حق جل علا + بہر تاریخ غم خلیل بگفت + آہ آہ از غروب ماہ ہدا ۱۲۸۴ مولوی صاحب کے تین برادر حقیقی خرد تھے اول حاجی محمد مجیر صاحب انکے فرزند محمد کریم صاحب ہیں دوسرے محمد اظہر صاحب انکے خلف محمد افضل صاحب مخاطب بفضل یار جنگ بہادر ہیں تیسرے حاجی محمد اطہر صاحب انکے فرزند محمد سکندر صاحب ہیں اور بعد مولوی محمد مطہر صاحب کے انکے فرزند محمد معز الدین صاحب حیدر آباد میں چند سال زندہ رہکر لاولد رہگرائے عالم بقا ہوئے اب جانشین مولوی صاحب موصوف کے بلدۂ حیدر آباد میں انکے نواسہ مولوی سید عزیز الدین صاحب سلمہ اللہ تعالی ابن حافظ مولوی سید رحیم الدین صاحب علوم ظاہر و باطن سے خط کامل و بہرہ وافی رکھتے ہیں اور سلاسل قادریہ و نقشبندیہ و چشتیہ میں فیض یافتہ ہیں۔

حضرت مولوی سید نصیر الدین عبید اللہ صاحب علیہ الرحمۃ

خلف اکبر حضرت مولوی سید جلال الدین اللہ والے صاحب کے تھے مولد و منشا انکا برہانپور ہے چند سال
بلدہ حیدرآباد میں بھی تشریف فرما رہے بعد مراجعت اکثر شہر برہان پور میں رونق افزا رہتے عالم فاضل
حافظ قرآن مجید تھے مجلس وعظ اُنکی بہت دلچسپ ہوتی کلام اُنکا ہر شخص کے دل میں بہت تاثیر کرتا۔
خدمت عالی سے والد ماجد کی خلافت طریقہ قادریہ حاصل کی تھی بہت لوگ اُنکی بیعت سے مشرف ہوئے
علم ادب میں بڑا کمال رکھتے نظم و نثر عربی مقفا مسجع اکثر تحریر فرماتے چنانچہ چند مقام بطرز مقامات حریری
تحریر فرمائے تھے اور خطب مجموعہ وغیرہ اور مکتوبات عربی اکثر ترقیم فرماتے رہتے اور کتاب ذریعۃ الاستشفاع
فی سیر السید المطاع علم سیر مصطفوی میں عمدہ تصانیف سے اُنکی ہے اور صاعقۃ الرابیہ علی الفرقۃ الوہابیۃ
الکذابیۃ و روضۃ الریحان فی فضائل رمضان و مستوفی الحقوق فی ذم العقوق و ایضاح الارتداد و ساطع الانوار
من کلام سید الابرار و تیسیر فی مہمات التفسیر و برہان الہدی فی تفسیر الرحمن علی العرش استوی و لباب النقایح
فی احکام الذبایح و براہین الساطعہ فی اثبات مذہب اہل السنۃ اللامعہ و تنبیہ الاغبیا فی فضائل سید الاصفیا
و کشف المعضلات فی ذکر النساء المحرمات و ترغیب المجاہدین و ترغیم المعاندین و ہل من مزید فی جواز اللعن علی
یزید و مبکیات فی احوال شہداء کربلا و لطایف التہذیب و معیار الافراس و شعب الایمان و رسالہ سجدات
و تعداد آیات و حروف و سُور قرآن مجید و غالیہ وغیرہ اور حسب وصیت والد ماجد کے منافع المسلمین کا تکملہ
بھی تحریر فرمایا ہے اور حضرت ممدوح چند سال حسب درخواست بیگم صاحبہ کلان جناب نواب بیگم صاحبہ
والدہ جناب سکندر بیگم صاحبہ کے شہر بھوپال میں رونق افزا رہے تھے چنانچہ مولوی سید صدیق حسن خان
صاحب نواب بھوپال نے عبارت فارسی رسالہ براہین الساطعہ فی اثبات مذہب اہل السنۃ اللامعہ کی اپنی
کتاب انتقاد الرجیح فی شرح الاعتقاد الصحیح صفحہ ۱۵۸ مطبوعہ مصر مندرجہ حاشیہ کتاب جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین
بین مضمون اشعری و ماتریدی نقل کی ہے حضرت کبھی کبھی واسطے مشق فنون سپہ گری و جہاد کے کوہ
و صحرا کی طرف تشریف فرما ہوتے اور اکثر شیر اور بہت درندہ جانوروں کو اور پرندے اور ہرن وغیرہ
شکار کرتے اور قتل سے درندوں کے ثواب عظیم حاصل کرتے آخیر عمر میں بمقام برہان پور حضرت محمد مصطفے
صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حسب الارشاد بارادہ حرمین شریفین برہان پور سے روانہ ہوئے بعد حج بیت اللہ

مدینہ منورہ میں زیارت سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوکر بتاریخ ۵ محرم ۱۲۹۳ھ بارہ سو ترانوے ھ روز جمعہ دنیائے فانی سے روانہ عالم باقی ہوئے زہی قسمت وعین سعادت کہ مسجد نبوی میں نماز جنازہ بجماعت کثیر ہزارہا صالحین کے ادا ہوئی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے تذکرہ علمائے ہند میں مندرج ہے کہ برہان پور میں انکا انتقال ہوا یہ مضمون ہرگز صحیح نہیں ہے سبحان اللہ مدینہ منورہ میں مدفون ہونا کمال سعادت اہل اسلام کی ہے تاریخ ولادت اپنی خود حضرت نے یاغریب فرمائی تھی اور تاریخ وفات کسی نے وداع غریب کہی ہے سن شریف ستر برس کا تھا مولف عاصی نے تاریخ وفات اُس آفتاب سیادت و نجابت کی یہ لکھی ہے قطعہ نصیر الدین سید اسد صاحب + شدہ در تربت پاک مدینہ + برآمد سال رحلت باسرآہ شد آلِ پاک در خاک مدینہ + سرآہ یعنی عدد الف کا اس میں تدخلہ ہے۔

حضرت مولوی سید سعید الدین مطیع اللہ صاحب علیہ الرحمۃ

خلف رشید حضرت مولوی سید جلال الدین اسد ولی صاحب کے عالم باعمل صاحب اخلاق وفضل وکمال تھے سلسلۂ عالیہ قادریہ میں والد ماجد سے مشرف بہ خلافت واجازت تھے شہر جاورہ صوبۂ مالوہ میں کبھی تشریف فرما ہوتے نواب غوث محمد خانصاحب کمال اعتقاد و اعزاز واکرام سے پیش آتے وہاں بھی اکثر لوگ اُنکے مریدین ومعتقدین ہیں نواب شمس الامرا امیر کبیر رشید الدین خان مرحوم نے بسبب اعتقاد و راہ و رسم سابق کے اُنکو بلدۂ حیدرآباد میں طلب کیا تھا چند سال تشریف فرما رہے آخر الامر بسبب ضعف ونقاہت کے حیدرآباد میں عرصۂ دراز تک بیمار رہے اور بتاریخ ۲۰ صفر ۱۲۹۶ھ بارہ سو چھیانوے ہجری میں رہ نورد ملک عالم بالا ہوئے قریب عیدگاہِ قدیم کے نزدیک مقبرۂ سالار الملک حسین دوست خان مغفور کے اُنکا مزار ہے مؤلف عاصی نے چار قطعات تاریخ وفات اُنکے لکھے ہیں وو شد مطیع اللہ صاحب آل رسول + حیف چوں آفتاب زیر خاک + پس بگفتہ خلیل تاریخش + بزمین رفت آفتاب پاک"، ولہ شدہ سید مطیع اسد صاحب آہ از دنیا + بسوئے عالم باقی بحکم خالق الاشیا + چو رفت آن عالم عالی نسب از بہر تاریخش + چنین گفتم روان شد سوئے فردوس برین ادنیٰ"، ولہ شدہ سید مطیع اسد صاحب + ازین جہاں سرائے دار فانی + روانہ شد بفردوس بریں ملک + بہ تن فوتش ازین مسیح بدانی +"، ولہ سعید دین مطیع اللہ صاحب اہل حق + ہزار حیف کہ رخصت ہوئے بحکم قضا تھی روشنی جو ہدایت کی خلق میں اُن سے + کہا خلیل نے ہے ہے غروب ماہ ہوا"، تصنیفات سے حضرت

موصوف کی صمصام القاطعہ علی الرافضیۃ اللاغیہ ہے اور مجموعۃ المفیدہ فی العملیات ور سالہ وعظ و نصیحت ہے حضرت موصوف کے خلف رشید مولوی سید قطب الدین نعمت اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ عالم عامل عارف کامل ہیں خلافت و اجازت سلسلۂ قادریہ والد ماجد سے حاصل کی ہے برہان پور ہیں آنکی ذات بابرکات جملہ مغتنمات سے ہے کہ باوجود خاندان سیادت کے مجمع علوم ظاہر و باطن ہیں اور ہدایت خلق کی مجالس وعظ اور بیعت و طریقت سے بھی جاری رکھتے ہیں مولف عاصی نے کیفیت اُنکے خاندان کی حسب بیان اُنکے لکھی ہے لیکن بعضے مضامین اپنی معلومات کے بھی سوائے اُسکے شریک کیے ہیں عجب مقام حسرت و افسوس ہے کہ اُنکی ماہوار مقررہ جو تخمیناً سو برس سے جاری تھی نواب خورشید جاہ بہادر نے موقوف کر دی اُنکی عالی ہمتی اور قدردانی سے بعید ہے اہل اللہ کی خدمت عین سعادت ہے رسوم و عادات شادی و غمی و بدعات محرم کی پابندی مثل لنگر و نذر حسینی علم وغیرہ قابلِ تخفیف ہیں ایصال ثواب قرآن خوانی و طعام کا ارواح طیبات کو اور مستحقین کی کار اجرائی البتہ موجب حسنات ہے۔

جناب مولوی محمد عزیز الرحمٰن صاحب قاضی برہان پور علیہ الرحمۃ

خلف رشید حضرت مولوی محمد جمیل صاحب علیہ الرحمۃ کے تھے ولادت اُنکی ماہ صفر ۱۲۵۵ھ بارہ سو پچپن ہجری میں واقع ہوئی حضرت سید محمد امین الدین صاحب باگما جمعدار قاضی صاحب کے نانا تھے کہ شیر خونخوار کو بزور طاقت ظاہری و قوت تائید باطنی بغیر کسی ہتھیار کے بطور کشتی کے دست و پا کی ضرب سے مار ڈالتے تھے اور حضرت حکیم میر علی نقی صاحب رضوی اُنکے خسر تھے قاضی صاحب کی شادی آغاز ۱۲۶۰ھ بارہ سو ساٹھ ہجری شہر برہان پور میں ہوئی بعدہ ہمراہ حکیم صاحب کے تخمیناً دو سال بندر بمبئی میں واسطے تحصیل علوم کے رہے اور جناب مولوی محمد اکبر صاحب کشمیری مرحوم مدرس مسجد جامع بمبئی سے تحصیل صرف و نحو عربی وغیرہ کی کی بعد ازاں برہان پور و حیدرآباد میں ہمراہ والد ماجد کے رہکر تکمیل تحصیل علوم کی فرمائی ہر گاہ کہ برہان پور میں عملداری سرکار انگریزی ۱۲۷۰ھ بارہ سو ستر ہجری میں ہوئی طرف سے سرکار کی بعہدۂ آنریری مجسٹریٹی کامل الاختیار اور رجسٹری اور کتاب خانی بہادری سے نامور اور ممتاز ہوئے اور ۱۲۸۹ھ بارہ سو نواسی ہجری میں برہان پور سے حیدرآباد دکن میں تشریف فرما ہوئے اور سرکار عالی سے رکن مجلس عدالت العالیہ سا ہوار مقرر ہوئے اور دو سو روپیہ تنخواہ منصب موروثی سے اعزاز و امتیاز حاصل کیا مسائل علم دین کی معلومات بہت خوب

رکھتے تھے اور تقویٰ اور دینداری کا خیال ہمیشہ رہتا تھا چنانچہ حضرت شاہ ابو سعید صاحب سے سلسلہ خضریہ
میں بیعت کی تھی یعنی بذریعہ خضر علیہ السلام چار پانچ واسطے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک
اس طریقہ میں ہیں اگرچہ کتب خانہ قدیم بزرگوں کا قلمی نایاب کتابوں سے آراستہ تھا لیکن قاضی صاحب
نے بھی اکثر کتب عمدہ خود بھی خرید کی تھیں آخر الامر حیدر آباد میں چند ماہ بیمار رہے پھر بسبب اشتداد مرض
برہان پور کو روانہ ہوئے اور بتاریخ ۱۹ جمادی الثانی روز جمعہ ۱۲۵۵ھ بارہ سو پچپن ہجری جہان فانی سے
جانب عالم باقی رخصت ہوئے اور قریب شیخ پورہ مقبرہ میں حضرت شاہ عبد اللہ صاحب کے مدفون ہوئے
جناب مفتی سید عبد الفتاح عرف اشرف علی صاحب نے جلد سوم جامع الفتاوی میں صفحہ ۲۹۴ مطبوعہ
مطبع فتح الکریم واقع بندر بمبی تیرھویں صدی کے علما میں بہ نشان ۲۸۸ تذکرہ انکا لکھا ہے مولف عاصی
نے انکی تاریخ رحلت میں یہ قطعہ لکھا ہے ؎ جبکہ قاضی عزیز رحمن کا + دار فانی سے انتقال ہوا + سارے
پس ماندگان ہوئے غمگین + شہر برہان پور غم سے بھرا + صاحب علم وفضل وتقوی تھے + حامی دین
اور رکن متین تھا + اہل اسلام سب ہوئے مغموم + کہ ہوا نور گم ہدایت کا + اس سبب سے یہ الغم کا خلیل
ہو گیا مہ غروب (۱۲۵۵) میں نے کہا + لیکن بفضلہ تعالی انکے فرزند قاضی محمد سراج الرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالی
برہان پور میں مسند قضا کے رونق افزا ہیں صاحب علم دیندار بزرگوں کے طریقے پر قائم ہیں۔

حضرت مولوی عبد اللہ صاحب علیہ الرحمۃ

عالم باعمل عارف کامل تھے اگرچہ مولد و منشا انکا مقام دیول گھاٹ صوبہ اورنگ آباد علاقہ سرکار آصفیہ ہے
لیکن برہانپور میں بھی اکثر انکی آمد ورفت رہی پس بسبب کم معروف ہونے مقام مذکور کے اور قریب ہونے
شہر برہان پور کے اہل برہانپور سے مشہور ہوئے واسطے تحصیل علوم کے ہندوستان کے شہروں میں مدت
مدید رہے بعدہ تشریف فرمائے بلدۂ حیدر آباد دکن ہو کر تمام عمر عزیز فیض رسانی میں طالبان علم کی صرف کی
مدرسہ دار العلوم میں بھی مدرس مقرر ہوئے تھے لیکن بسبب آزادی مزاج کے پابندی پسند نہ کی واسطے سلام
کے ہاتھ نہ اٹھاتے تھے فقط زبان سے السلام علیکم وعلیکم السلام کہتے تھے حیدر آباد میں اور اطراف واکناف
میں انکے تلامذہ بیشمار ہیں از انجملہ مشاہیر واکابر واعزا میں جناب مولوی ابو الفضل سید محمود صاحب ناظم
محکمہ قضا یائی عرف مولوی سید ابو تراب صاحب نائب اول عدالت دیوانی بلدہ و نواب رفعت یار جنگ

و نواب مکرم الدولہ بہادر وغیرہ اہل علم مستفید ہوتے رہے اور جناب مولوی عبداللہ صاحب خدمتِ عالی میں جناب حضرت مرشدنا و مولانا حضرت مسکین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے تھے فیوضات باطن و تکمیل سلوک سے مراتبِ اعلیٰ حاصل کیے تھے آخر الامر سنہ ۱۳۰۲ تیرہ سو دو ہجری میں بمقام بلدۂ حیدرآباد راہیِ ملک بقا ہوئے۔

قاضی حبیب الرحمن صاحب علیہ الرحمۃ

فرزند حضرت قاضی غلام محمد صاحب علیہ الرحمۃ کے اور برادر عزیز مولف عاصی کے تھے بتاریخ ۱۵ شہر رمضان المبارک سنہ ۱۲۶۱ بارہ سو اکسٹھ ہجری برہان پور میں داخلِ محفلِ ہستی ہوئے حضرت مولوی محمد جمیل صاحب قاضی برہان پور اور مولف عاصی اور بعضے علمائے بندربمبی سے تحصیل علوم کی تھی اور بعہدہ آنریری مجسٹریٹی اور رجسٹری وغیرہ برہان پور میں سرکار سے مامور رہے اور بخطاب خانصاحب بھی سرکار سے معزز و مشہور ہوئے تقویٰ و دینداری اور احتیاج مزاج میں بہت تھی شہر حیدرآباد میں بھی چند بار آمد و رفت رہتی تھی چنانچہ بار اول سنہ ۱۲۸۵ بارہ سو پچاسی ہجری میں حضرت مولنا و مرشدنا جناب محمد نعیم صاحب المعروف حضرت مسکین شاہ صاحب سے سلسلہ طریقہ نقشبندیہ اور قادریہ میں بیعت کی تھی بعدہ بروفت آمد و رفت حیدرآباد میں فیوضات باطنی حاصل کرتے رہتے اس کم علمی کے زمانہ میں انکا وجود برہان پور میں بہت مغتنم تھا مگر بسبب بیماریوں کی نقاہت اور ضعف زیادہ ہو گیا آخر الامر بتاریخ چھٹی ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۱۲ تیرہ سو بارہ ہجری دنیائے بے ثبات سے طرف روضات جنات کے روانہ ہوئے اور قریب شیخ بورہ مقبرہ میں حضرت شاہ عبداللہ صاحب کے خوابگاہ لحد میں آرام پائے طبع موزوں رکھتے تھے بعضے اشعار آبدار مرحوم کے نعت شریف سید العابدین میں یہ ہیں

بر سرِ عرش و فلک یا زیرِ چرخِ چنبری
بیش از وہم بشر ہستی و زان بالاتری
سر بستگی غنچہ دل وا شود صبا
تا ہم نیاری ور نہ حجابم کشود مے
شکر حق این کرامت خیرت حبیب گشت

وله

اے شانِ حق ز روجہ منیر تو آشکار
بکس نمی باشد کہ دارد با محمد ہمسری
ای نور حق اگر بزبانِ تو بود مے
قدسی اگر رساند از ان روضہ بود مے
آن شانِ تو کہ ذات خود از خود نمود و گفت
میگفت ہر نبی کہ بعہد تو بود مے

اُمت بحل عقدہ بود سیف کردگار
ختم حمد حق بذات ختم نعمت بر حق ست
چشم و جبین بپائے مطہر بسود مے
موسیٰ ز حق بشوق طلب این جواب یافت
گر ذات تو نبود مے نہ عالم نمود مے
بمقام بندربمبی یہ تاریخ حج حضرت

پیر مرشد قدس سرہ کی خدمت میں پیش کی تھی قطعۂ تاریخ

آنچہ راہ طریقت و شرع ست | بہمان جادہ رہبرین گشت

جذب شوق و زیارت نبوی | بکشید و حصول شد زین گشت

تاریخات انکی وفات کی مولف عاصی کی تصنیفات سے ہیں

کمل عمرہ وجاء الاجل | الحبیب الی الحبیب وصل

وابتر الالہ من ناداہ | نور اللہ مضجعہ واللہ

قاضی و ہم عالم و ہم متقی | آہ افسوس از جہان شد رخصتی

گفت سالش این خلیل از آہ تفت | نور برہانپور صاحب جاہ رفت

آہ افسوس ازین عالم فانی بگذشت | شاہ مخدوم بغش سر کہ شنیدہ بجہان

ذات پاک جناب مسکین شاہ | فیض بخش ہمہ مریدین گشت

چونکہ فارغ ز حج بیت اللہ | بہمہ فرض و جملہ آئین گشت

مصرع سال عرض کرد حبیب | حج اکبر نصیب مسکین گشت

فاتنا الاخ ط حبیب رحمن | واا سفاہ ط انہ بان

فالخلیل لعام فوت حبیب | مصرعا قال الرحیم مجیب

ولہ

آن حبیب رحمن بافضال جود | ہم غلام مصطفے معروف بود

از قضا راہی شد سوی بہشت | قاضی الحاجات عمرش در نوشت

ولہ

فاضل عامل قاضی حبیب الرحمن | عالم کامل و واقف ز علوم عرفان

ولہ

ذات حق باقی و فانی ست جہان بہر ہمیں ۰ رفت در دار بقا آن بقضای دیان

گفت از روی بکا مصرع تاریخ خلیل ۰ ہای افسوس بہ رفتند حبیب الرحمن ۰ روی بکا یعنی

۱۲　۱۴

دو عدد کا تدخلہ ہے اور تاریخ تصنیف خواجہ امین الدین احمد صاحب یہ ہے سہ

صاحب علم و عقل و فضل و جود | عالم علم دین و ہم معقول | حاوی کلیات فرع و اصول

د بہشت رفیع داخل گشت | ہست این سال غم باہ تفت | از برہانپور ہای علم رفت

آہ قاضی حبیب رحمن بود

در ربیع خمست آن بگذشت

برادر مرحوم کے فرزند سعادت مند محمد محب الرحمن صاحب علم و حلم ہیں طال عمرہ و زاد علمہ و قدرہ اکثر برہانپور میں رہتے ہیں اور شوق تحصیل علوم ظاہر و باطن کا رکھتے ہیں

تذکرہ مجذوبان بعضی مجذوبوں کے حالات جو کتابوں میں موجود ہیں تفصیل مرقوم ہوئے ہیں لیکن مولف عاصی کے وقت میں جو مجذوب لوگوں کے حالات مسموع ہوئے ہیں یا جو کچھ حال معاینہ کیا گیا مذکور ہوتا ہے۔ قنبر شاہ میاں مجذوب اکثر قصبہ بیاول یا نصیر آباد وغیرہ علاقہ خاندیس میں رہتے تھے برہانپور میں بھی کبھی کبھی انکی آمد و رفت ہوتی تھی انکے مرید لعل شاہ میاں مجذوب تھے برہانپور میں قریب چوک کے انکا مزار ہے اور حسین شاہ عرب بھی ایک مجذوب تھے انہوں نے پیشتر انتقال کیا اور میاں جان مجذوب چوک میں ہمیشہ رضائی اوڑھے پھرتے تھے قریب چوک کے مدفون ہوئے ایام غدر میں ہندوستان کے ان لوگوں میں سے کوئی بھی بقید حیات نہ تھے۔ **تذکرہ شعرا** تاریخ مراۃ العالم میں بختاور خان

عالمگیر شاہی نے لکھا ہے **ملا حیاتی گیلانی** علیہ الرحمۃ دو یکچند با خانخانان بیبود حکیم ابو الفتح در سلک ملازمان اکبر بادشاہ منسلک گردانید واو در برہان پور مسجد عالی ساختہ بمسجد ملا حیاتی مشہورست از اشعار اوست

ہر ان خاری کہ در راہی کاند | تا آب روی خندان تازہ گردان
بہر سخن کہ کنی خویش را نگہبان باش | از گفتنی کہ دلے شگفتہ پشیمان باش

خزانہ عامرہ میں کیفیت ملا حیاتی کی تفصیل مندرج ہے اور وفات سنہ ۱۰۱۵ ایکہزار پندرہ میں لکھی ہے۔ **ایضاً میر صابر صفاہانی** در زمانِ شاہجہان بادشاہ بہندوستان آمدہ در سلکِ ملازمان آنحضرت منسلک گردید واکثر اوقات بخدمات دیوانی و بخشیگری و واقعہ نگاری مامور میشد طبع نظم داشت باخان عظیم الشان اعظم خان کمال صداقت داشت در مدحش چند رباعی گفتہ۔

تا آنکہ دو چاکر ند فتح و ظفرش
سرداری و سروری سزاوار سرش
ماہی کہ جہان منورست از نورش
بخت و اقبال خواجہ تاشان درش
خورشید گلی ز باغ اعظم خان ست
یک پرتو از چراغ اعظم خان ست

دیگر

در مردمی مردمی چو جد و پدرش
می را طرب از ایاغ اعظم خان ست
مرد خیر نیک نفس بود در سنہ بست و ہشتم جلوس فردوس آشیانی مطابق سنہ ۱۰۶۴ ہجری بہ برہان پور مرحلہ پیمائے نیستی گردید۔

میرزا محمد علی اصفہانی المتخلص بہ صائب علیہ الرحمۃ

عمدہ شعرائے نامی وزبدۂ سخنورانِ گرامی سے ہے ملک ایران کے تھے خزانہ عامرہ میں میر غلام علی آزاد کے مندرج ہے کہ آغاز شباب میں میرزا صائب حج وزیارات سے حرمین شریفین کے مشرف ہو کر اخیر عہد میں جہانگیر بادشاہ کے متوجہ ہندوستان ہوئے اول ظفر خان ناظم صوبہ کابل کے رفیق و مداح رہے بعدہ میرزا اور ظفر خان ہمراہ رکاب شاہجہان بادشاہ کے رہگرائے ملک دکن ہوئے اور جس وقت کہ میرزا صائب رونق افزائے شہر برہان پور تھے اُنکی والدہ ماجدہ اصفہان ملک سے ہندوستان میں واسطے واپس لیجانے فرزند کے وارد ہوئیں اور جبکہ شاہجہان بادشاہ ملک دکن سے سنہ ۱۰۴۱ ایکہزار اکتالیس ہجری میں اکبر آباد کی طرف روانہ ہوئے مرزا صائب اور ظفر خان بادشاہ کے ہمراہ رکاب تھے اور وہان سے ہمراہ ظفر خان کے کشمیر میں پہونچے بعدہ کشمیر سے دار السلطنت اصفہان میں جا کر تا حیات سلاطین صفویہ کے پاس معزز و مکرم رہے ایک خط میں موسومہ نواب جعفر خان وزیر اعظم عالمگیر بادشاہ کے اصفہان سے یہ بیت لکھی تھی ؎ دو ر دستان را با حسان یاد کردن ہمت ست ٭ ورنہ ہر نخلے بپائے خود ثمر می افگند

جعفر خان نے پانچہزار اشرفیان یا پانچہزار روپیہ اُنکے پاس بھیجے تھے۔ الحاصل بوقت قیام برہانپور کے مرزا صائب نے اپنے فخر اور برہانپور کی ہجو میں یہ اشعار لکھے تھے کتاب سرو آزاد میں میر غلام علی آزاد نے نقل کیا ہے ؎ ہزار حیف کہ عرفی و نوعی و سنجر ❊ نبند جمع بدار العیار برہان پور ❊ کہ قوت سخن لطف طبع میشدند ❊ نمیشدند لطبع بلند خود مغرور ❊ اور تیسر اشعر اس بحر و قافیہ کا حال میں حضرت شاہ لشکر محمد کے مرقوم ہو چکا میرزا صاحب نے اصفہان میں جہان فانی سے انتقال کیا اور وہان مدفون ہوئے تاریخ وفات میں میرزا آزاد نے یہ قطعہ لکھا ہے

عندلیب نغمہ پرداز فصاحت صائبا	رفت
زین عالم بسوئے روضۂ دار السلام	خامۂ آزاد انشا کرد سال رحلتش
بلبل گلزار جنت صائب عالی کلام	

جناب نواب عاقلخان میر عسکری علیہ الرحمۃ

تاریخ مآثر الامرا میں مرقوم ہے کہ وہ خوافی الاصل امرائے دربار عالمگیر بادشاہ سے تھے منصب دو ہزاری سے سرافرازی رکھتے اور یہ بھی اُس میں مندرج ہے کہ بادشاہ نظر بقدم خدمت و تدین اخلاص از خود آرائی و اغماض میفرمود و نشیت تعلقات عمدہ باومی سپرد خالی از کمال ظاہر نبود چون بخدمت شاہ برہان الدین راز الہی اعتقاد بسیار داشت رازی تخلص میکرد دیوان و مثنوی او مشہور ست موفق بخیر و کریم الصفات بود این بیت از دست کہ در سواری روز فوت زین آبادی پیش شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہا در خواندہ بود "عشق چہ آسان نمود آہ چہ دشوار بود ❊ ہجر کہ دشوار بود یار چہ آسان گرفت" بادشاہزادہ بکہ و دفعہ حکم اعادہ فرمود پرسید کہ این بیت از کیست گفت از کسی ست کہ نمیخواہد بخدمت خدا وند نعمت خود را بشاعری موسوم سازد سنہ یکہزار و یکصد و ہفت ہجری زاویہ نشین عدم گردید

محمد یوسف برہان پوری متخلص بہ نکہت

خزانۂ عامرہ میں میر غلام علی آزاد نے لکھا ہے کہ شاعر خوش سلیقہ است و موجد اشعار انیقہ از نژاد طائفۂ چک باشد کہ پیش از تصرف اکبر بادشاہ سلاطین کشمیر بودند در عہد خلد مکان با امیر الامرا ذوالفقار خان بسر میبرد و در عہد فردوس آرامگاہ محمد شاہ ساغر عیش در ماہتاب دولت وزیر الممالک قمر الدین خان می پیمود از پیشگاہ خلافت بخطاب سخنور خان سر افتخار باسمان می سود قصائد بسیار در مدیح امرائے عصر بنظم آورد و در منتہائے عشرہ خامسہ بعد مائۃ والف رو در نقاب عدم کشید و قتیکہ طبقۂ سادات بارہہ برہم خورد و فردوس آرامگاہ

درسلطنت مستقل گردید قطعہ تاریخی از نظر خلافت گزرانید دوہزار روپیہ وخلعت صلہ یافت مادہ تاریخ این ست مصرع آفتاب ملک واقبال از کسوف آمد بدر" ولہ نگر در رفعت دنیائے دوں بے کشمکش حاصل + بگردن خیمہ راچندان طناب افتد کہ برخیزد" بغیر من کہ بہ تن نقش بوریا دارم" اُنُو کشیدہ کہ دارد قبائے عریانی

حضرت عارف الدین خان صاحب علیہ الرحمۃ

نام اصلی اُنکا غلام محی الدین ہے اور تخلص رونق مولد ومنشا انکا بلدۂ برہان پور ہے ہرگاہ کہ رونق بخش شہر مدراس ہوئے نواب عمدۃ الامراء مرحوم نے اُنکو زمرۂ شعرا میں شامل کیا اور تاج الامرا بھی اُنکو عزیز رکھتے تھے بعدہ گورنر صاحب بہادر کی دارالانشا میں معتمد مقرر ہوئے تھے اُنکے خلف رشید حضرت مولوی مہدی صاحب مرحوم مدرسۂ دارالعلوم حیدرآباد دکن میں مدرس تھے دیوان فارسی اُنکا مطبوعۂ مدراس مولف عاصی کے دیکھنے میں آیا ہے اشعار بہت عمدہ مثل جواہر آبدار تحریر فرماتے اُنکے فرزند اکبر جناب عبدالرحمن صاحب مرحوم مدرس دارالعلوم رہے اور جناب عبدالکریم صاحب متخلص والا سلمہ اللہ تعالیٰ فرزند مولوی صاحب کے زبدۂ سخنوران بلدۂ حیدرآباد ہیں لیکن جسوقت سے کہ حضرت محمود میان صاحب احمد آبادی علیہ الرحمۃ کی بیعت وخلافت سے مشرف ہوئے اسم سامی کریم اللہ صاحب اور تخلص عاشق مقرر ہوا ہے دیوان مطبوع اُنکا بھی مولف عاصی کے مطالعہ میں آیا ہے علی الخصوص تاریخات بلا تکلف بہت خوب لکھتے ہیں اور جناب عبدالقیوم صاحب نبیرہ مولویصاحب موصوف عالم فاضل شرف خاندان ہیں اور عہدہ تعلقہ داری ملک سرکار عالی سے سرفراز وممتاز ہیں

میر محمد علی - برہانپوری تاریخ دیباچہ ماثر الامرا میں مندرج ہے کہ مرآۃ الصفا علم تواریخ میں اُنکی تالیف ہے اس کتاب سے بعضے حالات ماثر الامرا میں نقل کیے ہیں

حضرت غلام رسول صاحب علیہ الرحمۃ

نواسہ حضرت شاہ محمد وارث صاحب جانشین حضرت شاہ محمد ابن فضل اللہ صاحب قدس سرہم کے تھے چنانچہ حالات حضرات ممدوح کے سابقاً بیان کیے گیے جناب غلام رسول صاحب اہل علم وعارف کامل تھے۔ بسبب طبع موزوں کے اشعار گہربار تحریر فرماتے رند تخلص کرتے علم عروض وقافیہ سے خوب واقف تھے چنانچہ محمد درگاہی خانصاحب صاحب دیوان نے علم عروض اُنسے حاصل کیا تھا حضرت موصوف کے فرزند جانشین جناب حاجی

عبد الجلیل عرف جگن صاحب تھے اور خلف رشید اُنکے محمد عبد الرزاق صاحب اُنکے فرزند محمد عبد العزیز صاحب سلمہ اللہ تعالی خطیب عیدگاہ برہان پور ہیں۔

حضرت قاضی غلام محمد صاحب علیہ الرحمۃ

خلفِ رشید حضرت مولوی محمد ابو تراب صاحب کے والد ماجد مولف عاصی کے تھے اُنکی والدہ صاحبہ ہمشیرہ مولوی محمد جمیل صاحب کی تھیں فیض یافتہ اپنے بزرگان اہل کمال کے تھے خود اپنے والد ماجد سے اور حضرت مولوی سید جلال الدین اللہ ولے صاحب اور حضرت مولوی محمد جمیل صاحب وغیرہ سے تحصیل علوم کی تھی بمقتضائے طبع موزوں استغراً بداً منظوم فرماتے مولد و منشا انکا برہان پور ہے کبھی کبھی اتفاق سفر شہر ایلچپور اور بلدہ حیدرآباد بھی ہوتا تھا منجملہ اشعار نعتیہ سے اُنکے یہ ہیں بطرز نعت مندرجہ معارج النبوۃ۔

شد فخر ہر دو عالم از حشمت محمد — ہم تاب ماہ و انجم از طلعت محمد
قایم مدام باشد اقبالِ دین احمد — گردد ہلاک اعدا از شوکت محمد
کارِ من پریشان از دست خویش رفتہ — باشد کہ باز آید از دولت محمد
جنت بروز محشر صد مرحبا بگوید — از دعوی غلامی با حضرت محمد

ای جان ناتوانم حرفی اگر نجا طر — ہشدار تا نیاری جز یاد حسن محمد
صد شکر پایہ من از آسمان گزشتہ — از بہر آنکہ ہستم از امت محمد
یارب بفضل احمد عصیان من بخشائی — حاجات من برآری از برکت محمد

اپنے نام کا سجع بھی خود فرمایا تھا مصرع نازم بدو جہان کہ غلامِ محمدم ۔ بسبب تعلق منصب قضا عادل آباد کے جو کہ برہان پور سے بارہ کوس ہے وہاں آمد و رفت رہتی تھی پس عادل آباد میں بتاریخ غرہ ذیقعدہ ۱۲۶۵ھ بارہ سو پینسٹھ ہجری جہان فانی سے طرف عالم باقی کے روانہ ہوئے اور مسجدِ کلان عادل آباد کے صحن میں متصل قبر قاضی عبد القادر صاحب کے جو مولف عاصی کے نانا تھے دفن کیے گیے۔ مولفِ عاصی نے یہ قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے۔

والدم از قضائی حق زجہان — ای خلیل از سر الم سالش
از ہمین نام شان شدست عیان — شد غلام محمد صاحب ۱۲۶۵

حضرت حکیم میر علی نقی صاحب علیہ الرحمۃ

خلف رشید حضرت سید محمد صاحب رضوی حسینی کے تھے تحصیل علوم جناب مولوی میر عوض صاحب و حضرت مولوی محمد جمیل صاحب وغیرہ علما سے کی تھی حکیم حاذق اور موزون الطبع تھے اکثر بمبئی میں رونق افزا رہتے تھے وہاں کے مشاہیر حکما سے تھے خصوصاً امراض صعب کا علاج بآسانی تمام کر دیتے چنانچہ ناخدا محمد امین صاحب نے صلہ علاج کا بھنڈی بازار میں ایک مکان اُنکو دیا تھا اشعار بھی عمدہ تحریر فرماتے اور

تاریخات لکھنے میں بھی کمال رکھتے چنانچہ مولف عاصی کی تاریخ ولادت اختر امید تجویز فرمائی تھی بہت نادر تاریخ ہے قاضی محمد عزیز الرحمن صاحب و مولف عاصی نے بھی انکی خدمت میں کتب فارسی اور اصلاح خط سے شرف حاصل کیا ہے حکیم صاحب کے تین داماد تھے جناب خواجہ احمد صاحب اور جناب قاضی محمد عزیز الرحمن صاحب اور قاضی محمد حبیب الرحمن صاحب بعض اشعار طبعزاد سے حکیم صاحب کی یہ ہیں۔

از خار مشیم دیدهٔ پرنم گله دارد
جراح ہے تنگ آمد و مرہم گله دارد

وز خلش دم سردی آہم گله دارد
تنہا تو نفتی شکوه ازان یار چه داری

این زخم چه زخمیست که اصلاح نگیرد
از جور و جفائیش همه عالم گله دارد

بجلوه آید اگر رشک جوہر خورشید
چگونه ذره نشیند برابر خورشید

نثار چرخ کند بر سرش زر خورشید
نفتی عبث تو تمنای وصل او داری

سنہ ۱۲۷۵ بارہ سو پچھتر ہجری میں رہگرائے بہشت بریں ہوئے مولف عاصی نے قطعہ تاریخ وفات یہ لکھا ہے

چو میر بزم سخن میر علی نفتی صاحب
حکیم ثانی لقمان بکنج خاک نخفت

بسال رحلت آن عیسی زمانه خلیل
ہزار درد مسیحا ز ما برفته گفت

لفظ گفت مادۂ تاریخ سے خارج

سے حضرت میر علی رضا صاحب مرحوم انکے برادر صاحب علم اہل اللہ تھے قاضی محمد عزیز الرحمن صاحب اور مولف عاصی نے بھی انکی خدمت میں گلستان وغیرہ پڑھی تھی سید امجد علی صاحب سلمہ اللہ تعالی فرزند میر علی رضا صاحب کے برہان پور میں تشریف فرما ہیں۔

جناب محمد درگاہی خان صاحب علیہ الرحمة

برادر کلان محمد موتی خانصاحب جمعدار کے فرزند محمد امجد خانصاحب کے تھے علوم متداولہ فارسی میں ممتاز اور علوم عربی سے بھی حظ وافی رکھتے تھے حاذق تخلص اشعار میں کرتے اکثر فارسی دان اہل اسلام اور ہندو برہان پور میں انسے تعلق تلمذ رکھتے چنانچہ قاضی محمد عزیز الرحمن صاحب و مولف عاصی و قاضی حبیب الرحمن صاحب بھی سکندر نامہ و انشائے ابوالفضل و رسائل عروض و قافیہ وغیرہ انکی خدمت میں پڑھتے تھے اور راجہ رنچھوڑ رائے سر رشتہ دار منصبداران نے بھی برہان پور میں کتب فارسی انسے اور والد ماجد سے مولف عاصی کے پڑھی تھیں جبکہ راجہ حیدر آباد میں پونہچکر خدمت موروثی پر ممتاز ہوئے خانصاحب کو بھی شریک زمرہ منصبداران کر دیا تھا اور خان صاحب نے خدمت والا میں جناب نواب ناصر الدولہ غفران منزل آصفجاہ رابع کے قصیدہ مدحیہ بھی پیش کیا تھا محمد اکبر خان صاحب سائیدار اور فرزند محمد موتی خان جمعدار اور فیض محمد خان صاحب ابن

محمد زین العابدین خاں صاحب بھی علم فارسی اُنسے پڑھتے تھے حاذق صاحب علم عروض وقافیہ سے بہت ماہر تھے اور حضرت غلام رسول صاحب سے یہ علم حاصل کیا تھا۔ آخر عمر میں دو جلد دیوان ضخیم فارسی اُردو اپنی تصانیف کے از قسم غزلیات وقصائد وغیرہ مرتب کیے تھے اور میر خیرات علی خانصاحب مشتاق تخلص سے شاعری وغیرہ میں بھی تلمذ رکھتے تھے مشتاق صاحب جناب میر تقی متخلص میر شاعر نامی دہلوی کے نواسہ تھے چند اشعار مناجات طبع زاد سے حاذق صاحب کی یہ ہیں۔

الٰہی از کرم برمن فرسی از لطف بکشائی
بجز عصیان نمیدارم باحوالم تو دانائی

تو ستاری وغفاری گناہم را ببخشائی
منم عاصی منم مجرم منم بیکس خداوندا

ہمیدانم خداوندا کہ من عاصی گنہگارم
گناہم را ببخشائی وراہ خویش بنمائی

خداوندا بفضل خود طفیل احمد مرسل
برین عاجز برین مسکین تو لطف خویش فرمائی

بتاریخ ۱۷ شہر ربیع الآخر روز جمعہ ۱۲۸۰ھ بارہ سو اسی ہجری راہی عالم بقا ہوئے تاریخ مؤلف عاصی کی لکھی ہوئی یہ ہے
حاذق تخلص ہنیو دآن نامور گاہی عیان + سعدی وش خسرو منش مثل حسن میر زبان + افسوس رفتہ از جہان وملہم دل باخلیں + یک بلبل باغ معانی بود گفتہ سال آن"

مؤلف عاصی ۱۲۸۰

کمترین جہان خاکپای بزرگان فقیر حقیر ہے محمد خلیل الرحمن ولد جناب قاضی غلام محمد صاحب سابق المذکور ہے بتاریخ بیسویں شہر ربیع الاول ۱۲۵۰ھ بارہ سو پچپن ہجری کتم عدم سے عالم ظہور میں قدم رکھا ابتدا میں والد ماجد نے حفظ قرآن مجید سے اور تعلیم بعضے کتب درسی سے مشرف فرمایا اور ۱۲۶۸ھ بارہ سو اڑسٹھ ہجری میں بہمراہی جناب حکیم سید علی نقی صاحب رضوی کے بمبئی میں دو سال ہمسبق قاضی محمد عزیز الرحمن صاحب کے رہا اور حکیم صاحب کی خدمت میں اصلاح خط اور درس بعض کتب فارسی سے مشرف ہوا اور جناب مولوی محمد اکبر صاحب کشمیری مدرس مسجد جامع بمبئی سے علوم صرف ونحو وغیرہ پڑھے بعد مراجعت شہر برہان پور اور بلدہ حیدرآباد میں حضرت مولانا مولوی محمد جمیل صاحب کی خدمت میں حسب حوصلہ اپنے علم حاصل کیا سوائے علمائے موصوف کے بعضے فضلا سے معاصرین کے تلمذ سے افتخار پایا از انجملہ حضرت مولانا مولوی سید جلال الدین عرف اللہ والے صاحب و حضرت مولانا مولوی محمد کرامت علی صاحب دہلوی مصنف سیرۃ محمدیہ وغیرہ و حضرت مولانا مولوی حیدر علی صاحب مصنف منتہی الکلام وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ اکابر علمائے عصر سے تھے اور سعادت

بیعت سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ طریقہ عالیہ قادریہ کے بدست حق پرست جناب حضرت مولنا محمد نعیم صاحب المعروف حضرت مسکین شاہ صاحب سرفراز ہوا حضرت موصوف اکمل خلفا جناب حضرت مولانا شاہ سعد اللہ صاحب خلیفہ خاص جناب حضرت مولنا شاہ غلام علی صاحب دہلوی کے تھے قدس اللہ اسرارہم حضرت پیر و مرشد کی ذات سے مثل آفتاب جہان آفتاب کے انوار ہدایت تابان و درخشان تھے ہزاروں لاکھوں مریدین و خادمین حضرت کے بلدہ حیدر آباد و اطراف و اکناف میں موجود ہیں حضرت پیر و مرشد نے بکمال عنایات جملہ مقامات سلوک کے ارشادات سے اس خاکسار ذرہ بمیقدار کو سرفراز و ممتاز فرمایا۔ اگرچہ احقر لیاقت ان امورات کی نہ رکھتا تھا لیکن محض تفضلات مالک الملک تعالی شانہ بطفیل حضرت سید العالمین و اصحاب و اہل بیت طاہرین و پیران کبار کے اس دولت فیوضات کثیر سے ظاہر و باطن کی مستفید ہوا مولد و منشا فقیر حقیر کا شہر برہان پور ہے مگر بالفعل مقام اس مشت خاک کا بلدہ حیدر آباد ہے غلبہ ضعف و نقاہت کا روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے اور وقت سفر آخرت قریب آتا جاتا ہے بالفعل دو بندہ زادے ہیں محمد حسین و احمد حسین طال عمرہما و زاد علمہما۔ اگرچہ امثل ضعیف کو تالیف و تصنیف سے کتب علوم کی کیا نسبت لیکن خاکسار با امثال و اقران خاکسار کی تصنیفات نقل نویسی یا مترجمی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی ہیں بر فہم اسماء ان رسائل کے یہاں درج کیے جاتے ہیں کہ ناظرین ملاحظہ سے محظوظ ہو کر دعا مغفرت سے یاد فرماتے رہیں منجملہ تالیفات ہیچمدان رسالہ منظومہ شجرات نقشبندیہ و قادریہ مع چند قصائد نعتیہ عربی و فارسی مسمی وسیلۃ المغفرۃ سنہ ۱۲۹۶ ہجری میں مطبع نظامی کانپور سے شائع ہوا تھا اور کتاب فتح المجتہدین فی رد خرافات محی الدین مسمی فیاض الدین من غیر المقلدین اور رسالہ صفات متشابہات رد فرقہ جہمیہ مشبہہ شہر مدراس میں طبع ہوئے تھے اور رسالہ علامات القیامۃ دو بار مطبع نولکشور واقع لکھنؤ میں چھپا ہے اور رسائل صفات الاولیا و مقامات الاولیا و احادیث قدسیہ مع ترجمہ اردو جناب مولوی عبد الاحد صاحب نے مطبع مجتبائی دہلی میں طبع کرائے ہیں اور رسالہ نماز استسقا مسمی در مکنون و رسالہ فضل الشرفا بمقدمہ نسب سادات وغیرہ تحریر ہوئے ہیں اور جناب مفتی سید عبد الفتاح صاحب نے بفرط نوازش جلد سوم جامع الفتوی صفحہ ۲۰ مطبوعہ مطبع فتح الکریم واقع بندر بمبئی میں فتح المجتہدین اور صفات متشابہات کو تذکرہ رد وہابیہ میں شمار کیا ہے اور حضرت مولوی عبد القادر صاحب محب رسول بدایونی نے بعین عنایت اس گمنام کو شریک علماء اہل سنت بمقابلہ ندوۃ العلما

فرمایا ہے فی الحقیقت خاکسار کسی قسم کی قابلیت نہیں رکھتا ہے لیکن ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء والحمد للہ علی ذلک والحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ۔

سببِ تالیف تاریخ برہان پور

فرزند نور چشم لختِ جگر محمد سعد الرحمن مرحوم مولفِ عاصی سے بارہا کہتے تھے کہ شہر برہان پور میں بہت اولیا اللہ کے مزارات ہیں حالات صحیح اُن بزرگوں کے کسی ایک کتاب خاص میں درج نہوے تاکہ شائقین کو بلا تلاش وتردد بآسانی معلوم ہوتے اور اس وقت میں تم سے زیادہ واقف ان امور کا باقی نرہا لہذا ضرور ہے کہ کوائف مفصل کتب قدیم سے انتخاب ہوکر فراہم کیے جائیں تاکہ آیندہ یادگار اُن مردانِ اہل اللہ کی قائم رہے پس مولف کمترین نے تحریر اُن حالات کی سعادت ابدی سمجھکر شروع کی لیکن ہنوز کتاب بالکل تمام نہوئی تھی کہ رشتہ حیات اُس فرزند عزیز کا منقطع ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون اللہم اغفرلہ وارحمہ ولادت انکی بارہوین رجب ۱۲۸۳ھ بارہ سو تراسی ہجری میں واقع ہوئی تھی رتبیس سال سے کچھ تجاوز کیا تھا کہ عین شباب میں بتاریخ اکیسوین ذی حجہ ۱۳۱۵ھ تیرہ سو پندرہ ہجری روز جمعہ طرف عالم بقا کے روانہ ہوئے اور پس ماندگوں کو اپنے رنج فراق میں چھوڑ گئے علم عربی و فارسی میں استعداد کامل اور خوشنویسی میں بہرہ وافی رکھتے تھے۔ اُنکی اولاد نہونے کا بھی ایک رنج عظیم ہے۔ اب فقط یہ کتاب اُنکی یادگار بس ہے کہ صرف اُنکی درخواست پر تالیف ہوئی ہے۔ ناظرین سے اُمید ہے کہ بوقت دیکھنے اس کتاب کے اُنکی مغفرت کے واسطے جناب الہی میں دعا کرتے رہیں ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

قطعہ تاریخ ختم کتاب

حمد و شکر حضرت خلاق اکبر ہر دم ست	از طفیل رحمۃ العالمین عالی جناب
ختم شد تاریخ برہان پور از حب وطن	نام تدریجی شدہ تاریخ موطن از حساب ۱۳

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب تاریخ برہان پور از تالیفات علامۂ زمان جناب مولوی خلیل الرحمن صاحب ظلہ برہانپوری مقیم حیدرآباد دکن ماہ ربیع الاول ۱۳۱۷ھ ہجری احقر الانام محمد عبد الاحد کے اہتمام سے مطبع مجتبائی واقع دہلی میں طبع ہوئی

ضمیمہ تاریخ برہان پور

اگرچہ صفحہ ۱۳۴ میں احوال اولاد امجاد حضرت شاہ محمد ابن فضل اللہ قدس سرہما کا قدرے مذکور ہوا ہے لیکن تفصیل کامل سہواً مرقوم نہوئی تھی لہذا گزارش یہ ہے کہ حضرت ممدوح کے فرزند کہیر حضرت خواجہ فضل اللہ قدس سرہ تھے۔ اُنکے خلف رشید حضرت خواجہ محمد وارث قدس سرہ تھے اکبر اولاد اُنکی مسمی حضرت خواجہ فضل اللہ صاحب سجادہ قدس سرہ تھے اُنکے فرزند نواب فتح الدولہ حیدرآباد میں اخیر عمر تک تشریف فرمار ہے تفصیل اُنکی اولاد کی صفحہ مذکورہ میں مندرج ہوئی ہے دوسرے فرزند حضرت شاہ محمد وارث صاحب کے حضرت محمد قدرۃ اللہ صاحب قدس سرہ تھے اُنکے فرزند محمد انصار اللہ صاحب تھے اُنکے فرزند محمد رحیم اللہ صاحب تھے اُنکے فرزند کریم اللہ صاحب برہان پور میں سکونت رکھتے ہیں اور حضرت محمد قدرۃ اللہ صاحب کے نواسے جناب محمد منور صاحب قاضی پرگنہ بیاوَل تھے اُنکے فرزند قاضی کمال الدین صاحب موجود ہیں تیسرے فرزند حضرت محمد وارث صاحب کے حضرت شیخ محمد صاحب عرف میاں صاحب قدس سرہ تھے چوتھے فرزند حضرت شاہ محمد وارث صاحب کے حضرت شاہ ولی اللہ خان صاحب قدس سرہ تھے اُنکے تین نواسے تھے اول جناب سید عبدالرحمن صاحب مرحوم اُنکے فرزند سید کریم اللہ صاحب حیدرآباد میں تشریف فرما اور ملازم علاقہ نواب آسمان جاہ ہیں اور سید عبدالرحمن صاحب کے نواسے سید صدیق علی ابن سید حسین علی صاحب اور محمد حسن اور احمد حسین فرزندان محمد خلیل الرحمن یعنی مؤلف رسالہ حیدرآباد میں موجود ہیں دوسرے نواسے حضرت شاہ ولی اللہ خاں صاحب کے جناب سید حبیب اللہ صاحب تھے اُنکے فرزند سید ولی اللہ صاحب بمقام تعلقہ چنگوپہ علاقہ جاگیر نواب آسمان جاہ مرحوم سکونت پذیر ہیں تیسرے نواسے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے جناب سید بسم اللہ صاحب مرحوم تھے اُنکے فرزند سید فضل اللہ صاحب ملازم نواب خورشید جاہ بہادر حیدرآباد میں رہتے ہیں پانچویں فرزند حضرت شاہ محمد وارث صاحب قدس سرہ کے حضرت شاہ علی صاحب قدس سرہ تھے اُنکی دختر کی شادی قاضی غلام مصطفیٰ صاحب والد ماجد سے قاضی محمد منور صاحب کے ہوئی تھی۔ لاولد انتقال کیں اور حضرت شاہ محمد وارث صاحب کی تین صاحبزادیاں تھیں اول حضرت زیب النسا بیگم صاحبہ کہ اُنکے فرزند جناب غلام رسول صاحب تھے تذکرہ اُنکا صفحہ ۱۰۷ میں مندرج ہے۔ دوسری صاحبزادی حضرت

فخرالنسا بیگم صاحبہ کہ انکے فرزند جناب شمس الدین صاحب تھے انکے فرزند شیر الدین صاحب تھے تیسری صاحبزادی حضرت حبیب النسا بیگم صاحبہ کہ انکے فرزند جناب دیوان صاحب تھے انکے نواسے سید نورالبرہان عرف بنے صاحب سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ برہان الدین راز الٰہی تھے اور دختر صاحبزادی موصوفہ کی بی بی امن صاحبہ تھیں انکے فرزند بنی صاحب لاولد انتقال کئے اور بی بی امن صاحبہ کی ایک دختر تھیں انکے فرزند سید صفدر علی صاحب قاضی نصیر آباد تھے انکے فرزند قاضی بخشش علی صاحب موجود ہیں اور جناب حضرت خواجہ محمد ابن فضل اللہ قدس سرہ کے دوسرے فرزند حضرت خواجہ فضیل قدس سرہ تھے چنانچہ صفحہ ۱۳۴ میں انکا حال مذکور ہوا ہے کہ جناب خواجہ محمد صاحب قاضی ملکاپور انکی اولاد سے تھے قاضی صاحب موصوف کی دو ہمشیرہ تھیں ہمشیرہ کلاں کے فرزند میر قربان علی صاحب خلف جناب میر قدرت اللہ صاحب تھے انکے فرزند میر ولایت علی صاحب حیدرآباد میں ملازم نواب خورشید جاہ بہادر کے ہیں اور دوسری ہمشیرہ کے فرزند میر تراب علی صاحب تھے انکے فرزند میر فدا علی صاحب اور سید کرامت علی صاحب ہیں۔ ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علی کل شئ قدیر۔

کتبہ العبد الفقیر الی اللہ المنان محمد خلیل الرحمن عفا اللہ عنہ وعن والدیہ آمین



فہرست کتاب تاریخ برہان پور

صحت نامہ تاریخ برہانپور

ناظرین گنجینہ ست میں گزارش یہ ہے کہ صحت نامہ کے موافق کتاب کو اول صحیح فرما کر پھر ملاحظہ شروع کریں۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۲	وادلیا	والاولیاء	۳	۱۴	قصبة	قصبه	۶	۹	مذکورسے	مذکورکے	۹	۲	خوقہ	خرقہ
۳	۱۰	بقر	بقره	۴	۷	المتقوں	المتقون	۸	۸	دولت آباد	دولت آبادیں	۱۰	۱۵	پہونچاتے	کرتے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
١٥	٢	پرقبض	قبض	٤٣	١٣	خان سے	خان کے	٥٨	١٨	جشن	جشن شادی	٧٣	١٤	راجان	راجایان
١٧	٥	تلنگ	تلنک	〃	١٥	گستروعالی	گستر عالی	〃	٢٠	شہباز	شہبار	٧٥	٣	شوال	شوال و
١٩	٨	بادشاہ غازی	بادشاہ شاہ	٤٤	٨	طوطیا	توتیا	٥٩	٥	صورت	سورت	〃	٥	نومبر	مزبور
			غازی	٤٥	٥	سنگنیہ	سنگمنیر	〃	٩	متولد	تولد	〃	١١	محی الدین	محی الدولہ
〃	٩	بیشش	بیشش	〃	١٧	بارده	بارادہ	〃	١٧	شاہ	جاہ	٧٦	١٤	اور	رود
〃	١١	مقبیر	مقبر	٤٦	٦	حسب الغرض	حسب العرض	٦٢	٥	مکانی	مکان	٧٧	٣	چنان	جنان
〃	١٩	فرود	فزود	〃	١٥	برہان	برہان پور	〃	١٨	وغیر	وغیرہ	〃	١١	ذولقعد	ذی قعدہ
٢٠	١٣	صاحب	صاحبہ	٤٧	١١	سرشتہ	سررشتہ	〃	٢١	رہیلہ	روہیلہ	٧٨	٩	اقبال	باقبال
٢٢	٧	بہادر	بہار	٤٨	٤	قبضہ وتصرف	قبضہ تصرف	٦٣	٢	سے	کے	٧٩	٩	ذوفضل	ذوالفضل
٢٥	٣	تلنگ	تلنک	〃	١٣	قبض وتصرف	قبض تصرف	٦٤	٦	علی محمد	محمد علی			وذوالعلم	وذوالعلم
٢٦	٧	انصاف	انتظام	٥٠	٢	لایا	پایا	〃	〃	١٢٤٦	١٢٦٤	〃	١٤	مرت	مراجعت ماکر
٢٧	٥	لاہے	میں لائے	٥١	١٠	روپوں	روپیوں	٦٥	١٨	لوازم تہنیت	لوازم تعزیت	٨٠	١٧	ار	از
٢٩	٧	ملک راجہ	ملک پور راجہ	〃	٢٠	دیار	دیار رور	٦٦	١٣	ممتاز	مختار	〃	٢٢	نقسم	منقسم
〃	١٣	خاندیس	خاندان	٥٢	٢١	راجہ رایان	راجہ رائے رایان	٦٧	١	شہید	مقتول	٨١	٢	معین	معین المہام
٣٠	١٠	میران شاہ	میران محمد شاہ	٥٤	٥	١١٩٣	١١٦١	٦٢	٤	وارث	دارالقضا	〃	١٨	گشت	گشت و
٣١	٨	لایا	پایا	٥٥	١	مانت	امانت	〃	١٠	صلابت	صلابت خان	〃	١٩	کبیر	اکبر
〃	٢٠	بہادر کا	بہادر کے	〃	١٦	جو چلے	چلے			جنگ		٨٣	٤	بنگ	بنک
٣٤	١٥	مبارکخان کے	مبارک خانے	٥٧	٣	عابان	عالیجاہ	〃	٢٠	اصحاب	اسباب	٨٤	١٧	مسند	سند
٣٥	١٢	الحاک کبوکے	کھاک کے	〃	٨	مسی	موسی	٦٩	١٢	تعنیات	تعیناتی	٨٥	٤	برا	دوسرے
٣٦	٢	غدر کی	عرض کی	٥٧	١٤	معافی چاہی	عرض کرتے کیے	٧٠	١٣	بدرتعیہ	بذریعہ	〃	١٥	سات	ساٹھ
〃	١٩	حامد	احمد				لیئے			نواب	نواب	٨٦	١٩	چونہ	چوبینہ
٣٩	٧	عہد	بعہد	〃	٢١	حیدرآباد بید	حیدرآباد	〃	١٢	چوبیس	تعیناتی	〃	٢٠	مصالح	چوبینہ
٤٠	٢١	مدحدسے	حدسے	٥٨	٩	قسم	قسم	٧١	١٠	بشی	بشیی	٨٧	١٤	خرادی	خراطی
٤١	٣	حسن وسعی	حسن سعی	〃	٧	وجہ	وجہہ	٧٢	٩	ندیدہ	ندید	٨٨	١١	مہادو	بہادر
٤٢	٦	رورد	رود	〃	٩	اپنے	اپنے گروہ کو	٧٣	٣	اکتیس	اکیس	〃	١٧	جمیل محمد	محمد جمیل